مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے نادر خطبات اور مکتوبات کا مجموعہ

خطبات ومکتوباتِ عثمانیؒ

toobaa-elibaray.blogspot.com

ابو حمزہ قاسمی

اہتمام

محمد عباس شاد

Acc No 9
8/02

ic Library (Trust)
walpindi Cantt

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب	-----	خطبات و مکتوبات عثمانیؒ
مرتب	-----	ابو حمزہ قاسمی
سن اشاعت	-----	جون 1999ء
مطبع	-----	حاجی حنیف اینڈ سنز لاہور
قیمت	-----	100/= روپے

A

297 86

فہرست مضامین

خطبات

خطبہ ترک موالات اجلاس جمعیت علماء ہند 1920ء 9

خطبہ صدارت مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ 1945ء 33

خطبہ صدارت جمعیت علماء اسلام صوبائی کانفرنس 1946ء 47

خطبہ برائے استصواب رائے پشاور 1947ء 79

خطبہ صدارت ڈھاکہ کانفرس 1949ء 85

خطبہ رئیس الموتمر الدائم 115

قائد اعظم کے جنازہ پر علامہ عثمانی کی تقریر 119

مولانا عثمانی کی تقریر ڈھاکہ 121

خطبۂ عیدالفطر 123

تقریر مجلس دستور ساز (روشنی کا مینار) 139

مجلس شاہ ابن سعود میں علامہ عثمانی کی تقاریر 147

بیانات

الیکشن 1946 کے متعلق اہم بیان 167

پاکستان کی حفاظت اور حمایت میں بیان 171

المؤتمر الاسلامی کراچی میں بیان 175

اسلامی آئین کے اجرا کے متعلق بیان 181

سیاسی مکتوبات

مکتوب سعید الدین بہاری 188

مکتوب شورش 194

مکتوب حکیم رشید علی مراد آبادی 198

مکتوب مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی 201

مکتوب مولانا ارشاد الحق 203

مکتوب دوم حکیم رشید علی مراد آبادی 205

مکتوب مولانا عبد الحنان 210

مکتوب مولانا محمد اسمٰعیل میرٹھی 213

مکتوب مولانا عبد الاحد قاسمی 216

مکتوب بشیر الدین احمد 218

مکتوب مولانا بہاؤ الحق قاسمی 221

مکتوب دوم مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ 225

مکتوب مولانا منظور احمد نعمانیؒ 234

مکتوب مولانا احمد علیؒ 243

مکتوبات مولانا ابو الاعلیٰ مودودی 245

پیغام بنام آل انڈیا جمعیت علماء اسلام کانفرنس کلکتہ 263

◆

عرض مرتب

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ 10 محرم 1305ھ بمطابق 1885ء کو ضلع بجنور ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شمار شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی نوراللہ مرقدہ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے سیاسی کردار کا آغاز شیخ الہندؒ کی جماعت، "جمعیت علماء ہند" کے پلیٹ فارم سے کیا۔ اس پلیٹ فارم سے آپ انگریز سامراج کے خلاف "ہندو مسلم اتحاد" کے زبردست داعی رہے، مگر بعدازاں آپ اس قومی، سیاسی دہارے سے کٹ کر اس وقت کی ابھرتی ہوئی مسلم فرقہ وارانہ سیاسی رو کے ہم زبان ہو گئے۔ مولانا عثمانیؒ کی اس نظریاتی تبدیلی نے پاکستان کی خالق جماعت "مسلم لیگ" کو بہت تقویت پہنچائی۔ اگرچہ آپ مسلم لیگ میں باقاعدہ شامل نہیں ہوئے، مگر آپ نے جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے مسلم لیگ کے "دو قومی نظریہ" کی بھرپور تائید کی اور ایک جید عالم دین ہونے کی حیثیت سے جذباتی سیاسی فضا میں آپ مسلم جذبات کا وزن مسلم لیگ کے پلڑے میں ڈالنے میں کامیاب ہو گئے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی حمایت سے مسلم لیگ نے بڑی ہوشیاری اور سمجھداری سے فائدہ اٹھایا۔ خصوصاً" صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں مسلم لیگ کی کامیابی مولانا مرحوم کی ہی مرہون منت تھی۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے سیاسی موقف سے بہت سے لوگوں کو اختلاف ہو گا کہ آپ نے اپنا وزن مسلم لیگ کے پلڑے میں کیوں ڈالا مگر یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مولانا کے دل و دماغ کی یہ تبدیلی کسی بھی ذاتی مفاد یا جماعتی عہدہ و منصب کے لالچ سے بالاتر تھی۔ جس چیز کو انہوں نے درست سمجھا اس کو اختیار کر لیا۔ مولانا مرحوم کے ہم مسلک و ہم مشرب علماء "جمعیت علماء ہند" کے پلیٹ فارم پر اپنی جدوجہد میں مصروف تھے. تو مولانا جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے دو قومی نظریہ کے داعی اور مسلم لیگ کی حمایت کر رہے تھے۔ مگر علماء کی ان دونوں جماعتوں میں سیاسی اختلاف کے باوجود احترام کا رشتہ قائم تھا جو مولانا عثمانی کے خطبات و

مکتوبات میں جابجا نظر آتا ہے۔ مگر مسلم لیگ کے نوجوانوں کی طرف سے اکابرین جمعیت علماء ہند کے ساتھ ناروا سلوک پر مولانا عثمانیؒ دل گرفتہ ضرور تھے۔ پاکستان قائم ہونے کے بعد مولانا مرحوم نے اپنے خوابوں کی تعبیر تلاش کرنا چاہی مگر وہ اپنی زندگی میں اپنے خوابوں کو شرمندہ تعبیر ہوتے نہ دیکھ سکے۔ لیکن انہوں نے اپنی کوشش ترک نہ کی۔ پاکستان کے بڑے بڑے ایوانوں میں انہوں نے اپنی آواز اٹھائی۔ ارباب لیگ کو ان کے وعدے اور نعرے یاد دلائے، مگر ان کی یہ آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ یہ علم و عرفان کا آفتاب مملکت پاکستان میں نظام اسلام کے سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی 13 دسمبر 1949ء بمطابق 21 صفر 1369ھ بروز شنبہ بوقت ساڑھے گیارہ بجے ریاست بہاولپور میں غروب ہو گیا۔ مولانا عثمانیؒ نے اپنی زندگی میں دینی، سیاسی تاریخی، اور ملی موضوعات پر ایک بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ جسے پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی مرحوم نے اپنی مرتب کردہ تصانیف میں جمع کر دیا ہے ہم نے انہیں ہی کتابوں کی خوشہ چینی سے ایک مجموعہ مرتب کیا ہے۔ جس میں مولانا کے خطبات و مکتوبات کو سمو لیا گیا ہے اور بغیر کسی حاشیہ آرائی کے قارئین کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ تاکہ قارئین مولانا کے مؤقف کو بخوبی سمجھ سکیں۔ مولانا کے خطوط کے ساتھ ساتھ سائلین کے خطوط کو بھی شامل کر لیا گیا ہے تاکہ سائلین کا موقف بھی پیش نظر رہے۔

امید ہے قارئین اس کوشش کو پسند کریں گے اور ہم مزید اکابرین علماء دیوبند کے شہ پارے آپ کے سامنے پیش کرتے رہیں گے۔

ابو حمزہ قاسمی

جون 1999ء

خُطبات

طوبیٰ ریسرچ لائبریری

یاایھاالذین امنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیآء

ترک موالات

خطبہ

شیخ الاسلام علامہ شبیّر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

جو

حضرت والا نے جمعیۃ العلمائے ہند دہلی کے اجلاس منعقدہ

۷۔۸۔۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

مطابق

۱۹۔۲۰۔۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء

میں پڑھ کر سنایا اور جسے سامعین اور بالخصوص علماء نے بے حد پسند کیا

زیر صدارت

حضرت شیخ العرب والعجم مولانا محمود الحسن صاحب اسیر مالٹا

Cantonment Public Library (Trust) Rawalpindi Cantt.
Date..........

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترک موالات

از علامہ شبیّر احمد عثمانی

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدالمرسلین والہ واصحابہ اجمعین والعاقبۃ للمتقین

امابعد معزز صدر اور حضرات علمائے کرام اور حاضرین والا مقام!

جلسوں کی شریعت کا حکم یہ ہے کہ میں سب سے پہلے آپ کے اس احسان کا شکریہ ادا کروں جو آپ نے مجھ پر اس مجلس علماء و فضلاء میں بولنے کی اجازت دینے سے کیا ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ شکر کا مفہوم خاص زبان تک محدود نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی پر احسان کرے تو اس کا شکریہ دل سے، زبان سے، ہاتھ پاؤں سے، غرض افعال قلوب اور افعال جوارح میں سے ہر ایسے فعل سے ادا ہو سکتا ہے جو محسن کے مقابلہ میں شاکر کی ممنونیت کا اعلان کرتا ہو۔

اس لئے آپ کے احسان کا شکریہ ادا کرنے میں جب یہ حق انتخاب میرے لئے ہوا کہ میں جس طریقہ سے پسند کروں قضائے حق شکریہ سے سبکدوش ہو جاؤں تو میں اپنی اصل فطرت اور وقت کی قلت اور سب سے بڑھ کر اس اعلیٰ وارفع مطمح نظر کی اہمیت کو (جس نے مجھے اور آپ کو

یہاں جمع کیا ہے) محسوس کرتے ہوئے ہمیشہ کے لئے یہ جتلا دینا چاہتا ہوں کہ اب ہم مسلمانوں کے پاس یورپ کی تقلید کے لئے اتنا فضول وقت نہ بچنا چاہئے جس میں ہم ضروری مقاصد کو چھوڑ کر محض رسمی اور زبانی شکریوں کی نمائش کیا کریں۔

ہم مسلمانوں کو خصوصاً علمائے امت کو اپنی مجالس عامہ و خاصہ میں تتبع کرنا چاہئے قرون اولیٰ کی سادہ اور بے لوث مجالس کا، ان کی مختصر مگر پر مغز تقریروں اور طویل و عریض سلسلہ عمل کا، ان کی مشاورت اور مبادلہ آراء کے بہترین اصول کا، ان کی نہایت ہی مخلصانہ **تواصی بالحق** اور **تواصی بالصبر** کا، ان کے امر بالمعروف نہی عن المنکر اور اصلاح ذات البین کی مفید اور منتج گفتگوؤں کا، غرضیکہ اللہ جل شانہ کے اس مطرود منعکس ارشاد پر پوری پوری طرح عمل کرنے کا۔

لاخیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقة او معروف
او اصلاح بین الناس

ان کی اکثر مجالس میں کوئی بھلائی نہیں بجز اس شخص کے جو امر کرے خیرات کا یا کسی اچھی بات کا یا اصلاح ذات البین کا۔

اے حضرات علماء کرام! میں نہ کوئی خطیب ہوں نہ انشاء پرداز اور نہ گویائی کی کوئی ایسی ممتاز قوت رکھتا ہوں جس سے آپ حضرات محروم ہوں بلکہ اگر آپ کا حکم نہ ہو تو میں اس سے زیادہ ایک لفظ بھی بولنا نہیں چاہتا جو میرے جد بزرگوار خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے منبر پر فرمایا تھا کہ

ایھاالناس انکم الی امام فعال احوج منکم الی امام قوال۔

اے لوگو! یقیناً تم کو بہت زیادہ کلام کرنے والے پیشوا سے بڑھ کر بہت زیادہ کام کرنے والے پیشوا کی ضرورت ہے۔

مگر جب آپ نے مجھ جیسے ناکارہ کو اس جگہ کھڑے ہونے کی اجازت دی ہے تو میرا فرض ہے کہ اپنی اور آپ کی بلکہ روئے زمین کے سارے **لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ** کہنے والے مسلمانوں کی فلاح سے متعلق، شرعی حیثیت سے جو میری معلومات اور خیالات ہیں ان کو بلا کم و کاست آپ کے سامنے رکھ دوں اور اس کی بالکل پرواہ نہ کروں کہ حق کی آواز سننے سے حضور وائسرائے بہادر مجھ سے برہم ہو جائیں گے یا مسٹر گاندھی یا علی برادران یا اور کوئی ہندو یا مسلمان مجھ سے بگڑ بیٹھے گا- اگرچہ اپنے بھائیوں سے مجھے ایسی توقع نہیں۔

اے حضرات! آج وہ وقت ہے کہ ہم میں سے ہر فرد کو جماعت اسلام کی حقیقی خیر خواہی میں اپنی شخصی عزت اور عارضی وجاہت و مقبولیت سے قطع نظر کر لینا چاہئے۔ آل عثمانؓ کے بڑے بڑے سردار اور خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے مسند نشین کی عزت و شوکت جب خاک میں ملا دی جائے تو آپ کی عزت و وجاہت کس شمار میں ہے۔ تھریس اور سمرنا کے مسلمان زن و مرد جب بے آبرو کئے گئے ہوں تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ بے آبرو نہیں ہوئے۔

جس قوم نے عراق، شام، فلسطین، تھریس، ایشیائے کوچک اور قسطنطنیہ کے لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا، تمام دنیا کی مقدس ترین مساجد کو خلیفۃ المسلمین کے ہاتھوں سے چھینا اور اس چھیننے کے لئے جو جنگ کی گئی اس کو کروسیڈ (صلیبی جنگ) سے تعبیر کیا۔ مکہ اور مدینے پر اسلام کے ایک ایسے باغی کی حکومت قائم کرائی جس کے حکم سے اس خانہ خدا اور آرام گاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی ہوئی اور جس حرم امن سے ایک ادنیٰ جانور کا پکڑنا بھی گناہ ہے وہاں سے بہتیرے غریب الوطن پرستاران خدا کو گرفتار کر لیا گیا۔

پھر یہی نہیں کہ جو کچھ گذر گیا بلکہ اس منٹ تک بھی جبکہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں اس قوم کی ہوس ملک گیری اور درندگی میں کچھ کمی نہیں آئی۔ اس کی توپیں ابھی تک دجلہ اور فرات کے دہانوں پر خاموش نہیں ہوئیں۔ اس کے جہازوں نے ابھی تک عراق وغیرہ کے کلمہ پڑھنے والوں کو پناہ نہیں دی۔

اگر واقعی ہندوستان کے مسلمان سمجھ رہے ہیں کہ ایسی قوم ہماری جان و مال اور عزت و آبرو کی محافظ ہے اس لئے ہمیں اس کے مقابلے پر کچھ ہاتھ پاؤں ہلانے کی ضرورت نہیں، تو میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ اسلام کی حقیقت اور اس مضبوط رشتہ اتحاد و اخوت سے محض جاہل یا غافل ہیں، جس نے جہالت کی تمام رسوم مخالفت و مواخاۃ کو اٹھا کر شرق و غرب کے مسلمانوں میں ایک خالص روحانی برادری قائم کی۔ اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو آپ بار بار پڑھئے۔

انما المومنون اخوۃ ○ المسلم اخو المسلم ○ المومنون ید علی من سواھم المومنون کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ ○ وان اشتکی راسہ اشتکی کلہ۔

یہ احکام سلطان المعظم سے لے کر ادنیٰ انسان تک بدون تخصیص حبشی اور رومی اور ہندی اور افغانی کے سب پر حاوی ہیں اور مغرب کے مسلمان پر اگر کوئی ظلم ہو تو مشرق کے مسلمان پر اس

کی حمایت ونصرت ہر ممکن طریق سے واجب ہے۔

بہت دنوں تک ہندوستان میں یہ بحث ہوتی رہی کہ ہندوستانی رعایا اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان کچھ ایسے معاہدات ہیں جن کی بناء پر یہاں کے مسلمان انگریزوں کے مقابلے میں دوسری جگہ کے مسلمانوں کو مدد دینے سے معذور ہیں اور ان حضرات کا استدلال اس آیت کے عموم الفاظ سے تھا۔

وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم و بینهم میثاق.

میں علماء کے اختلافات کا فیصلہ کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا۔ ہاں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اب ان اختلافات کا فیصلہ خود برٹش گورنمنٹ نے کردیا ہے۔ پچھلے زمانے کو چھوڑ کر اس نے جو عہد ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ ترکی کی حکومت سے برسر جنگ ہونے کے وقت کئے تھے ان کا جو حشر ہوا وہ اس وقت آپ کے سامنے ہے۔ اگر وہ وعدے ایسی بے دردی سے فراموش نہ کردیئے جاتے جن پر مغرور مفتوں ہو کر بہت سے ناعاقبت اندیشوں نے اپنے ہم مذہب لوگوں کو تباہی کی طرف دھکیلا، تو آج آپ کا اور ہمارا اجتماع اس ہیئت کذائی سے نہ ہوتا اور نہ آج ساری دنیا کے مسلمان مصائب کے اس اضطراب انگیز طوفان میں غلطاں و پیچاں نظر آتے۔

بہر حال اب ہم کو یہ شکوہ نہیں رہا کہ دوسروں نے ہمارے ساتھ ایسا کیوں کیا بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اب ہم کو ان کے ساتھ بلکہ خود اپنے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔ آپ میں سے ہر شخص غالباً دل ہی دل میں یہ کہتا ہوگا کہ میں آپ کو اس درد کا کوئی انوکھا علاج بتاؤں گا یا کوئی نرالی ترکیب جو ہمارے مصائب کا خاتمہ کردے گی تلقین کروں گا۔ لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ اس انتظار کی تکلیف نہ اٹھائیں۔ میں آپ سے صرف ایک ایسی چیز کے حاصل کرنے کو کہوں گا جس کو آپ سمجھ رہے ہیں کہ وہ پہلے سے حاصل ہے۔ یعنی میں مسلمانوں کو کہتا ہوں کہ وہ مسلمان ہوجائیں۔ ایمان کا دعویٰ رکھنے والوں سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے اندر ایمان پیدا کریں۔ آپ شاید اس کو تحصیل حاصل قرار دیں مگر میں فی الحقیقت آپ کو خدا کا یہ کلام سنا رہا ہوں۔

یایها الذی امنوا آمنوا باللہ ورسوله والکتب الذی نزل علی رسوله والکتاب الذی انزل من قبل

اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسولؐ پر نازل فرمائی اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کی۔

ایمان باللہ کے یہ معنی نہیں کہ آدمی محض زبان سے امنت باللہ کا دعویٰ کرے اور جب اس امنت کا موقعہ آئے تو خدا کے روبرو جھوٹا ثابت ہو۔ اگر ایمان باللہ کا مصداق صرف اتنا ہی ہوتا تو انبیاء کی زبانی منافقین اس قدر رسوا نہ ہوتے اور نہ جہنم میں سب سے نیچے کا طبقہ ان کا مسکن بنایا جاتا اور نہ حق تعالیٰ یوں فرماتے۔

الم ، احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین

کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ محض امنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی حالانکہ ہم نے ان سے پہلے لوگوں کا امتحان کیا ہے تو ضروری ہے کہ جانچ کرے گا اللہ ان کی جو سچ بولتے ہیں اور ان کی جو جھوٹ بولتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو زبان سے کلمہ پڑھتے تھے اور بجائے خود وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ مسلمان ہیں لیکن جب کوئی تکرار اور نزاع پیش آتی تو وہ بجائے کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے معاملات کفار کے پاس لے جانے کو پسند کرتے تھے تاکہ وہ ان کے حسب خواہش فیصلہ کر دیں ایسے لوگوں کی نسبت حق تعالیٰ نے فرمایا۔

الم تر الی الذین یزعمون انھم آمنوا بما انزل الیک من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطن ان یضلھم ضلالاً بعیداً واذا قیل لھم تعالوا الی ماانزل اللہ والی الرسول رایت المنافقین یصدون عنک صدوداً ،

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اس پر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو تم سے پہلے نازل کیا گیا تھا ایمان رکھتے ہیں۔ (اور پھر بھی) وہ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے نزاعات کو شیطان کی طرف لے جائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا ہے اس سے بیزار رہنے کا اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کی گمراہی کو بہت دور تک پھیلاتا چلا جائے اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف بڑھو جو خدا نے نازل کی اور رسول کی طرف (جسے خدا نے بھیجا) تو تم منافقین کو دیکھو گے کہ وہ تم سے اعراض کرتے ہیں۔

اب آپ دیکھ لیجئے کہ کتنے مسلمان ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور انہوں نے اپنے معاملات کی باگ کفار اور شیاطین کو چھوڑ کر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ

میں دے دی ہے۔ انسانی قوانین اور شیطانی احکام کے آگے وہ گردنیں جھکا دیتے ہیں۔ لیکن جب ان کو کوئی آسمانی حکم اور قدوسی پیغام دیا جاتا ہے تو وہ تیوریاں چڑھا کر کھسکنے لگتے ہیں۔

اے خدا کی زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے رہنے والو! کیا اس شہنشاہ مطلق احکم الحاکمین کی حکومت کا حلقہ تمہاری گردنوں میں نہیں رہا جو تم نے انسانی رعب وداب سے خوف زدہ ہو کر اس سے بغاوت پر کمر باندھی ہے۔ خوب سمجھ لو! کہ خدا کی گرفت بہت سخت ہے۔ جب اس کی شمشیر انتقام بے نیام ہوتی ہے اور اس کے عذاب کا کوڑا برسنے لگتا ہے تو اس کے مجرم کے لئے کہیں پناہ نہیں۔ لاعاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم لله مسلمان اپنے اوپر رحم کھائیں اور ازل میں جو عہد انہوں نے اپنے خدا سے باندھا ہے اسے پورا کریں اور سب مل کر خدا کی نہ ٹوٹنے والی رسی کو مضبوطی سے پکڑلیں کہ یہ رسی ٹوٹ تو نہیں سکتی مگر چھوٹ سکتی ہے

اے حضرات! مذہب اسلام ایک مکمل مذہب ہے۔ جس میں قیامت تک پیش آنے والی ضرورتیں مسلمانوں کو سمجھادی گئی ہیں۔ کوئی حالت سختی اور آسانی کی ایسی نہیں جس کا بیان کسی نہ کسی طور پر خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کے کلام میں نہ ہو اور ہماری سہولت کے لئے فقہاء مجتہدین رضی اللہ عنہم نے کتاب وسنّت کے بے شمار احکامات مستبط کر کے اپنی کتابوں میں درج فرمادیئے ہیں۔ اس لئے یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ اسلام کی جو ضروریات مہمہ اس وقت پیش نظر ہیں ان کے متعلق کوئی حکم اور کوئی تبصرہ حق تعالی کے کلام میں نہ ہو۔

قرآن حکیم نے فتح ونصرت اور ہزیمت ومغلوبیت کے سب اسباب اپنے معجز بیان میں ہتلادیئے ہیں۔ اس نے بہ بانگ دہل یہ اعلان کیا ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ذلیل وخوار نہیں ہوتی جب تک وہ خود اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں۔ اس لئے ہمیں بجائے اس کے کہ ہم دشمنوں کے مظالم شمار کریں ان مظالم کا محاسبہ کرنا چاہئے جو ہم نے خود اپنے اوپر نازل کئے ہیں۔ تنبیہاً عرض کرتا ہوں کہ :-

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں غالباً دو مرتبہ لشکر اسلام کو کفار کے مقابلے میں ہزیمت ہوئی وہ بھی عارضی۔ ایک غزوہ احد میں جبکہ تیر اندازوں کی جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدول حکمی کی اور آپس میں مختلف ہوگئے۔ اور دوسرے غزوہ حنین میں جبکہ انہیں اپنی کثرت تعداد پر غرور ہوا اور وہ یہ سمجھے کہ ہمارا اتنا بڑا لشکر کسی طرح مغلوب نہیں ہوسکتا۔

ان دونوں مواقع میں حق تعالیٰ نے ان کی ہزیمت کو نہ تو فوج کی کمی سے منسوب کیا اور نہ ان کی بے سروسامانی سے اور نہ ان کے دشمنوں کی شان و شکوہ سے۔ البتہ قرآن مجید میں احد کے متعلق تو یہ فرمایا۔

حتی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد مااركم ماتحبون ط منکم من یرید الدنیا ومنکم من یریدالآخرۃ

تاآنکہ جب تم نے بزدلی کی اور امر دینی میں جھگڑنے لگے اور عدول حکمی کی اس کے بعد کہ اللہ نے تمہیں وہ چیز دکھلائی جس کو تم پسند کرتے ہو۔ تم میں سے بعض وہ ہیں جو دنیا کو طلب کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جن کو آخرت مطلوب ہے۔

اور حنین کے بارے میں یہ ارشاد ہوا:-

ویوم حنین اذا اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین

اور حنین کے دن جبکہ تمہاری کثرت نے تمہیں مغرور بنادیا پھر وہ کثرت تم کو کچھ بھی مستغنی نہ کرسکی اور تم پر زمین باوجود وسعت کے تنگ ہوگئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

اے حضرات! آپ صحابہؓ کے ایمان و تقویٰ اور صبر و ثبات کو دیکھ لیجئے اور یہ بھی کہ ان کے درمیان خدا کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز تھے۔ مگر ایک تھوڑی سی بے اعتدالی سے تمام مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ پس آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ ہم میں وہ کتنے اجزا قوۃ ایمانیہ اور عمل صالح اور طاعۃ ربانی کے باقی ہیں جن کی وجہ سے خدا ہم کو اپنا دوست قرار دے اور اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سے سزا نہ دلائے۔

میرا مشورہ یہ ہے کہ تمام علماء مل کر مسلمانوں کو اپنے اپنے حلقہ اثر میں فشل (بزدلی) تنازع (نااتفاقی) اور عصیان (نافرمانی) اور اعجاب اور غرور سے بچانے کی کوشش کریں اور ان کا شیرازہ مجتمع کریں اور جو اختلافات خود علماء میں ہوں ان کو اخلاص اور صاف دل سے آپس میں طے کرلیں۔

اگر آپ ایسا کریں گے تو میں سچ کہتا ہوں کہ یہ وہ ہتھیار ہے جس کے آگے کوئی ہتھیار نہیں چل سکتا۔ کسی قوم کے فتح و ظفر کے دو ہی طرح کے سامان ہو سکتے ہیں مادی یا روحانی۔ اور وہ دونوں **واعدوا لھم ما استطعتم** میں داخل ہیں۔ پس اگر دوسری قوموں کے جواب میں کوئی مادی طاقت آپ مہیا نہیں رکھتے تو روحانی طاقت اپنے اندر پیدا کیجئے تا کہ خدا کے فرشتے آسمان سے تمہاری

مدد کو پہنچیں۔

انہیں روحانی اسلحہ میں سے ایک وہ ہتھیار ہے جس کو ترک موالات یا ترک تعاون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ترک موالات کی تحریک انشاء اللہ یقیناً موثر ہے۔ بشرطیکہ قوم متفق ہو کر اس کو انجام دے۔ اگرچہ سیاسی اور مذہبی حیثیت سے اس میں بہت سے شبہات بھی پیدا کئے گئے ہیں لیکن جس قدر اس مسئلہ پر نکتہ چینی کی جارہی ہے اسی قدر وہ زیادہ واضح اور قوی ہوتا جاتا ہے۔

جو لوگ اس تحریک کی مخالفت کر رہے ہیں خواہ سمجھ کر یا نا سمجھی سے ہم ان کے بھی ایک طرح ممنون ہیں کہ ان کے اعتراضات کی وجہ سے اس مسئلہ پر اپنی معلومات بڑھانے کا ہمیں اور زیادہ موقعہ ملتا ہے۔

اتنا ہوں تری تیغ کا شرمندہ احسان
سر میرا ترے سر کی قسم اٹھ نہیں سکتا

چند روز ہوئے علی گڑھ کالج کے طلباء کی درخواست پر میرے واجب الاحترام استاذ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دامت برکاتہم نے اس مسئلہ کے متعلق ایک تحریر مرتب کر کے بھیجی تھی جو شائع بھی ہو گئی ہے اس کے بعد بعض علماء کے مضامین دیکھ کر مجھے مناسب معلوم ہوا کہ آج اس کی قدرے توضیح کر دی جائے۔

میری غرض اس سے اہل فہم وانصاف کو مطمئن کرنا ہے کیونکہ بحث وردوکد سے بجز اس کے کچھ نتیجہ نہیں کہ نااتفاقی اور اختلاف کو اور ترقی ہو۔

آج کل سب سے زیادہ جو غلط فہمی پھیل رہی ہے وہ یہ ہے کہ "ترک موالات" دوستی اور محبت چھوڑنے کا نام ہے۔ لیکن تعلقات اور معاملات کا چھوڑنا اس میں داخل نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ موالات کے لغوی معنی باہم ایک دوسرے کو ولی بنانے کے ہیں اور ولی کے معنی قاموس اللغت میں دیکھ لیجئے۔ دوست کے بھی ہیں اور ناصر ومددگار کے بھی ہیں اور قریب کے بھی اور متصرف کے بھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیات موالات میں ان میں سے کس معنی کا قصد کیا گیا ہے۔ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ جن کی تفسیر کو ام التفاسیر کہنا چاہیے۔ اولیاء کی تفسیر اعواناً وانصاراً وظهراً سے فرما رہے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ موالات ممنوعہ کے معنی معاونت اور مناصرت کے ہیں۔

سورۃ ممتحنہ کی پہلی آیت سب جانتے ہیں کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کے واقعہ میں نازل ہوئی یہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر

میں شریک تھے لیکن انہوں نے ایک دنیوی مصلحت کے لئے مدینہ منورہ سے کفار مکہ کو ایک پوشیدہ خط لکھا جس میں یہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر تم پر اندھیری رات اور ایک امنڈنے والے سیلاب کی طرح ٹوٹنے والا ہے تم اپنے بچاؤ کا انتظام کر لو۔

واقعہ طویل ہے۔ حاصل یہ ہے کہ وہ خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے راستے میں پکڑ لیا گیا اور حضرت حاطب بحیثیت مجرم کے جناب رسالت مآب میں حاضر کئے گئے۔ آپ نے ان سے وجہ دریافت کی انہوں نے کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہوں۔ نہ میں دین حق سے پھرا ہوں اور نہ کفر سے راضی ہوا ہوں۔ بات صرف اتنی ہے کہ مکہ میں میرے اہل و عیال تنہا تھے میرا کوئی خاندان وہاں نہ تھا جو ان کی حفاظت کرتا۔ خط لکھنے سے میری غرض یہ تھی کہ کفار مکہ میرے اہل و عیال کے بارے میں میری کچھ رعایت کریں اور یہ میں یقین رکھتا تھا کہ اللہ ضرور اپنے وعدے کو جو اپنے رسولؐ کے ساتھ کیا ہے پورا کرے گا اور میرا خط ان لوگوں کو خدا کی سزا سے نہیں بچا سکتا۔

ان واقعات کو پڑھ کر آپ بتائیے کہ کیا حضرت حاطبؓ کو کفار کے ساتھ واقعی محبت قلبی اور دوستانہ تعلق تھا۔ کوئی شخص اصحاب بدر کی نسبت ایسا یقین نہیں کر سکتا۔ البتہ ایک ظاہری معاملہ معاونت کا انہوں نے کفار کے ساتھ ایسا کیا تھا جو ایک رفیق، رفیق کے ساتھ کرتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یایھاالذین امنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیآء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاء کم من الحق.

اے مسلمانو! میرے دشمن اور اپنے دشمن کو یار و مددگار مت بناؤ۔ پیغام بھیجتے ہو تم ان کی طرف دوستی کا۔ حالانکہ وہ منکر ہوئے ہیں اس سچائی کے جو تمہارے پاس آئی ہے۔

پس بداہۃً ثابت ہوا کہ موالات صرف محبت قلبی تک محدود نہیں بلکہ ہر ایسا معاملہ اور ہر ایسی اعانت و امداد جس سے ایک دوسرے کی رفاقت مترشح ہوتی ہو موالات کے تحت میں داخل ہے اگر آپ اس سے زیادہ وضاحت چاہتے ہیں تو فتح البیان میں ذیل کا واقعہ پڑھئے۔

عن ابی موسی قال قلت لعمر بن الخطابؓ ان لی کاتباً نصرانیاً فقال مالک ولہ قاتلک اللہ وتلا ھذہ الایۃ ای

ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میرے پاس ایک نصرانی کاتب ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس سے کیا تعلق۔ کیوں تم نے ایک مسلمان کاتب نہ رکھا کہ تم

نے اللہ کا یہ کلام نہیں سنا۔

یاایھاالذین امنوا لاتتخذوا الیھود والنصاری اولیآء O قلت له دینه ولی کتابته فقال لااکرمھم اذا اھانھم اللہ ولااعزھم اذااذلھم اللہ ولا ادنیھم اذابعدھم اللہ قلت انه لایتم امرالبصرۃ الا به فقال مات النصرانی والسلام یعنی ھب انه مات فماتصنع بعدہ فماتعمله بعد موته فاعمله الان واستغن عنه بغیرہ من المسلمین۔

یاایھاالذین امنوا لاتتخذوا الیھود والنصاری اولیآء –میں نے عرض کیا کہ اس کا مذہب اس کے لئے ہے اور اس کی کتابت میرے لئے۔ فرمایا میں ان کا اکرام نہیں کر سکتا جبکہ اللہ نے ان کی اہانت کی ہے اور نہ میں ان کی کوئی عزت کر سکتا ہوں جبکہ خدا نے انہیں ذلیل کیا ہے اور نہ میں انہیں نزدیک کر سکتا ہوں جبکہ اللہ نے انہیں دور پھینک دیا ہے۔ میں نے عرض کیا بصرہ کا انتظام بدوں اس کے مکمل نہیں ہو سکتا۔ فرمایا نصرانی مر گیا تو تم کیا کروگے جو اس کی موت کے بعد کرو وہ اب بھی کر لو اور کسی مسلمان سے کام لے کر اس سے مستغنی ہو جاؤ۔

میں خیال کرتا ہوں کہ ایسی ایسی صریح تفاسیر کے بعد ہر ایک سمجھدار آدمی یقین کرے گا کہ ترک موالات اور ترک تعاون متقارب الفاظ ہیں۔ ہاں ترک تعلقات یا ترک معاملات ان دونوں میں ان دونوں سے کچھ زیادہ تعمیم ہے۔ ہماری غرض صرف اس قدر ہے کہ جو تعلقات اور معاملات موالات اور مناصرت کے تحت آجائیں وہ حرام ہیں اور جن تعلیم یافتہ لوگوں نے ترک موالات کے خلاف مضامین لکھے ہیں۔ ان کو بھی انجام کار ایک بڑا حصہ ظاہری افعال و معاملات کا موالات کے تحت میں داخل کرنا پڑا ہے۔

بلاشبہ ترک موالات کا حکم ایک دائمی اور عام حکم ہے لیکن اس قوم کے مقابلے میں وہ زیادہ موکد ہو جاتا ہے جس نے اعلانیہ مسلمانوں پر چڑھائی کی اور ان کو ان کی بستیوں سے نکالا اور ان کے نکالنے میں مدد دی ایسے ظالموں کے ساتھ کسی نرمی اور مروت اور بھلائی کی اجازت نہیں۔ چنانچہ سورہ ممتحنہ کی یہ آیت جو علی ارجع الاقوال منسوخ نہیں ہے کفار کی اس تقسیم کو خوب ظاہر کرتی ہے۔

لاینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوآ الیھم ان اللہ یحب المقسطین ۔ انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھرو علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاؤلئک ھم الظالمون

اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے منصفانہ سلوک کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں لڑائی نہیں کی اور نہ تم کو تمہاری بستیوں سے نکالا۔ بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو چاہتا ہے خدا تو تم کو ان لوگوں کی موالات سے روکتا ہے جو تم سے دین کے معاملے میں لڑے اور جنہوں نے تم کو تمہاری بستیوں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد دی اور جو لوگ ان سے موالات کریں وہ ہی ظالم ہیں۔

بہت سے علماء جو ترک موالات کو ترک محبت کا مرادف کہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ اس حکم میں کفار کی کچھ تخصیص نہیں بلکہ تمام فساق و فجار اور اہل بدع اور اہل اہوا سے بھی محبت ترک کرنا واجب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر فساق و فجار وغیرہ ان حضرات کے نزدیک مسلمان ہیں تو ان کے اسلام اور بعض اعمال حسنہ کی وجہ سے ان سے محبت رکھنا اور فسق و فجور کی حیثیت سے مبغوض سمجھنا واجب ہے۔ دیکھئے امام غزالیؒ احیاء العلوم میں یہی فیصلہ دیتے ہیں کہ

فان قلت فكل مسلم فاسلامه طاعة منه فكيف البغضه مع الاسلام فافول تحبه لاسلامه وتبغضه لمعصية وتكون معه على حالة لوقست بحال كافر او فاجر ادركت تفرقة بينهما وتلك التفرة حب للاسلام وقضاء لحقه وقدر الجناية على حق الله والطاعة له كالجناية على حقك والطاعة لك فمن وافقك على غرض وخالفك فى اخر فتكون معه على حالة متوسطة بين الانقباض والاسترسال وبين الاقبال والاعراض وبين التودد الٰهيه والتوحش منه

اگر تم کہو کہ ہر مسلمان کا اسلام اس کی ایک طاعت ہے پھر اسلام کے ہوتے ہوئے ہم اس کو کیسے مبغوض سمجھیں تو میں کہتا ہوں کہ تم اسلام کی وجہ سے اس کو محبوب اور معصیت کی وجہ سے مبغوض سمجھو گے اور اس کے ساتھ ایسے انداز پر رہو گے کہ اگر اس کا اور ایک کافر کا موازنہ کرو تو تم دونوں میں فرق پاؤ گے اور یہ فرق اسلام کی محبت اور اس کا حق ادا کرنے کی وجہ سے ہے اور اللہ کے جرم اور اس کی فرماں برداری کو اپنے جرم اور فرمانبرداری کی طرح سمجھو۔ جو شخص تمہاری ایک غرض میں موافق اور دوسری میں مخالف ہو تو تم اس کے ساتھ ایک توسط کی حالت پر رہو گے کہ نہ پورا انقباض ہی ہوگا نہ پورا انشراح نہ پوری توجہ نہ پورا اعراض نہ پورا انس نہ پوری وحشت ان کے بین بین ایک کیفیت ہوگی۔

بہر کیف میں پھر اپنے مطلب اصلی کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ ترک موالات مع

الکفار ضروری ہے اور ہمیشہ سے ضروری ہے۔ یہ کوئی جدید حکم نہیں البتہ اس کی بعض جزئیات پر حسب ضروریات زمانہ علماء نے متنبہ کر دیا ہے۔

مروجہ انگریزی تعلیم جس کا اثر یہ ہے کہ مسلمان طلبہ نصرانیت کے رنگ میں رنگے جائیں یا اپنے مذہب اور مذہب والوں کا مذاق اڑائیں یا حکومت وقتیہ کی پرستش کرنے لگیں اور وہ سرکاری ملازمتیں جن کا نتیجہ محض سرکار کی غلام بنانے والی پالیسی کو مضبوط کرنا ہو وہ سب موالات کے تحت میں ہمیشہ سے شامل ہیں۔ البتہ انگریزی حکومت کے موجودہ معاملات نے اس کو اور زیادہ شدید بنادیا ہے۔

انگریزی تعلیم گاہوں کے متعلق ترک موالات کے سلسلہ میں ہم فی الحقیقت ان ہی شرائط کو پورا کرانا چاہتے ہیں جن کے بعد ایک اجنبی زبان کا سیکھنا اور دوسری قوموں کے علوم وفنون حاصل کرنا شرعاً جائز ہیں اور مسٹر محمد علی وغیرہ بھی ایک حد تک اسی کوشش میں ہیں۔

یہ بات بہت زیادہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو مسلمان قوم اپنی بد بختی سے کسی کافر قوم کے زیر حکومت آگئی ہو اور اپنے ہاتھ پاؤں غیر مسلم حکمرانوں سے خوب بندھوا چکی ہو اس کی قابل تاسف بیچارگی کا خیال فرما کر حق تعالیٰ شانہ نے ترک موالات کے حکم میں تھوڑی سی گنجائش بھی رکھی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

لایتخذالمومنون الکافرین اولیآء من دون المومنین ومن یفعل ذلك فلیس من الله فی شئی الا ان تتقوا منهم تقة

مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس کو اللہ سے کچھ سروکار نہیں۔ مگر یہ کہ تم ان سے اپنا بچاؤ کرتے رہو۔

حافظ عمادالدین ابن کثیر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس قال نهی الله المومنین ان یا طفوا الکفار ویتخذوهم ولیجةً من دون المومنین الا ان یکون الکفار علیهم ظاهرین فیظهرون لهم اللطف ویخالفونهم فی الدین وذلك قوله تعالی الا ان تتقوا منهم تُقة

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ نے مسلمانوں کو اس سے روک دیا ہے کہ وہ کفار سے ملاطفت کا برتاؤ کریں اور مسلمانوں کے سوا ان کو اپنا رازدار بنائیں۔ مگر یہ کہ کفار ان پر غالب آجائیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ اظہار لطف کے ساتھ ساتھ مذہبی معاملات میں ان کے مخالف رہیں اور یہی مطلب ہے خدا کے کلام **الا ان تتقوا منهم تقة** کا۔

اس قدر رعایت سے یہ سمجھنا چاہئے کہ ترک موالات کی مخاطب یہ محکوم قوم بالکل نہ رہی یا موالات کفار کی حرمت اصل سے جاتی رہی۔ بلکہ **الا ان تتقوا منھم تقۃ** کا استثناء اگر منسوخ نہیں ہوا جیسے کہ بعض سلف کا قول ہے تو وہ محکوم و مقہور مسلمانوں کو محض اس سے آگاہ کرتا ہے کہ ترک موالات میں اپنے بچاؤ کا پہلو ملحوظ رکھ سکتا ہے اور اسی اعتبار سے ترک موالات کے حکم میں یہ استثناء میرے نزدیک آیۃ جہاد کے اس استثناء سے مشابہ ہوگا جو **ومن یولھم منکم یومئذ دبرہ** کے ساتھ **الا متحرفا لقتال او متحیزاً الی فئۃ** سے کیا گیا ہے۔

پس ترک موالات کے وقت ایک محکوم و مقہور قوم کو حاکم و قاہر قوم کے مقابلے میں اپنے نفع و ضرر کا پورا پورا موازنہ کر لینا چاہئے اور جہاں تک ہو سکے کوئی ایسی صورت نہ اختیار کی جائے جس سے مسلمانوں کی عام ہلاکت کا اندیشہ ہو۔ یا وہ بحالت موجودہ ان کی طاقت سے باہر یا ناممکن العمل ہو اور غالباً اسی مصلحت سے تحریک ترک موالات کے حامیوں نے اس پر عمل کرنے کے تدریجی منازل قائم کئے ہیں۔

اور شاید اسی طرح کی مصلحت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکۃ معظمہ میں قریش کی مقاطعت ٹوٹ جانے کی دعا فرمائی کہ اس حالت ضعف و قلت و مجبوری میں اس سے سراسر مسلمانوں کا نقصان تھا اور اس مجبوری کی وجہ سے مکۃ کی زندگی میں آپ کو کفار کے مقابلے پر سیف و سنان سے کام لینے کا حکم نہیں ہوا بلکہ برابر صبر اور کف ید (دست کشی) ہی کی تعلیم دی جاتی رہی۔

اس موقع پر یہ بھی فراموش نہ کیجئے کہ نفس بیع و شراء و اجارہ وغیرہ معاملات موالات میں داخل نہیں۔ ہاں اگر بیع ایسی چیز کی کافر محارب کے ہاتھ کی جائے جس سے وہ مسلمانوں کے مقابلے پر کام لے گا مثلاً ہتھیار کی یا لوہے کی (جو ہتھیار کا مادہ ہے) اس کو ہدایہ وغیرہ میں ممنوع لکھا ہے اور قرآن شریف میں وارد ہے کہ

ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان ۔ فلاتکونن ظھیراً للکافرین

گناہ اور ظلم کی مدد مت کرو۔ کافروں کے مددگار مت بنو۔

بہرحال جس چیز یا جس معاملہ میں سے کافر کی اعانت مسلمانوں کی بربادی میں ہوتی ہو ان نصوص سے صراحتاً وہ ممنوع ہے۔ اب آپ حضرات غور فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی یہودی سے جو اس وقت مسلمانوں سے برسرپیکار نہ تھا اپنی زرہ رہن رکھ کر قرض لینا یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فاقہ کشی کی حالت میں کسی مصالح یہودی کا باغ چند چھواروں کی اجرت پر سینچنا۔ اسی طرح کے معاملات ہیں جیسا کہ آج انگریزی گورنمنٹ کی ملازمت کے ملازم طوعاً و کرہاً

جبر واستبداد کی مشین کا ایک پرزہ ہیں جن کو خواہی نخواہی اس اثم وعدوان اور **تحکیم لغیر ماانزل اللہ** کی پالیسی کا پہیہ لڑھکانا پڑتا ہے جس سے کہ اقوام کی غلامی کا گلوگیر پھندا روز بروز تنگ ہوتا جارہا ہے اور جو ابھی ملازم نہیں مگر سرکاری کالجوں میں پڑھ رہے ہیں یا سرکاری یونیورسٹیوں کی ڈگریاں حاصل کرنے کی تمنا میں ہیں وہ بڑی جدوجہد کے ساتھ اس ساعت کے امیدوار ہیں جبکہ وہ اپنے ہم قوموں اور ہم وطنوں کی آزادی کو ہمیشہ کے لئے ناممکن بنانے کے قابل ہوں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ گورنمنٹ کا سب سے بڑا کام چلانے والا آلہ سرکاری ملازم ہے اور سرکاری تعلیم گاہوں کے طالب علم وہ لوہا ہیں جن سے یہ آلہ بنتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ تجارتی تعلقات کا منقطع کرنا ترک موالات میں داخل نہیں ہے ثمامہ بن اثال حنفی رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد یمامہ کا غلہ مکہ والوں کے پاس بھیجنے سے روک دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بندش کو توڑا۔

لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس پر تھا کہ مکہ والوں نے تنگ آکر فریاد کی اور یہ لکھا کہ **الك تامر بصله الرحم وانك قد قطعت ارحامنا وقد قتلت الاباء بالسيف والابناء بالجوع.** پس اس قسم کی صلہ رحمی کو جو ایسی ضیق اور عجز کے اظہار کے بعد کی جائے کون حرام کہتا ہے۔ ہم تو ان تجارتی تعلقات کو بند کرنا چاہتے ہیں جن سے یورپ کے سرمایہ داروں کے پیٹ اتنے بڑے ہو رہے ہیں کہ ان کی جوع البقر نے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو ہضم کر لینا چاہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ حکومت اور تجارت کا باہمی تعلق جو یورپ امریکہ وغیرہ کے حکمرانوں کو عرصہ دراز سے آپس میں ٹکرا رہا ہے آپ اس سے تجاہل نہ برتیں گے۔

میں تو یہ کہتا ہوں کہ خواہ تجارتی تعلقات کا انقطاع ترک موالات کے تحت میں آئے یا نہ آئے لیکن اس زمانہ میں وہ **اعدوالهم مااستطعتم** کے بہت بڑے افراد میں سے ہے اور اس لئے جس قدر استطاعت ہو اس میں کوشش ہونی چاہئے اگر نیک نیتی سے ایسا کیا گیا تو عجب نہیں کہ آپ کی یہ کوشش اس کوشش کی نوع میں داخل ہو جائے جس کے ذیل میں غزوہ بدر واقع ہوا۔ میری آرزو ہے کہ آپ زادالمعاد وغیرہ میں ان سرایا (وہ لڑائیاں جن میں حضور شریک نہیں ہوئے) کا حال ضرور پڑھیں جو بدر سے پہلے تجارتی قافلوں کے مقابلہ پر بھیجے گئے اور جو آخر کار اس سب سے زیادہ مبارک غزوہ بدر پر منتہی ہوئے۔

بہر حال ہمارا مقصد یہ ہے کہ تاامکان ہم ظالموں کے بازوؤں کو قوی نہ بنائیں اور احتیاط کے ساتھ اپنے مقدور کے موافق ہر ایسا تعلق منقطع کریں جس سے اب اور آئندہ ہماری امداد اور

تائید اس ظلم وعدوان میں سمجھی جاتی ہو۔

مجھے سخت حیرت ہے کہ آج کل بہت سے علماء ان تعلقات کو قطع کرنے میں مسلمانوں کو مفلسی سے ڈراتے ہیں اور کادالفقر ان یکون کفرا کا وعظ سنا رہے ہیں۔ حالانکہ اب سے چالیس برس پہلے جب یہی وعظ سر سید نے علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھتے وقت کہا تھا اس وقت تمام علماء ربانیین نے اس پر کیا کیا فتوے دئے تھے۔ سر سید بھی تو کہتے تھے کہ اگر مسلمان اس وقت انگریزی تعلیم نہ پائیں گے یا وہ دوسری قسم کے ذلیل افعال مثلاً دھوکا، فریب، گداگری، چوری، ڈکیتی وغیرہ کے مرتکب ہوں گے یا جو کچھ گھر میں سرمایہ ہوگا اس کو چاٹیں گے اور بقیہ گھر اور جائدادیں بنیوں کے حوالے کردیں گے۔ وغیرہ وغیرہ

لیکن آپ کو معلوم ہوگا کہ اکابر علماء نے ایک نہ سنی اور ان بداندیشیوں کا یہی جواب دیتے رہے کہ **الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء ، واللہ یعدکم مغفرةً منه وفضلا** (ترجمہ) شیطان تم کو افلاس سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے اور اللہ نے تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ فرمادیا ہے۔

اور **وان خفتم عیلة فسوف یغنیکم اللہ من فضله** یعنی تم اگر تنگی سے ڈرتے ہو تو اللہ تم کو جلد اپنے فضل سے غنی کردے گا۔

اخبار مشرق کے ایک مراسلہ نگار نے لکھا ہے کہ "افسوس لیڈران قوم نے اس وقت اپنے سچے خیر خواہوں کو بدخواہ اور گاندھی جیسے حقیقی دشمنوں کو خیر خواہ سمجھ لیا ہے۔ وہ ہماری تو کیا سنیں گے اپنے مسلم عاقل یعنی سر سید کو بھی نہیں مانتے جن تعلقات کی آج یہ لوگ بے قدری کررہے ہیں۔ یہ وہ تعلقات ہیں جو سر سید نے اپنا اور ان کا دین وایمان آبرو وعزت بیچ کر قائم کئے تھے اب تم جان سکتے ہو کہ یہ تعلقات تم کو کس قدر گراں قیمت پر پڑرہے ہیں پس یہ سخت غلطی ہوگی کہ ایسی گراں خریدی ہوئی چیز کو یوں مفت ہندوؤں کے حوالے کردو۔ اس سے زیادہ اور کیا بے عقلی ہوگی۔"

ان فیصلہ کن جملوں خصوصاً خط کشیدہ سطر کو غور سے پڑھئے یہ لوگ خود اقرار کررہے ہیں کہ جن سرکاری تعلقات کے ترک پر اس وقت زور دیا جارہا ہے وہ سر سید نے دین وایمان اور عزت و آبرو بیچ کر خریدے تھے۔ پس اب میں ان ہی کو حکم ٹھہراتا ہوں کہ کیا ایسے تعلقات کا رکھنا ایک مسلمان کو ایک منٹ کیلئے بھی جائز ہے اور کیا ان تعلقات کا موالات میں داخل ہونا محل تردد ہے۔

مشورہ دیا گیا ہے کہ ان تعلقات کو ہاتھ سے مت جانے دو اور اپنا کھویا ہوا دین وایمان واپس

لینے کی کوشش کرو۔ مگر حضرات واضح رہے کہ جس چالاک گاہک کے ہاتھ یہ معاملہ ہوا ہے وہ اس قدر پاگل نہیں کہ آپ کے پاس اپنی پونجی بھی رہنے دے اور اتنی بڑی قیمت بھی واپس کر دے۔ اگر اقالہ سے کام چل جائے تب بھی خدا کا ہزاراں ہزار شکر کیجئے۔

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہندو یہ سب کوششیں سوراج حاصل کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ نہ فقط ہندوؤں کا بلکہ بعض مسلمانوں کا بھی یہی مقصد ہے لیکن آپ اس مقصد کو برا کیوں سمجھتے ہیں۔ اگر ہندوستان کو سوراج یعنی حکومت خود اختیاری حاصل ہو جائے تو ہندوستان کے محاصل و وسائل ہندوستان کی مرضی کے خلاف صرف نہیں کئے جا سکیں گے اور عراق، فلسطین اور قسطنطنیہ پر انگریزی قبضہ بہت دشوار ہو جائے گا ورنہ اس سے بھی کیا کم کہ آئندہ مسلمانوں کے مقابلے پر ہندوستان نہ جا سکے گا۔ اس سب کے علاوہ یہ کہ ہم کو ہندوؤں کی نیت سے کیا تعرض ہے جبکہ خود ہمارا مقصد صحیح ہو۔ وطن پرستی اور قوم پرستی بیشک اسلام کی کوئی اصطلاح نہیں اور یہ اصطلاحیں شاید یورپ سے لی گئی ہیں۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اپنی قوم اور وطن کا تحفظ ہمارے فرائض سے خارج ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جو ملک ایک مرتبہ مسلمانوں کے جھنڈے کے تلے آجائے اگر اس کا ایک چپہ کفار لینا چاہیں تو بتدریج شرق سے غرب تک کل اہل اسلام پر دفاع فرض ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر تحفظ ملک و قوم کے لئے مسلمان کوئی قربانی کریں تو اس کو ہمیشہ یورپ کی تقلید نہ سمجھ لینا چاہئے۔

بڑی مشکل یہ آن پڑی ہے کہ تحریک ترک موالات کے بعض مخالفین انگریزی حکومت کی کوئی تعدی تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کو دنیا کی تمام موجودہ حکومتوں سے افضل اور بابرکت سمجھ رہے ہیں۔ چنانچہ مشرق میں ایک صاحب نے لکھا ہے کہ

”جو حکومت مسلمانوں کو ان کے مذہبی شعائر میں پوری آزادی دیتی ہے ان کے جان و مال و آبرو کی محافظ ہے۔ قرآن و رسولؐ کی بے حرمتی کو قانوناً جرم قرار دیتی ہے بیت اللہ و بیت الرسول کی زیارت سے نہیں روکتی اس کے ساتھ ترک تعلقات کس طرح واجب ہو سکتا ہے۔ باقی شریف مکہ یا اس کی فوج نے یا ان کے ساتھ مل کر انگریزی فوج کے مسلمانوں نے جو کچھ مکہ اور مدینہ کی بے حرمتی کی ہے اس کی بابت غیروں کو الزام دینا فضول ہے۔ یہ سب کچھ خود مسلمانوں کے ہاتھوں کے کئے ہوئے کام ہیں اور ہنگامہ کانپور میں جو کچھ ہوا اس کے ذمہ دار وہ لیڈران قوم ہیں جنہوں نے گورنمنٹ کو غلط فتوی دیا۔“

ہندوستان میں انگریزی حکومت کو سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر اس زمانہ میں

مسلمانوں کے دین ومذہب پر اس کا کیا اثر ہوا اس کو سیاحان عالم سے پوچھو۔ وہ صاف کہتے ہیں کہ اس وقت ہندوستان سے زیادہ کسی جگہ کے مسلمانوں میں دینداری کی روح نہیں اور اگر ان کا یقین نہ آئے تو خود جاکر ترک، عرب، مصر اور افغانستان کے مسلمانوں کو دیکھ لو کہ آزادی کی زہریلی ہوا نے ان کے دین کو کس طرح چر لیا۔ مشاہدے کے بعد تم خود کہو گے کہ ہندوستان سے زیادہ دینداری کسی ملک میں نہیں۔"

انگریزی حکومت کا جو اثر مسلمانوں کے دین و مذہب پر ہوا اس کو تو آپ نے دیکھ لیا ہندوستان اس وقت دین داری میں اسلامی ممالک سے بھی سبقت لئے ہوئے ہے۔"

میں صرف اس قدر دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ عراق، شام، فلسطین اور تھریس و سمرنا کے کلمہ پڑھنے والوں کو جان ومال اور عزت و آبرو کیا مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو نہیں ہے؟ کیا **انما المومنون اخوہ المومنون ید علی من سواھم** خدا اور خدا کے رسول کا کلام نہیں۔ کیا امرتسر کے بازاروں میں رینگنے والوں میں سے کوئی مسلمان نہیں تھا؟ کیا بیت المقدس شعائر اللہ میں سے نہیں۔ کیا مکہ مدینہ میں اگر انگریزی فوج کے مسلمان گئے ہیں وہ بدون انگریزی حکومت کے حکم کے خود بخود چلے گئے۔ کیا ان مسلمانوں یا شریف مکہ کے مجرم ٹھہرنے سے انگریزی عمال بے قصور ثابت ہو جاتے ہیں۔ کیا کانپور میں صحیح فتویٰ معلوم ہو جانے اور چاروں طرف کے مسلمانوں کی آواز بلند ہونے کے بعد خونریزی اور گرفتاریاں نہیں ہوئیں۔

یہ صحیح ہے کہ دین کے بہت سے اجزاء میں ہندوستان کئی ممالک اسلامیہ سے فائق ہے (گو بعض اجزائے دین یعنی خدا کی راہ میں جانبازی اور سر فروشی اور اعلائے کلمۃ اللہ اور نزال عن الاسلام والمسلمین کے وظیفہ سے تقریباً محروم ہو) لیکن یاد رکھئے کہ یہ دینداری انگریزی حکومت کی برکات میں شمار نہیں ہو سکتی۔ بلکہ چند ایسے نفوس قدسیہ کی صرف ہمت اور بذل قوت کا نتیجہ ہے جو اس سرزمین میں ہماری خوش قسمتی سے پیدا ہوئے اور جنہوں نے اپنی نہایت ہی خداداد قابلیت، روحانی طاقت اور حیرت انگیز جرات سے نصاریٰ اور متمرین کے اثر کا مقابلہ کیا۔ ان ہی مقدس بزرگوں میں حضرت الشیخ الاجل مولانا حاجی امداد اللہ قدس سرہ تھے جنہوں نے آخرکار انگریزی حکومت کے دائرہ سے نکل کر حرم شریف کو اپنا مسکن بنایا اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ روحہ تھے جو ایک مدت تک انگریزی حکومت کے احکام گرفتاری کے چکر میں نانوتہ اور دیوبند کا گشت لگاتے رہے اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ روحہ تھے جنہوں نے انگریزی حکومت کی برکات کو محسوس نہ کر کے مہینوں تک موالات کی کوٹھڑی میں رہنا پسند کیا اور سب سے

آخر میں وحید العصر حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی ہیں جن کی دردانگیز داستان آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔

نہایت قلق سے کہنا پڑتا ہے کہ ان سب بزرگوں کو جن کے دم سے ہندوستان میں یہ دینداری پھیلی انگریزی حکومت کی وہ برکات محسوس نہ ہو سکیں جن کا ہمارے دوست اس شدومد کے ساتھ دعویٰ کر رہے ہیں۔ شاید ان کا یہ دعویٰ بھی انگریزی حکومت کے برکات میں سے ایک برکت ہو۔

بہت سے علماء کو یہ شکایت ہے کہ ”مسلمان خطاب واپس کرتے اور ملازمتیں چھوڑتے ہیں مگر وہ الحاد و زندقہ، فسق وفجور، حب دنیا، حب جاہ اور کفار کے وہ اوضاع واطوار نہیں چھوڑتے جو انہوں نے یورپ سے لئے ہیں اور جو کہ حقیقتاً موالات ہیں۔ پس مسلمانوں کو چاہئے کہ اس موالات کو سب سے پہلے چھوڑیں اور اپنی صورت، اپنا لباس، اپنی معاشرت، اپنے خیالات اسلامی طریقوں پر بنائیں اور اوضاع و اطوار کفار اور ان کے خیالات سے پرہیز کریں۔ کانفرنسوں اور کمیٹیوں کے جلسوں کی ہیئات کذائی میں یورپ کی نقل اتارنا اور ان کے طرز پر استقبال اور آرائشیں اور ریزولیوشن وغیرہ پاس کرنا، ڈاڑھیاں منڈانا، مونچھیں بڑھانا، انگریزی کوٹ پتلون وغیرہ پہننا یا ہندوانہ صورتیں بنانا، صوم و صلوۃ وغیرہ کا پابند نہ ہونا بلکہ اس کا استہزاء کرنا، اپنی نجی مجالس میں بے ضرورت انگریزی بولنا یہ سب اوضاع واطوار کفار میں داخل ہیں (اگرچہ موالات کا مفہوم ان میں منحصر نہیں) اور یقیناً علماء کا فرض ہے کہ وہ ترک موالات کے نظام عمل میں ان چیزوں کو مقدم رکھیں لیکن یہ معنی نہیں کہ علماء کی کوشش محض ان ہی مفاسد کی اصلاح تک محدود ہو جائے اور وہ کسی ایسے اسلامی مسئلہ میں دخل نہ دیں جس میں گورنمنٹ کی طرف سے کسی قسم کے خطرہ کا امکان ہو۔

بہت سے خیر خواہ ہندو مسلم اتفاق کے عواقب کے بعد عوام الناس اور بعض لیڈروں کی ان غلط کاریوں پر متنبہ فرما رہے ہیں جو اس اتفاق کے جوش سے پیدا ہوئی ہیں۔ مثلاً قربانی گاؤ میں بعض جگہ تشدد و مزاحمت کیا جانا یا قربانی کے جانور کو سجا کر رضاکاراں خدمت کا گئوشالہ میں پہنچانا یا قشقہ لگانا، یا ہندوؤں کی ارتھیوں کے ساتھ خصوصاً ”رام رام ست“ کہتے ہوئے جانا، یا یہ کہنا کہ امام مہدی کی جگہ امام گاندھی تشریف لائے ہیں یا یہ کہ اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی ہی نبی ہوتے۔ یا قرآن و حدیث میں بسر کی ہوئی عمر کو نثار بت پرستی کرنا یا یہ دعا کرنا کہ اگر میں کوئی مذہب تبدیل کروں تو سکھوں کے مذہب میں داخل ہوں وغیرہ وغیرہ

بلاشبہہ میں بھی جب اپنی قوم کے بڑے سربرآوردہ افراد کو سنتا ہوں کہ وہ اس قسم کے

محرمات یا کفریات کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ باتیں زبان سے بے دھڑک نکال دیتے ہیں جن کو سن کر ایک سچے مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں تو میرا دل پاش پاش ہو جاتا ہے اور قصد کرتا ہوں کہ اس طوفان بے تمیزی کا روکنا جب اپنی قدرت میں نہیں تو ان معاملات سے بالکل یک سوئی بہتر ہے۔

مگر پھر شیطان اخرس اور لجام النار والی وعیدیں یاد آتی ہیں اور **فان الذکری تنفع المومنین** امید کی ایک جھلک پیدا کرتی ہے تو ناچار یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ جو کچھ بھی ہو اپنے خیالات مسئلہ کے ہر ایک پہلو پر واشگاف طریقہ سے ظاہر کر دینے چاہئیں۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر یکہ ملال

اگر حضرات علماء نے ادھر توجہ نہ کی یا باوجود علماء کی کوشش بلیغ کے ان حد سے گزری ہوئی خرابیوں کا کوئی انتظام نہ ہوا تو عجب نہیں کہ بہت سے نیک نیت لوگ ان مجالس اور تحریکات کی شرکت سے برداشتہ خاطر ہو جائیں اور اس تحریک ترک موالات کو بڑا صدمہ پہنچ جائے۔

میری درخواست یہ ہے کہ سب علماء افراط و تفریط سے خالی ہو کر مصالح اسلامیہ کی حمایت اور مفاسد عامہ کا استیصال پوری طاقت کے ساتھ کریں اور کسی معاملے میں صرف ایک ہی طرف نہ جھک پڑیں کہ اس وقت مسلمانوں کی کشتی بہت گہرے بھنور میں ہے۔ ناخداؤں کو پوری طرح ہوشیار اور مستعد رہنا چاہئے۔

اب مجھے صرف اس قدر کہنا ہے کہ ایک اولڈ بوائے صاحب کے مضمون میں جو اخبار مشرق گورکھپور کی گیارہ نومبر کی اشاعت میں انسٹیٹیوٹ گزٹ سے نقل کیا گیا تھا حضرت شیخ الہند کے فتوے ترک موالات پر کچھ اعتراضات کئے گئے ہیں جن میں سے بعض چیزوں کا ذکر تو بندہ کے اسی مضمون سے ہو چکا ہے اور جو بڑا جزو باقی ہے وہ والدین کی اطاعت کے متعلق ہے۔

اولڈ بوائے صاحب کی طرح ہم بھی یقین رکھتے ہیں کہ والدین کی اطاعت کو قرآن حکیم نے ضروری قرار دیا ہے اور جو آیت آپ نے پیش کی ہے اس پر ہم اور حضرت شیخ الہند آپ سے کم ایمان نہیں رکھتے اور جو صحیح بخاری کی حدیث یا در مختار اور عالمگیری کی فروع آپ نے درج کی ہیں ان سب کو بھی ہم آپ کی طرح مانتے ہیں (گو آپ نے عالمگیری کی بعض دوسری فروع پر نظر نہیں ڈالی) لیکن گفتگو صرف اس میں ہے کہ اگر والدین ایک فرض عین کے ادا کرنے سے روکیں یا ایک محرم کے ارتکاب کا حکم دیں تو کیا اس میں بھی اولاد والدین کی اطاعت اور خوشنودی حاصل کرنے پر

مجبور ہے جس قرآن نے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا ہے اسی نے یہ بھی فرمایا ہے

وان جاهداك على ان تشرك بى ماليس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهما فى الدنيا معروفا اور اگر وہ دونوں تجھ کو اس پر مجبور کریں کہ تو اس کو میرا شریک ٹھہرا جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی اطاعت مت کر البتہ دنیا میں ان کے ساتھ معقول طریقہ سے رہ۔

اس سے علماء نے یہ کلیہ معلوم کیا کہ خدا کی معصیت میں والدین کی اطاعت نہیں۔ کیونکہ خدا کا حق والدین کے حق سے زیادہ مقدم ہے۔ **لاطاعة للمخلوق فى معصية الخالق** پس اگر سرکاری تعلیم گاہوں سے طلبہ کا علیحدہ ہونا اس ترک موالات میں داخل ہے جس کو خدا نے فرض قرار دیا ہے تو اس میں طلبہ اس طرح اپنے والدین کی اجازت کے محتاج نہیں جس طرح نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے ہیں اور جس جگہ جہاد میں اذن والدین کو شرط بتایا ہے وہ اس وقت ہے جبکہ جہاد فرض علی الکفایہ ہو اگر فرض عین ہو جائے تو اس میں بھی اذن شرط نہیں۔ اسی بنا پر حضرت شیخ الہند نے ترک موالات کو تو اجازت والدین پر موقوف نہیں رکھا مگر اس کی تبلیغ میں حقوق والدین کی رعایت فرمائی ہے کیونکہ ترک موالات کی طرح اس کی تبلیغ فرض عین نہیں بلکہ فرض علی الکفایہ ہے۔

اولڈ بوائے صاحب کو پہلے اسی میں کلام کرنا چاہئے تھا کہ تعلیم گاہوں کا مقاطعہ ترک موالات کے تحت میں داخل ہے یا نہیں کیونکہ اگر جواب اثبات میں ہو تو پھر آپ کی یہ سب تطویل لاطائل ہو گی۔

اولڈ بوائے صاحب کو واضح ہو کہ آیت **قل ان كان اباء كم وابناء كم** الآیۃ حضرت مولانا نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش نہیں کی بلکہ جو ضعیف القلب طلبہ والدین کی نافرمانی یا ان کے انقطاع کا تصور باندھ کر متوحش ہوتے تھے ان کی ہمتوں کو قوی کرنے کے لئے یہ آیت لکھی گئی ہے تاکہ وہ سمجھیں کہ ایک فرض عین کے انجام دینے میں ماں باپ یا کسی قریب سے قریب رشتہ دار کی خفگی سے ملول نہیں ہونا چاہئے۔

آخر میں مجھے اس قدر اور عرض کرنا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے مظالم مسلمانوں پر انگریزوں سے کم نہیں اور وہ آرہ شاہ آباد، کٹاپور وغیرہ کے دردناک واقعات کو یاد دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ترک موالات نصاری کی طرح ہندوؤں سے بھی ہونا چاہئے کیونکہ وہ بھی **قاتلو کم فى الدين** میں داخل ہیں۔

اس خیال کی صحت کو ایک حد تک تسلیم کرتا ہوں لیکن اس قدر گزارش ہے کہ کٹاپور

وغیرہ کے تلخ واقعات کے بعد ہندوؤں کے ممتاز لیڈروں اور جمہور نے یہ عہد کیا ہے کہ آئندہ اس طرح کے واقعات کو ناممکن بنانے میں پوری پوری کوشش کی جائے گی اس لئے جب پچھلی کارروائیوں پر اظہار تاسف کر کے انہوں نے ہماری طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھایا اور تحفظ خلافت کے اہم معاملہ میں ان کی مصالحت سے ہمیں ایک بڑی تائید حاصل ہوئی تو ہماری قوم کے بہت سے افراد اور اعلام نے بھی ان کے ساتھ مصالحت اور رواداری کی روش اختیار کر لی اور مبرۃ واقساط (نیکی اور انصاف) سے پیش آنے میں حرج نہیں سمجھا۔ کیونکہ قرآن شریف میں ہے۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله اگر وہ مصالحت کے لئے جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو

اور یہ خیال کہ ہندو ہم کو اس مصالحت کے پیرایہ میں دھوکا دیں گے اگرچہ ممکن ہے درست ہو جائے مگر جب تک ان کا فریب اور بدعہدی ثابت نہ ہو یہ احتمال نکالنا اس قوم کی پوزیشن پر ایک حملہ ہے جسے وہ آپ پر بھی لوٹا سکتے ہیں۔ بہرحال ہمیں اللہ تعالیٰ کی اس قسم کی تسلی آمیز ہدایت پر اطمینان رکھنا چاہئے۔

وان يريدوا ان يخدعوك حسبك الله اگر وہ لوگ تمہیں دھوکہ دینا چاہیں گے تو خدا تمہارے لئے کافی ہے۔

اگر کہا جائے کہ انگریزوں سے مصالحت اور موافقت کرنے میں پھر کیا چیز مانع ہے تو خوب سمجھ لیجئے کہ یہ قوم فی الحال مسلمانوں کی جماعت سے عراق وغیرہ میں برسرپیکار ہے اور مسلم اقوام کی آزادی کا خون کرنے میں اس کی تلوار اس وقت بھی بے دریغ چل رہی ہے اس وقت تک اس سے مسلمان قوم نے قواعد اسلام کے موافق کوئی جائز صلح نہیں کی۔ ایسی صورت میں مسلمانوں کی موافقت اس سے کس طرح ممکن ہے۔

مسلمان بیشک اس سے مصالحت اور رواداری کا برتاؤ کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اپنے حتمی عہد کے موافق خلافت اسلامیہ اور ان مقامات مغصوبہ سے ہاتھ اٹھائے جن کے زوال کی حسرتناک داستان آج مسلمانوں کو خون کے آنسو رلا رہی ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ میری اس تقریر سے آپ اس فرق پر متنبہ ہو جائیں گے جو قرآن وسنت اور فقہائے کرام نے ایک کافر محارب اور کافر مسالم کی حیثیات میں ملحوظ رکھا ہے اور بعض مفسرین سلف کے اس قول کی طرف بھی توجہ کریں گے جس میں انہوں نے **لا ينهكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين** کا مصداق ان کفار کو ٹھہرایا ہے جن سے مسلمانوں نے مصالحت

کرلی ہو۔

اب میں یہ دعا کرتا ہوا آپ سے رخصت ہوتا ہوں **ربنالاتواخذنا ان نسینا اواخطانا ربنا ولاتحمل علینا اصراًکماحملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنامالاطاقۃ لنا بہ ۵ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولنا فانصرنا علی القوم الکافرین** -امین یارب العالمین

طوبیٰ ریسرچ لائبریری

خطبہ صدارت

جو

مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ

منعقدہ دسمبر ۱۹۴۵ء

میں پڑھا گیا

از

حضرت مولانا شبّیر احمد صاحب عثمانی

Rawalpindi Cantt.

خطبہ صدارت میرٹھ کانفرنس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین، والصلوۃ والسلام علی سیدالمرسلین وعلی الہ وصحابہ اجمعین والعاقبۃ للمتقین

برادران اسلام اور محترم قائدین مسلم لیگ! آپ حضرات نے اس کانفرنس کی صدارت مجھے تفویض فرمائی گو میں اس کا اہل نہ تھا۔ بہر حال اس قدر افزائی کا شکر گزار ہوں ممکن تھا کہ اگر مجھے زیادہ وقت اور مشاغل کثیرہ سے فرصت کا موقع ملتا تو کوئی بسیط خطبہ تیار کر لیتا، لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میری قوم کچھ زیادہ فصاحت و بلاغت کی بھوکی نہیں۔ وہ ایک ایسے دور سے گزر رہی ہے جبکہ تھوڑا سا وقت بھی ضائع کئے بدون اس کو اصل مقصد اور اس کے متعلقات سے سیدھے سادھے الفاظ میں آگاہ کر دیا جائے۔ بنابریں میں طویل تمہیدات اور رسمی شکریوں میں پڑنے کی بجائے محض اصل مقصد اور اس کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ میری ان چند سطور کو جو بہت عجلت میں اختصار کے ساتھ لکھی گئی ہیں اگر آپ نے توجہ سے سنا اور سن کر کسی صحیح فیصلہ پر پہنچ گئے، تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت بیکار نہیں گئی اور علالت اور مجبوری کے باوجود جو سفر میں نے بادل ناخواستہ اختیار کیا اس کا پھل مجھے مل گیا۔ مجھے آپ کے ہاں نہ کوئی منصب چاہئے نہ تحسین آفرین کے نعرے۔ ایک اور صرف ایک ہی چیز مجھے مطلوب ہے کہ مسلم قوم وقت کی نزاکت اور سامنے آنے والے مسائل کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھ لے اور جو رکاوٹیں رستہ میں حائل ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کرے اور جس چیز کو حق و صواب سمجھ لے اس کی حمایت میں جان و دل سے سرگرم ہو جائے۔

اب میں اس تاریخی مقام سے جہاں سے ۸۸ برس پہلے ایک غیر منظم فوجی انقلاب کی

تحریک اٹھی تھی آج ایک منظم اور آئینی انقلاب کی طرف آپ کو دعوت دیتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اس کو غور سے سنیں گے۔

مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں حق سبحانہ وتعالی نے مسلم لیگ کو جو بے مثال کامیابی عطا فرمائی سب سے پہلے بارگاہ رب العزت میں اس پر شکر ادا کرنے اور اس کی تسبیح و تحمید اور استغفار میں مشغول رہنے کی ضرورت ہے خداوند قدوس کی نصرت و اعانت سے اس عدیم النظیر کامیابی نے مخالفوں کے حوصلے پست کر دئے اور لیگ کے حامیوں کی ہمتیں بڑھا دیں مگر صوبہ جاتی الیکشن ابھی باقی ہے جو پہلے سے کہیں زیادہ طویل و عریض اور سخت جدوجہد جانفشانی اور تندہی کا محتاج ہے مبادا کامیابی ادھوری رہ جائے اس لئے چند الفاظ صوبائی الیکشن کے ووٹروں کی خدمت میں بطور مشورہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

موجودہ الیکشن میں جو نمائندے جائیں گے مستقل دستور بنانے میں انہی کا دخل ہوگا اس لئے ووٹ ڈالنے والوں کو قرابت، پارٹی، لالچ، دوستی، تلمذ، پیری مریدی اور عقیدت وغیرہ کے تمام تعلقات سے قطع نظر کر کے اپنی عظیم ذمہ داری کو اچھی طرح محسوس کر لینا چاہیے، آج شخصیتوں کی جنگ نہیں اصول کی جنگ ہے اگر صحیح اصول پر نظر کر کے کسی قابل آدمی کو آپ نے ووٹ دیا تو آپ بحسن اسلوب اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ اس کے برخلاف اگر آپ بنیادی اصول کو عمداً نظر انداز کر کے دوسری زائد بحثوں میں الجھ گئے، تو جو عظیم نقصان ایسا بے اصول طریقہ اختیار کرنے سے آئندہ قوم کو پہنچے گا اس کی تمام تر ذمہ داری آپ کے سر پر رہے گی اور آپ ہی اس کے بارے میں مسئول و ماخوذ ہونگے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ اصل مقابلہ لیگ کا کانگریس سے ہے۔ دوسری مسلم جماعتوں سے نہیں لیکن کانگریس نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ جو جماعت یا شخص مسلم لیگ کے خلاف کھڑا ہو، کانگریس اس کی حمایت اور امداد کرے گی۔ اس لئے مسلم لیگ قدرتی طور پر کانگریس کے ساتھ اس کی امدادی یا معاون جماعتوں اور اشخاص کا مقابلہ کرنے پر بھی مجبور ہوئی۔ کیونکہ یہ جماعتیں اس وقت جو کچھ کہہ رہی ہیں، وہ فی الحقیقت ہندو اکثریت کے مطلب کی باتیں ہیں جو ان کی زبانوں سے ادا ہوتی ہیں، جدوجہد محنت و مشقت اور دوڑ دھوپ ان کی ہے اور اس کا میٹھا پھل آخر کار اسی ہندو قوم کو ملنے والا ہے گویا بقول اکبر مرحوم ان کی زبان حال اس طرح گویا ہے ؎

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انہی کی محفل سجا رہا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

سنے جو اس کو اسے تردد جو اس کو دیکھے اسے تحیر
ہماری نیکی اور ان کی برکت عمل ہمارا نجات ان کی

اصل بنیادی اختلاف لیگ اور کانگریس میں یہ ہے کہ کانگریس کی ساری جڑ بنیاد قومیت متحدہ پر قائم ہے اس کا دعویٰ ہے کہ ہندو مسلمان ایک قوم ہیں اور پورے ہند کی مخلوط حکومت میں چونکہ ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لئے ایسے نظام حکومت میں جہاں ہر چیز کا فیصلہ محض رائے شماری سے ہوتا ہو، نو دس کروڑ مسلمانوں کو اقلیت کی وجہ سے ہمیشہ اور ہر جگہ ان کے ساتھ رحم و کرم پر رہنا ہوگا۔

مسلم لیگ کہتی ہے کہ ہندو اور مسلمان دو الگ مستقل قومیں ہیں اور پیدائش کے وقت سے مرنے کے بعد تک ان کا نام، ان کے کام، ان کے عقائد، اعمال عبادات، نکاح و طلاق، رہن سہن کے طریقے، غذائیں، تاریخی روایات، ہیرو، جذبات، تجہیز و تکفین، وراثت کے قاعدے۔ غرض جملہ معاملات میں ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں حتیٰ کہ مسلمانوں میں سے بڑے سے بڑا صاف ستھرا پاک نفس، پاک وطن، عالم، متقی، اگر اپنی انگلی ہندو کے برتن کو لگادے جسے کتے چاٹ رہے ہوں تو ہندو اسے مٹی اور گوبر سے مانجھ کر صاف کرتا ہے اور اس چھوت چھات کے دور کرنے کی ادنیٰ ترین کوشش بھی ان کا لیڈر نہیں کرتا جو اچھوت اقوام کو اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہے۔

اب مسلم لیگ کا کہنا یہ ہے کہ جب دو قومیں جدا جدا ہیں تو آزادی ان میں سے ہر ایک کا حق ہے۔ ان میں سے ایک ہمیشہ دوسرے کے رحم و کرم پر کیوں رہے۔ خصوصاً وہ غیور قوم جس نے اس دوسری قوم پر آٹھ سو برس تک حکومت بھی کی ہے اور آج بھی وہ زمین کے ایک بہت بڑے حصہ پر حکمران ہے۔

اس لئے ہم کم از کم یہ چاہتے ہیں کہ آج کل کے اصول کے موافق جن صوبوں میں جس قوم کی اکثریت ہو وہاں اس کی آزاد حکومت ہو۔ پھر دونوں آزاد قومیں عہد و پیمان اور مضبوط قول و قرار کے ذریعہ اس طرح سارے ملک کو خوشحال اور پر امن بنائیں اور ہر تیسری قوم کو یہاں سے دفع کریں جس طرح دنیا کی دو چھوٹی بڑی آزاد سلطنتیں آپس میں معاہدہ کر کے اپنی بہتری کی کوشش اور اپنے مشترک دشمن کا مقابلہ کرتی ہیں ادھر اپنی قوم کے افراد و اشخاص میں جو خرابیاں پائی جائیں اپنی قومی طاقت اور اچھی تدبیروں سے ان کی اصلاح کرتے رہیں۔ یہ نہ کریں کہ آپ اپنے بھائیوں سے خفا ہو کر دوسری قوم کی گود میں جا بیٹھیں کہ یہ چیز غیرت ایمانی اور شرافت انسانی دونوں کے خلاف اور اپنی قوم کے لئے سخت ضرر رساں ہے۔

اب جو مسلم اشخاص یا مسلم جماعتیں ہندو اور مسلمان کو ایک قوم کہتے اور سارے ملک کی ایک مخلوط حکومت چاہتے ہیں وہ سب کانگریس کے ساتھ ملحق ہیں ان کو ووٹ دینا فی الحقیقت کانگریس ہی کو ووٹ دینا ہوگا۔ ان کے مقابل جو ان کو دو مستقل قومیں مانتا ہے اور دونوں کی الگ الگ آزاد حکومت چاہتا ہے وہ لیگ کی طرف رہے گا۔ آگے اس کا فیصلہ ہر پڑھا لکھا اور ان پڑھ آدمی یہاں کے آپس کے معاملات کو دیکھ کر خود کر سکتا ہے کہ یہ سب ایک قوم ہیں یا دو اور بیک وقت مکمل آزادی دونوں قوموں کا حق ہے یا صرف ایک کا۔

عجیب تر بات یہ ہے کہ ہندوستان کے موجودہ وائسرائے لارڈ ویول نے بھی جو برطانوی تاج اور برطانوی حکومت کا سب سے بڑا نمائندہ ہے اول ۱۷ فروری ۱۹۴۴ء کو سنٹرل لیکچر میں اس کے بعد ۱۴ دسمبر ۱۹۴۴ء کو بمقام کلکتہ اجلاس ایسوسی ایٹڈ چیمبر آف کامرس میں پھر ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو بموقع دوبار راولپنڈی اپنی دوران تقریر میں یہ اشارات کئے ہیں کہ اس ملک کی تقسیم نہیں ہو سکتی اور کوئی بڑا عمل جراحی اس پر نہیں ہونا چاہئے بلکہ مرکز حکومت ایک ہی رہنا چاہئے، نیز ان سے پہلے وائسرائے لارڈ لنلتھگو نے ۷ دسمبر ۱۹۴۲ء آل انڈیا ایسوسی ایٹڈ چیمبر آف کامرس منعقدہ کلکتہ میں یہ ہی بات اجمالاً کہی تھی گویا اس وقت صورت حال یہ ہوئی کہ کانگرس وائسرائے اور کانگریس کی حامی جماعتیں سب ایک طرف وحدانی حکومت کی حامل ہیں۔ مسلم لیگ تنہا ان سب کے اجتماعی نظریہ کے بالمقابل کھڑی ہے۔ کیا ان حالات میں آپ پسند کریں گے کہ مسلم لیگ کے خلاف ووٹ دے کر کانگریس کی صراحتوں اور حکومت برطانیہ کے سب سے بڑے نمائندے کے اشاروں کی تائید و حمایت کریں۔

ایک ایسی ہی بات اور سوچنے کی ہے (پاکستان یعنی مسلم قوم کی حصہ رسدی آزادی) پر جس قدر اعتراضات قوم پرست مسلمان کر رہے ہیں وہ سب ان سے پہلے ہندوؤں کے اخباروں اور لیڈروں نے کئے ہیں جن میں سے اکثر کا حاصل یہ ہے کہ پاکستان سے صرف مسلم قوم کا نقصان ہے ہندوؤں کو کچھ ضرر نہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں (اپنے ضمیر کی آواز سے دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دیجئے) کہ کیا واقعی آپ کے نزدیک ہندوؤں کو اس قدر بے قراری اور اضطراب اور درد اس کا ہے کہ گو ہمارا تو فائدہ ہے لیکن پاکستان بننے میں بیچارے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچ جائے گا۔ ہم اپنے فائدے کے مقابلہ میں مسلمانوں کا نقصان برداشت کریں اسی لئے ہم لاکھوں روپیہ ان جماعتوں کی مدد پر خرچ کر رہے ہیں جو پاکستان کی مخالف ہیں اگرچہ اس خرچہ کا نتیجہ اب تک یہی ہوا ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ یہی ہوگا۔

والذين كفروا ينفقون اموالهم ليصدوا عن سبيل الله فسينفقونها ثم تكون عليهم حسرة ثم يغلبون.

کافر لوگ اپنے مال اللہ کے راستہ سے روکنے کی غرض سے خرچ کرتے ہیں تو ضرور وہ مال و دولت خرچ کریں گے پھر ان کو حسرت ہوگی پھر ہاریں گے۔

ان تمام اوصاف اور کھلی ہوئی باتوں کو سمجھ کر بھی اگر کوئی شخص مسلم لیگ کے مخالف ووٹ دیتا ہے تو وہ خود اپنے اور اپنی قوم کا انجام سوچ لے اور آخرت کی جواب دہی کی بھی فکر کرلے کہ اس نے جان بوجھ کر اپنی قوم کو نقصان پہنچایا اور اسے کفار کی نظروں میں ذلیل اور رسوا کیا۔ بناءً علیہ میں ان تمام ووٹ دینے والوں کو جو میرا مشورہ چاہتے ہیں پوری بصیرت سے اور غور و فکر کے بعد یہ ہی مشورہ دونگا کہ وہ بحالت موجودہ صرف مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیں اور اس کے خلاف کسی شخصیت اور کسی تعلق کی پرواہ نہ کریں۔ **وماعلینا الا البلاغ**

یہاں ایک خلش باقی رہ جاتی ہے جو عموماً مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے اور پیدا کرائی جاتی ہے اور پیدا ہونی بھی چاہئے کیونکہ اس کا منشا خالص دین اور محض جذبہ اسلامیت ہے، مسلمان ہر چیز کو برداشت کرسکتا ہے لیکن وہ کتنا ہی گنہگار ہو یہ کبھی برداشت نہیں کرسکتا کہ دین اسلام کو کوئی نقصان پہنچتا دیکھے یا ایسے لوگوں کی تائید کرے جن سے دین کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ بہر حال جمہور اہل اسلام کا دینی جذبہ کبھی اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ دہریوں، بے دینوں، مرتدوں اور باطل پرست فرقوں یا اعلانیہ احکام دینیہ سے بے پرواہی برتنے والوں کی ہمت افزائی کریں یا ان کی بے دینی میں مدد کریں۔

مسلم لیگ کا دروازہ چونکہ ہر مدعی اسلام کے لئے کھلا ہوا ہے اور اس میں کچھ ایسے لوگ بھی شامل ہوگئے ہیں جو فی الحقیقت مذکورہ بالا گروہوں میں سے بعض کے ساتھ وابستہ ہیں اس لئے بہت سے دیندار مسلمان اس میں کشادہ دلی کے ساتھ شامل ہونے سے پرہیز کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک سچا دینی جذبہ ہے جو نہایت قابل قدر ہے اور راقم الحروف خود ایک مدت دراز تک اسی شش و پنج میں رہا اور یہی وجہ ہے کہ خاصی تاخیر سے میں نے مسلم لیگ کی حمایت میں قدم اٹھایا۔ میں نے اپنی قدرت کی حد تک مسئلہ کی نوعیت پر قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں غور و فکر کیا، اللہ سے دعائیں اور استخارے کئے بالآخر ایک چیز میرے اطمینان اور شرح صدر کا سبب بنی اور وہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تصریح ہے جو ان کی کتاب السیر الکبیر میں موجود ہے اور آپ جانتے ہیں کہ فقہ حنفی کا سارا مدار انہیں امام محمد کی تصنیفات پر ہے۔

اس تصریح کے سننے سے قبل میں آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ جو کثیر التعداد باطل فرقے زبان سے اسلام کا دعوے اکرنے والے اور اس کا کلمہ پڑھنے والے ہیں ان میں خوارج ہی ایک ایسا فرقہ ہے جس سے پکی اور کھلی کھلی حدیثیں کسی دوسرے فرقہ کے بارے میں نہیں آئیں۔ اہل علم جانتے ہیں کہ اس فرقہ کی نسبت کیسے کیسے صاف ارشادات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہما میں موجود ہیں۔ جن میں سے چند الفاظ یہاں نقل کرتا ہوں۔ ان روایات کے حوالے فتح الباری اور فتح الملہم میں دیکھ لئے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یمرقون من الدین کمایمرق السھم من الرمیة لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد وفی روایة ثمود

وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کا جسم چھید کر صاف نکل جاتا ہے۔ اور فرمایا۔ اگر میں نے ان کو پایا تو عاد وثمود کی طرح ان کا استیصال کروں گا۔ اور

ھم شر الخلق اور وہ بدترین خلائق ہیں اور

ایغض الخلق الی اللہ تعالی وہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہیں اور

قد کان ھئولاء مسلمین فصاروا کفارا پہلے یہ مسلمان تھے پھر کافر ہو گئے۔

اینما تجدوھم اقتلوھم تم ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔

اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان کسی ایک گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو وہ کافر ہے اس کی جان و مال سب حلال ہیں۔ خیال کیجئے کہ آج اس عقیدہ کے موافق کتنے آدمی مسلمان باقی رہیں گے۔ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ ان کے حالات میں کہتے ہیں۔

یستحلون دماء المسلمین اموالھم ویکفرون الصحابة وہ مسلمانوں کے خون اور ان کے اموال کو حلال سمجھتے ہیں اور صحابہ (حضرت علیؓ وغیرہ) کو کافر سمجھتے ہیں

اب خیال فرمایئے کہ ایسے فرقہ سے کسی طرح کے تعلقات رکھنا یا ان کی مدد کر کے ان کی شوکت بڑھانا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔

ان تمام امور کے باوجود حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ان خوارج کی جنگ مشرکین بت پرستوں کی ساتھ ہو جائے تو اہل حق مسلمانوں کو کچھ مضائقہ نہیں کہ ان کفار اور مشرکین کے مقابلہ میں ان کی مدد کریں۔ کیونکہ وہ اس وقت کفر (صریح) کے فتنہ کو دفع کرنے اور نقش اسلام کو ظاہر کرنے کے لئے لڑ رہے ہیں۔ یعنی چونکہ کلمہ گو ہیں اور اس وقت مشرکین کے

مقابلہ میں اس کلمہ کو بلند کرنا ان کا مقصد ہے خواہ فی الحقیقت وہ کتنے ہی اس سے ہٹے ہوئے ہوں۔ اس لئے کھلم کھلا کلمہ اسلام سے انکار کرنے والوں کے مقابلہ پر ان کا لڑنا محض اسلام کے نام اور اس کے کلمہ پر لڑنا ہے لہٰذا ان کی مدد کی جا سکتی ہے، غور کیجئے کہ خوارج کو یہ امداد کیا ان کی تقویت کا سبب نہ بنے گی۔ مگر دیکھنا صرف یہ ہے کہ اس وقت ان کا مقابلہ ان لوگوں سے ہے جو نقش اسلام کے نام سے چڑتے ہیں اور کلمہ سے اعلانیہ بیزار ہیں۔ 13969

اتفاق سے آج ہندوستان میں مسلم لیگ کا مقابلہ بھی کفار و مشرکین سے ہے اور مسلم لیگ میں شریک ہونے والے کلمہ گو مدعی اسلام ہیں جو مسلمانوں کے قومی استقلال، سیاسی اقتدار، نفس کلمہ، اسلام کے اعلاء اور ملت اسلامیہ کو من حیث المجموع، مضبوط، طاقتور اور سربلند کرنے کے لئے ایک آئینی جنگ ان کفار اور مشرکین کے مقابلہ پر کر رہے ہیں۔ پھر مسلم لیگ میں شامل ہونے والے بے شمار آدمیوں میں ان چند باطل پرستوں کی تعداد اہل حق کی نسبت عشر عشیر بھی نہیں۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلم لیگ اس کا فتویٰ دے رہی ہے کہ وہ کل آدمی جو لیگ میں شامل ہوں فی الواقع اور عند اللہ بھی مومن یا مسلم ہیں؟ اس نے اپنے دستور میں اعلان کر دیا ہے کہ ہماری مراد مسلم کے لفظ سے صرف اس قدر ہے کہ اس میں شریک ہونے والا اسلام کا دعویٰ رکھتا ہو اور اس کا کلمہ پڑھتا ہو، کیونکہ مسلم لیگ کوئی مفتیوں کی جماعت نہیں۔ علماء کے فتاوی اپنی جگہ پر قائم رہیں گے صرف کلمہ گویوں کے مقابلہ میں قدرے توسیع کی گئی ہے گو واقعۃً اس قدر توسیع بھی مستحسن نہ ہو، تاہم مسلم لیگ سے کنارہ کشی کے لئے یہ عذر نہیں بن سکتا۔ اب اس کے بعد تمام علماء کا یہ کام ہے کہ وہ سب مل کر لیگ میں آئیں جس طرح پہلے ۱۹۳۷ء میں آ چکے تھے اور معقولیت اور اکثریت کے زور سے اس چیز کی اصلاح کریں اور فاسد عناصر سے اس کو پاک کرنے کی متفقہ کوشش عمل میں لائیں۔ نہ یہ کہ مسلم لیگ سے خفا ہو کر دشمن کے کیمپ میں شامل ہو جائیں اگر آپ تمام علماء مع اپنے متبعین کے ادھر آ جائیں تو سب کا متفقہ مطالبہ یہاں کی ہمسایہ اقوام کو بھی ماننا پڑے گا اور اس طرح تمام ہندوستانی مل کر آپس کے معاہدات کے تحت بیرونی طاقت کی غلامی سے تھوڑے سے وقت میں بآسانی نجات حاصل کر لیں گے۔

ادھر لیگ کے موجودہ رہنما اور قائدین جو غلطیاں علماء اسلام کے نزدیک دین سے بے خبری یا لاپروائی کی بناء پر کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں ان کے تدارک کی بھی واحد صورت یہی ہو سکتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنا اثر و رسوخ لیگ میں بڑھائیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ

عامۃ المسلمین اور بہت سے اونچے طبقے کے حضرات کی طاقت ایسی اصلاحی آواز کی پوری قوت کے ساتھ تائید کرے گی۔

اب میں آخر میں بطور اتمام حجت بمقتضاء الدین النصیحۃ مسلم لیگ کے ممتاز اور ذمہ دار قائدین کو ایک خادم دین کی حیثیت سے نہایت خلوص قلب کے ساتھ مخاطب کرنا چاہتا ہوں۔

مسلم قوم کی تنظیم۔ نصب العین کی وحدت ہندی مسلمانوں کے قومی و سیاسی استقلال اور ان کی مرکزیت کو مضبوط تر بنانے کے لئے آپ حضرات نے جو خدمات جلیلہ انجام دیں وہ یقیناً لائق تبریک و تحسین ہیں۔

ہر فرد مسلم جسے اس نازک ترین دور میں ملت کی اجتماعی ضروریات کا صحیح احساس ہے آپ کے لئے جذبات امتنان اپنے قلب میں موجزن پاتا ہے اس کے ساتھ اس نازک موقعہ پر جبکہ نواب محمد اسمعیل خان صاحب صدر مجلس عمل آل انڈیا مسلم لیگ علمائے ربانیین سے لیگ کی دستگیری اور حمایت کی پرزور اپیل کر رہے ہیں، چند اہم امور کی طرف بروقت آپ کی توجہ منعطف کرانا بھی ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ علماء کرام کی ایک معتد بہ جماعت نے خصوصاً جمعیۃ علماء اسلام کے اصل مطمح نظر کو تقویت پہنچانے کے لئے جو آواز بلند کی ہے اسکا مقصد نہ آپ کو خوش کرنا ہے اور نہ محض لیگ کے بڑھتے ہوئے اقتدار میں حصہ دار بننے کے لئے اس کے ساتھ اپنے دامن کو وابستہ کر دینا ہے۔

ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ایک صحیح اصول کی تائید و حمایت شخصیات سے بے نیاز ہو کر مناسب حد تک کی جائے۔ مسلم لیگ کامیاب ہو یا نہ ہو بلکہ فرض کر لیجئے کہ وہ خود کل اس مسلک کو چھوڑ دے جسے اس نے آج اختیار کر رکھا ہے۔ تب بھی انشاء اللہ یہ نہ ہو گا کہ جس چیز کو ہم صحیح سمجھتے ہیں اسے غلط کہنے لگیں۔

حق کہنے والے کو اکیلا رہ جانے سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ بعض انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام قیامت کے دن ایسے آئیں گے جن کا اتباع کرنے والے صرف ایک یا دو آدمی ہوں گے بلکہ بعض وہ ہوں گے جن کے ساتھ ایک آدمی بھی نہ ہو گا۔ کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ معاذاللہ حق پر نہ تھے۔ بہر حال آپ کو یقین رکھنا چاہئے کہ ہم حق کی محض حق کے لئے حق سمجھ کر تائید کر رہے ہیں جس سے بڑی غرض و غایت یہ ہے کہ اگر مسلم لیگ کو اللہ سبحانہ و تعالی اپنے فضل و رحمت سے کامیابی عطا فرمادے اور پاکستان قائم ہو جاوے تو آپ اور قائدین لیگ اپنے حسب ذیل

مشتہرہ اعلانات کے صدق دل سے پابند رہیں۔

لیگ کے سب سے بڑے قائد مسٹر محمد علی جناح نے نومبر ۱۹۳۹ء عیدالفطر کے موقع پر بمبئی کے مسلمانوں کو اس طرح مخاطب فرمایا تھا۔

"مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآن پاک میں موجود ہے۔ ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآن پاک کو غور سے پڑھیں اور قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کر سکتی۔"

آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس کراچی کے موقعہ پر انہوں نے ہزارہا مسلمانوں کی موجودگی میں نہایت تاکید سے فرمایا تھا کہ:

"قرآن حکیم تمام مسلم قوم کی پشت پناہ، ملجا وماوی اور قومی کشتی کا کھیون ہار ہے اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ قرآن پاک کو بغور پڑھیں اور اس پر عمل کریں اور تعلیمات قرآنی کو سب سے مقدم سمجھیں۔"

اسی طرح کی نصیحتیں علیگڑھ، سیالکوٹ، دہلی، لاہور وغیرہ مختلف مقامات پر کیں۔ پھر ستمبر ۱۹۴۵ء کی گذشتہ عید کے موقعہ پر جو پیغام انہوں نے دیا وہ بہت ہی مفصل اور مشرح ہے اس کا ایک جملہ یہ تھا کہ:

> "ہر مسلمان کا فرض اسلامی ہے کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت کیا کرے تاکہ احکام الٰہی سے واقفیت ہو اور ان پر عمل کرنے سے دنیاوی معاملات میں خیر و برکت اور آخرت میں نجات حاصل ہو۔"

ابھی حال ہی میں جناب نواب زادہ لیاقت علی خاں صاحب جنرل سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے بمقام پشاور بموجودگی ارکان عہدہ داران مجلس عمل اعلان فرمایا کہ:

> "پاکستانی علاقوں میں تمام نظام وانتظام حکومت قرآن پاک کے احکام واصولوں کے بموجب ہوگا۔"

چنانچہ ان ہی اعلانات سے متاثر ہو کر جناب ارباب عبدالغفور خاں صاحب خلیل مع جملہ افغاناں جرگہ سرحد مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ مذکورہ بالا اعلانات کی روشنی میں مجھے کہنے دیجئے کہ قرآن حکیم کی ہدایت واحکام پر عمل کرنے کے لئے کچھ قیام پاکستان کی ضرورت نہیں بلکہ سچ پوچھئے تو پاکستان کا ملنا احکام شرعیہ اور تعلیمات قرآنیہ پر استقامت کے ہمارے عمل درآمد رکھنے کا ثمرہ ہوگا۔

فرض کیجئے کہ پاکستان ملے یا نہ ملے، جلد ملے یا دیر سے ملے، قرآنی احکام تو کسی وقت بھی معطل نہیں ہو سکتے۔ تا بحد استطاعت ہم کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہمہ وقت احکام اسلام کی پابندی ضروری ہے۔ خصوصاً ارکان خمسہ (کلمہ شہادت، نماز، روزہ، زکوۃ، حج) کا التزام اور شراب، سود، زنا، قمار غرض تمام منکرات و فواحش سے اجتناب و احتراز بہر صورت لازم ہے اور ان چیزوں کا لزوم جس قدر عامہ مسلمین کے حق میں ہے اس سے زیادہ موکد علماء اور قائدین کے حق میں سمجھنا چاہئے کیونکہ ان کے ذاتی افعال و اطوار کا اثر دوسروں تک پہنچتا ہے اور ان کی صلاح و تقویٰ سے قوم کا مزاج درست ہوتا ہے و اراس طرح پوری قوم حق تعالیٰ شانہ کی نصرت و حمایت کی مستحق ہو جاتی ہے پھر خدائے قدوس کی نصرت اگر حاصل ہو جائے تو تمام مخالف خائب و خاسر ہو کر رہ جاتے ہیں۔

ان ینصر کم اللہ فلاغالب لکم وان یخذلکم فمن ذاالذی ینصر کم من بعدہ وعلی اللہ فلیتو کل المومنون)

اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر تم کو ذلیل کرے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے اور اللہ ہی پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے

اکبر مرحوم نے خوب کہا ہے ؎

ان کے مضبوط جہازوں کی مددگار ہے آگ میری ٹوٹی ہوئی کشتی کا سہارا اسلام
خوف حق الفت احمد کو نہ چھوڑ اے اکبر منحصر ہے انہیں دو لفظوں پہ سارا اسلام

میں نے جہاں تک قرآن کریم میں تدبر کیا اجمالی طور پر دو آیتیں ہماری انفرادی و اجتماعی کامیابیوں کیلئے کافی ہیں۔ انہیں کی تفصیلات قرآن کریم کے بہت سے مقامات میں پھیلی ہوئی ہے۔ ایک آیت **فاتقوا اللہ مااستطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیراً لانفسکم ومن یوق شح نفسہ فاولئك هم المفلحون (التغابن پ ۲۸)**

دوسری آیت **واعدوالهم مااستطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترهبون به عدواللہ وعدوکم...... (تا) وانتم لا تظلمون(انفال پ ۱۰)**

حق تعالیٰ کی شفقت و حکمت کو دیکھئے کہ دونوں جگہ استطاعت کی شرط کی تصریح فرما دی ہے تاکہ استطاعت کی حد تک تو بندے کوشش میں کمی نہ کریں اور جو تیاری استطاعت سے باہر ہو اس کے فقدان سے بیدل اور مایوس نہ ہوں۔

اگر آپ ٹھنڈے دل سے یکسوئی کی ساعتوں میں غور فرمائیں گے تو منکشف ہو جائے گا

کہ پاکستان حاصل ہونے تک کا یہ درمیانی زمانہ ہماری سخت آزمائش کا زمانہ ہے ہم کو بعد پاکستان کے لئے قرآنی تعلیم و تربیت کا ابھی سے درس حاصل کرنا ہے اور اپنے نفس کو اس کی خواہشات کے خلاف ان امور کا خوگر بنانا ہے جو زیادہ وسیع پیمانہ پر انجام دینے ہوں گے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ قرآن کریم نے تمکین فی الارض (یعنی اسلامی حکومت کی کیا غرض وغایت بیان فرمائی ہے سنئے۔ **الذین ان مکناھم فی الارض اقاموالصلوۃ واتوالزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر** وللہ عاقبۃ الامور اگر ابھی سے ہم نے ان چیزوں کی عادت نہ ڈالی تو اس وقت ہمارا نظام کیسے درست ہوگا۔ اگر ہم آج ہر شعبہ زندگی میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کے سامنے کشادہ دلی سے گردن جھکانا سیکھیں گے تو کل کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ ہم دوسروں کو ان کے فیصلوں کی طرف دعوت دیں گے تو لوگ ہماری دعوت پر لبیک کہیں گے **فلا وربك لا یومنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما.** ہم اس وقت غیر اللہ کی غلامی میں رہتے ہوئے جس قدر آزاد ہیں جو چاہیں کرتے رہیں کوئی احتساب اور روک ٹوک نہیں۔ آزادی ملنے کے بعد یہ آزادی نہ رہے گی بلکہ ایک بہت بڑی غلامی (اللہ کی عبودیت کا عملی ثبوت دینا ہوگا)

کیا آپ حضرات اپنے ایک مخلص بھائی کی استدعا پر توجہ فرمائیں گے خدا کی قسم اگر ہماری قوم کے بڑے آدمیوں نے عملاً قرآنی احکام کی پابندی بلا تاخیر اور بلا کسی ہچکچاہٹ کے شروع کردی تو موجودہ تحریک میں بے حد وحساب زور پیدا ہوجائے گا اور رفتہ رفتہ عوائق وموانع اللہ کی مدد سے سب دور ہوتے چلے جائیں گے۔ قرآنی احکام کا لفظ استعمال کرتے وقت یہ واضح رہنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا اتباع اور آپ کے ارشادات گرامی کا امتثال بھی اسی لفظ کے تحت میں آجاتا ہے بلکہ سلف صالحین کے طور طریق کا تتبع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے ایسی چیز پر نظر اور اس کی تلاش کرتے ہیں کہ کسی قسم کے پیش آنے والے معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق کار کیا تھا کیونکہ وہ حضورؐ کی مبین وشارح قرآن ہونے کی حیثیت کو بخوبی سمجھتے تھے۔ پھر یہ چیز بھی عادتیہ میں سے ہے کہ کسی معاملہ میں قرآن کا کوئی حکم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح وتشریع صدیاں گذر جانے پر بھی امت مرحومہ کی سمجھ میں نہ آئے اور مردود ہو رکے باوجود امت کے تمام اہل علم اور ائمہ مجتہدین باوجود انتہائی جدوجہد اور عنایت وشغف احتیاط کے ساتھ اس کی صحیح مراد سے (معاذ اللہ) جاہل رہیں کسی حکم شرعی کے متعلق جس پر عمل پیرا ہونے کی امت کو ہدایت ہو ایسا خیال کرنا گویا قرآن مبین کو چیستاں بنا دینا ہے۔

بنائ علیہ میں تمام ذمہ دار قائدین کو ایک ادنیٰ خادم دین کی حیثیت سے نہایت پر زور طریق پر دعوت دیتا ہوں کہ خود اپنے اعلان کردہ الفاظ کے مطابق قرآنی احکام کی سرأ وعلانیۃً پابندی فرمائیں اور مسلمانوں کو برابر باقاعدہ یہ اطمینان دلاتے رہیں کہ الیکشن میں کامیابی کے بعد دستور سازی کے وقت ہم اپنی امکانی حد تک کوئی ایسا قانون بنائے جانے کی اجازت نہ دیں گے جو ہمارے پرسنل لاء اور شرعی معاملات کے بارہ میں علماء اسلام کے طے کردہ فیصلے کے خلاف ہو اور اس طرح غلطیاں نہ کی جائیں گی جو ماضی میں بعض احکام شرعیہ سے بے خبری یا لاپروائی کی بناء پر آپ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ اگر خدانکردہ ایسی غلطیوں کا صدور ہو تو یہ چیز عامۃ مسلمین کے لئے ناقابل برداشت ہوگی اور وہ یہ سمجھیں گے کہ جو مقصد لیگ کی حمایت اور اس کے حق میں ووٹ دینے کا تھا وہ حاصل نہ ہوا۔ بہرحال ہم کو اس کی پوری کوشش کرنی چاہئے کہ اس سلسلہ میں ہم عنداللہ وعندالناس ماخوذ نہ ہوں۔ میں امیدوار ہوں کہ آپ ایک بے لوث مخلص کی گزارش پر اسی اسپرٹ میں نظر کریں گے جس میں وہ پیش کی گئی ہے۔ **قال اللہ تعالیٰ حاکیا عن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ادعوا الی اللہ بصیرۃ انا ومن اتبعنی.**

خاتمہ کلام پر ایک اور ضروری چیز پر تنبیہ کرنا ہے وہ یہ کہ آپ پورے جوش، ولولہ اور عزم اور استقلال کے ساتھ مسلم لیگ کو آگے بڑھانے، ابھارنے، سنوارنے اور نکھارنے میں سرگرم رہئے اور ساتھ ہی اس کے نام کی لاج رکھئے۔ دیکھئے یہ مسلم لیگ ہے اور حدیث شریف میں آیا کہ ہے کہ **المسلم من سلم المسلمون من لسانہ** (مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں)

جو لوگ آپ کے سیاسی افکار کے مخالف ہیں ان سے بھی آپ کا معاملہ شرافت، صبر و تحمل اور حسن اخلاق کے ساتھ ہونا چاہئے۔ گو دوسری طرف سے کچھ زیادتی اور اشتعال انگیزی بھی کی جائے۔ بعض مقامات پر جو ناشائستہ برتاؤ مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے ساتھ کیا گیا اگر اس کے متعلق اخبارات کی روایات صحیح ہیں تو میں اس پر اظہار بیزاری کئے بدون نہیں رہ سکتا۔ مولانا کی سیاسی رائے خواہ کتنی ہی غلط ہو ان کا علم و فضل بہرحال مسلم ہے اور اپنے نصب العین کے لئے ان کی عزیمت وہمت اور انتھک جدوجہد ہم جیسے کاہلوں کے لئے قابل عبرت ہے۔ اگر مولانا کو اب مسلم لیگ کی تائید کی بناء پر میرے ایمان میں خلل بھی نظر آئے یا میرے اسلام میں شبہہ ہو تو مجھے ان کے ایمان اور انکی بزرگی میں کوئی شبہہ نہیں۔ کیا کروں علماء نے لکھا ہے کہ مومن اپنے ایمان میں تو تردد نہیں کر سکتا ہاں اپنی سیاہ کاریوں کے پیش نظر اپنے کو مومن کہتے ہوئے ذرا شرم سی آتی

ہے۔ البتہ ڈرتے ڈرتے اتنا عرض کرنے کی ضرور جسارت کروں گا۔

گو دعویٰ تقویٰ نہیں درگاہ خدا میں
بت جس سے ہوں خوش ایسا گنہگار نہیں ہوں

اب میں آپ حضرات کی عزت افزائی اور مہمان نوازی کے شکریہ اور دعا پر اپنا معروضہ ختم کرتا ہوں۔

اللهم ارناالحق حقاً وارزقنا اتباعه وارناالباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه — سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلامٌ على المرسلين والحمدلله رب العالمين

العبد شبیر احمد عثمانی دیوبندی، ۳۰ دسمبر ۱۹۴۵ء

☆☆☆

Cantonment Public Library (Trust) Rawalpindi Cantt. Date..........

toobaa-elibaray.blogspot.com

”ہمارا پاکستان“

خطبہ صدارت

از

شیخ الاسلام علامہ شبّیر احمد عثمانی

جو

جمعیۃ العلمائے اسلام کی عظیم الشان صوبائی کانفرنس پنجاب

منعقدہ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷ جنوری ۱۹۴۶ء بمقام لاہور

اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں

علامہ نے بعد نماز عشاء رات کے دو بجے تک پڑھا

☆☆☆

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوة والسلام علی سیدالانبیاء والمرسلین وعلی اله وصحبه اجمعین ط

اما بعد. آپ نے اپنے حسنِ ظن کی بناء پر جمعیۃ علمائے اسلام کی اس پہلی صوبائی کانفرنس کا صدر تجویز فرما کر مجھے جو عزت بخشی اللہ تعالیٰ اس کی لاج رکھ لے۔ آپ کے نیک گمان کو میرے حق میں اپنی قدرت کاملہ سے سچا کر دکھائے اور ایک ادنیٰ خادم دین کی قدر افزائی کا صلہ دین و ملت کی کسی عظیم فلاح و کامرانی کی صورت میں سب کو مرحمت فرمائے بس یہی میری متضرعانہ دعا اور یہی میری طرف سے آپ کا مخلصانہ شکریہ ہے۔ کیا میرے بھائی اس پر قناعت کریں گے۔

میں جلسوں کے آداب و حقوق اور منصب صدارت کے فنی رسوم و فرائض سے نہ پوری طرح واقف ہوں نہ اپنی افتاد طبیعت سے ان کے انجام دینے کی صلاحیت و قدرت رکھتا ہوں اس لئے اگر میں آپ کے تخمینہ یا عصری معیار کے مطابق کوئی خطبہ پیش نہ کر سکوں تو مجھے معذور سمجھئے۔ میرا مشورہ تو دوسروں کے لئے بھی یہی ہے کہ اب ہم مسلمانوں کے پاس اپنے قومی جہاز کو شدید ترین خوفاک گرداب بلا سے نکالتے ہوئے اتنا فضول وقت نہیں بچنا چاہئے جس میں اہم اور ضروری مقاصد کو چھوڑ کر ہم محض اپنی علمی قابلیت کا اظہار اور رسمی و زبانی شکریوں کی نمائش کیا کریں۔

ہم مسلمانوں اور خصوصاً علمائے ملت کو اپنی مجالس عامہ اور خاصہ میں تتبع کرنا چاہئے کہ قرون اولیٰ کی سادہ اور بے لوث مجالس کا۔ ان کی مختصر مگر پر مغز تقریروں اور طویل و عریض سلسلہ عمل کا۔ ان کی مشاورت اور تبادل آراو افکار کے بہترین اصول کا۔ ان کی مخلصانہ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا۔ ان کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا۔ اور اصلاح ذات البین کی مفید و منفع گفتگوؤں کا۔ غرضیکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس مطرد و منعکس ارشاد پر ٹھیک ٹھیک عمل پیرا ہونے کا۔

لاخیر فی کثیر من نجواهم الا من امر بصدقة او معروف او اصلاح بین الناس

انکی اکثر مجالس میں کوئی بھلائی نہیں بجز اس شخص کے جو امر کرے خیرات کا یا کسی اچھی

اور معقول بات کا یا اصلاح ذات البین کا۔

اے حضرات علماء کرام! میں نہ کوئی خطیب ہوں نہ انشا پرداز نہ سیاست دان اور نہ گویائی کی ایسی ممتاز قوت رکھتا ہوں جس سے دوسرے حضرات محروم ہوں۔ بلکہ اگر آپ مجھے مجبور نہ کریں تو اس سے زیادہ ایک لفظ بھی نہیں بولنا چاہتا جو میرح جد بزرگوار خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کے منبر پر فرمایا تھا کہ

ایھاالناس انکم الی امام فعال احوج منکم الی امام قوال

اے لوگو یقیناً تم کو زیادہ کلام کرنے والے رہنما سے بڑھ کر بہت زیادہ کام کرنے والے رہنما کی ضرورت ہے۔

مگر جب آپ حضرات نے محض اپنی مہربانی اور حسن ظن سے مجھے اس مقام پر کھڑا ہونے کے لئے مامور فرمایا ہے تو میرا فرض ہے کہ اپنی اور آپ کی بلکہ تمام **لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ** کہنے والے مسلمانوں کی صلاح و فلاح سے متعلق نظر بحالات موجودہ جو میرے ناچیز خیالات ہیں وہ مختصر بلا کم وکاست آپ کے سامنے رکھدوں۔

میں آج "زندہ دلان پنجاب" کے ماحول میں اپنے اندر بھی ایک قسم کی زندہ دلی محسوس کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ پاکستان کے قلب و جگر سے جو صدائے حق بلند ہوگی اس کی گونج اخوت اسلامی کی عروق وشرائین کے ذریعہ بہت تیزی کے ساتھ تمام جسد پاکستان بلکہ ملک ہند کے اعضاء میں پھیل جائے گی۔ اس وقت پورا حوالہ مجھے یاد نہیں رہا لیکن پورے جزم ووثوق کے ساتھ عرض کر سکتا ہوں کہ اب سے تقریباً ساڑھے تین سو سال پہلے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ نے اپنی کسی تحریر میں ازرہ کشف ارشاد فرمایا تھا کہ آج کل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی توجہ یا نظر التفات شہر لاہور پر مرتکز ہے۔

میں سوچتا ہوں کہ لاہور کے حق میں کیا اس محبوب خدا اور آقائے دوجہاں کی وہ نظر کیمیا اثر خاص جا سکتی ہے وہ نگاہ لطف و کرم جس کی ایک معمولی جھپک ہزار سالہ بت پرست کو ایک آن میں ولی کامل بنادے جو مدت کے بگڑے ہوئے شیطانوں کو ایک لمحہ میں درست اور پاک وصاف بنا کر فرشتوں کے زمرے میں شامل کر دے۔ جو ذرا سی دیر میں قلوب وارواح کی دنیا بدل ڈالے۔ ملکوں اور قوموں کی کایا پلٹ کر رکھ دے۔ کیا چند صدیوں کی مسافت زمانی نے لاہور کے مستقبل کو اس انقلاب آفریں نگاہ تلطف کی عظیم تاثیر و تصرف کے فیض سے بالکلیہ محروم کر دیا ہوگا۔ ہرگز نہیں ان کی شان تو یہ ہے۔

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کردیا
دل کو روشن کردیا آنکھوں کو بینا کردیا
جو نہ تھے خود راہ پر دنیا کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

غور کیجئے "مردے" اس نظر سے صرف "زندہ" نہیں ہوئے بلکہ مسیحا بن گئے جن کی مسیحائی سے کروڑوں مردہ دلوں کو حیات تازہ حاصل ہوئی۔

یہ چیز بھی لائق غور ہے کہ شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (جن کو لاہور کی یہ سعادت مکشوف ہوئی) وہی بزرگ ہیں جنہوں نے اکبر بادشاہ کی بنائی ہوئی "قومیت متحدہ" اور نام نہاد "دین الٰہی" کے مقابلہ پر تاریخی جہاد کیا تھا۔ ممکن ہے ان کے مذکورہ بالا کشف سے ادھر بھی اشارہ ہو کہ آگے چل کر جب قومیت متحدہ ایک دوسرے رنگ میں اور اکبر کا دین الٰہی گاندھی ازم کی شکل میں ظہور کرے گا اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ گرامی اور التفات خصوصی کی بدولت لاہور ہی وہ مقام ہوگا جہاں سے ان نئے بتوں کے توڑنے کی پہلی آواز بلند ہوگی پھیلے گی پھلے گی اور پھولے گی۔

بہر حال آج اس نئی مہم کا ابتدائی منظر ہمارے سامنے ہے۔ "جداگانہ قومیت" کا عقیدہ تو ہمیشہ سے مسلمانوں کے جذر قلوب میں بطور ایک مفرور عنہ مسئلہ کے مرتسم و متمکن ہے اور کانگرس کے چند سالہ شوروغل سے پہلے کوئی اس پر نظر ثانی کی ضرورت بھی نہ سمجھتا تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے آخری پیغام صدارت میں جو جمعیۃ علمائے ہند کے اجلاس دہلی کے موقع پر حضرت کی وفات سے نودن پہلے پڑھا گیا ہندو مسلمان کے دو قوم ہونے کی تصریح موجود ہے کسی شخص نے آج تک اس پر حرف گیری نہیں کی۔

ہاں ہندوستان کے مسئلہ کا پاکستانی حل ابتداءً لاہور کی آرام گاہ میں سونے والے ڈاکٹر اقبال مرحوم کے قلم سے ۱۹۳۰ء میں سامنے آیا۔ لیکن یہ نام پاکستان علامہ اقبال کا تجویز کردہ نہیں بلکہ پیام اقبال کے ایک پرجوش علمبردار چودھری رحمت علی صاحب نے ۱۹۳۲ء میں اس تجویز کو یہ نام دیا ہے جو آگے چل کر اختصار کی وجہ سے لوگوں میں مقبول ہوگیا۔ تقسیم ہند کی اس تجویز پر جس کا اصطلاحی نام پاکستان ہے اور جس کا اصل واضع علامہ اقبال مرحوم ہے۔ آخر کار قدرے ترمیم و تغیر کے ساتھ آپ کے اس تاریخی شہر لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ نے مہر تصدیق ثبت کردی اور آج پاکستان جمہور مسلمانان ہند کے لئے محض ایک گرمی اور جوش پیدا کرنے والا نعرہ نہیں بلکہ ایک مضبوط اور اٹل سیاسی عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہے اب پاکستان کا نام آنے پر ان کے دلوں میں جذبات مسرت وابتہاج کی لہر دوڑ جاتی ہے اور وہ یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ ہمارا درخشاں مستقبل

گویا ہماری طرف کو تیزی سے بڑھا چلا آرہا ہے۔ مسلمان جب اپنے نصب العین کے متعلق یہ یقین حاصل کر لے اور مطمئن ہو جائے کہ اسلامی نقطہ نظر سے وہ صاف واضح غیر مبہم اور بے غبار ہے تو اس کے حصول کے لئے اسے کوئی قربانی بھاری نہیں معلوم ہوتی۔ وہ آگ کے طوفان سے کھیلنے اور خون کے دریا میں کودنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے پھر وہ کسی دھمکی کو خاطر میں نہیں لاتا اور ولبھ پٹیل جیسے ناعاقبت اندیش مدعیوں کے چیلنج کو بہت خوشی اور اطمینان کے ساتھ منظور کرتا ہے۔

حضرات! اب ذرا آپ تیرہ سو اٹھتر برس پیچھے لوٹ جایئے۔ دیکھئے! دنیا کی فضا کس قدر بھیانک اور کیسی تاریک نظر آرہی ہے۔ ہر جگہ ظلم و ستم کفر و شرک عصیان و طغیان جبر و استبداد وحشت و بہیمیت اور شیطانی طاقتوں نے کس طرح پرے جمار کھے ہیں۔ امن و اطمینان کی ایک کرن بھی کسی طرف نظر نہیں آتی۔ تیرہ و تار گھٹاؤں نے دن کو رات بنادیا ہے۔ انہی خوفناک اندھیریوں میں دفعۃً مکہ کی پہاڑیوں پر ایک چمک دکھائی دی۔ رحمت کا بادل زور سے گرجا اور کڑکا، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جبل النور کی چوٹی سے دنیا کا ہادی اور شہنشاہ اکبر کا پیغام بر اعظم چمکتا اور گرجتا ہوا باران رحمت کو ساتھ لئے نزول اجلال فرمارہا ہے **اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد الف الف صلوت وسلام**

تھوڑی سی مدت گزری کہ مکہ کی فضا میں بہت عجیب و غریب تغیر پیدا ہونا شروع ہوا ایک طرف سے رحمۃ للعالمین کا دست شفقت دراز تھا اور دوسری جانب اس کا جواب ہرزہ سرائیوں دشنام طرازیوں بلکہ بعض اوقات اینٹ اور پتھر سے دیا جارہا تھا۔ نور و ظلمت کی اس کشمکش میں حضور انور کے ساتھ جو چند سعید روحیں آپ کے پیغام کی حقیقت کو سمجھ چکی تھیں دشمنوں کے ظلم و ستم کی آماجگاہ بنتی رہیں۔ رشد و ہدایت کے اس سراج منیر کو جس قدر اپنی پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کی جاتی اسی قدر زور سے اس کی روشنی بھڑکتی تھی۔ آپؐ نے برابر اس قوم کو سمجھایا کہ تمہارے لئے دارین کی کامیابی اور فلاح میری پیروی میں ہے۔ آؤ کہ دنیا کی حکومت اور آخرت کی سعادت کا زرتاج تمہارے سروں پر رکھدوں، مگر وہ کچھ ایسے غفلت کے نشہ میں سرشار تھے کہ آپؐ کی ساری دردمندی اور نیک خواہی کا جواب متمردانہ استکبار اور ناشائستہ شب و شتم سے دیتے رہے۔ آپؐ کے جان نثار اصحابؓ پر جن کے سینے اللہ تعالیٰ نے ایمان و عرفان کے لئے کھول دیئے تھے جور و ستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ مدت دراز تک ایسے ایسے زہر گداز مظالم سے ان کو دوچار ہونا پڑا جن کی مثال شائد کسی امت کی تاریخ میں نہ مل سکے۔ مسلسل تیرہ سال تک ایسے سخت امتحان و آزمائش کی چکی میں پستے رہے جس کے پڑھنے اور سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک عرصے تک قوم کی

طرف سے ایسا سخت بائیکاٹ کیا گیا کہ درختوں کے پتے اور جنگل کی گھاس کھانے کی نوبت آگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ اور مقدس نصب العین یہ تھا کہ زمین پر اللہ کی حکومت قائم فرمائیں اور اس کے نائب السلطنت کی حیثیت سے اس کا آخری ابدی اکمل اور عالمگیر قانون نافذ کریں۔

لیکن مکہ میں جہاں کفار کا غلبہ تھا ایسا موقع کہاں میسر تھا آزاد حکومت قائم کرنے کے لئے ایک آزاد مرکز و مستقر کی ضرورت تھی۔

کوئی ایماندار آدمی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ اگر خداوند قدیر چاہتا تو ان ہی مٹھی بھر مظلوم و مجبور مسلمانوں کو ان سب پر غالب کر دیتا اور ان کے دشمنوں کو دفعۃً کچل کر تباہ کر ڈالتا مگر حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہ تھا کہ امت مرحومہ ہر قدم پر اس عالم اسباب کے محکم نظام کے ماتحت اپنے نبی سے سبق حاصل کرے اور زندگی کے ہر ایک روشن یا تاریک دور میں اپنے مستقبل کی تعمیر کا کام سیکھے۔

اس لئے اس ناسازگار فضا میں سیاست و حکمت کا ایک نیا باب کھولا گیا یعنی یہ کہ اسلام کے لئے مکہ سے ہٹ کر (جو اس وقت دار الحرب تھا) کوئی ایسا امن و مسکن بناؤ جو اگرچہ ابتداءً مکمل طور پر دارالاسلام نہ کہلایا جا سکے تاہم اسلام وہاں آزاد ہو اور کم از کم اپنے پیرووں پر اپنا قانون بے روک ٹوک نافذ کر سکے۔ پھر جب تائید ربانی سے مسلمانوں کا وہ آزاد مرکز دائرہ اسباب میں مضبوط اور طاقتور ہو جائے (خواہ وہ کتنے ہی محدود پیمانہ پر ہو) تو اس مرکز سے اسلام کو اپنے اصلی عزائم کے فروغ اور وسعت دینے کا موقع مل سکے۔ اس نقطہ نگاہ کے ماتحت شہر یثرب کو (جو حضور کی تشریف آوری کے بعد مدینۃ النبیؐ بن گیا) مرکز توجہ بنایا گیا۔ ہجرت سے پہلے وہاں کی زمین ہموار کی گئی اور حضور اکرمؐ کی تشریف بری سے پہلے بہت سے چیدہ و برگزیدہ اصحاب کو وہاں بھیجا گیا تا کہ اللہ کے سب سے بڑے نائب کی حکومت قائم کرنے کے لئے (جس سے ساری روئے زمین پر قرآنی سیاست اور آسمانی حکومت کا صور پھونکا جانے والا تھا) راستہ صاف رکھیں۔

مکہ کے رہنے والے دشمن بھی اس نتیجے سے غافل نہ تھے انہوں نے ہر طرح اس تحریک کو ناکام بنانے کی کوشش کی مگر وہ خود ناکام رہے اور مشیت الٰہیہ کے زبردست ہاتھ نے آخرکار اپنے رسول مقبول کی تاریخی ہجرت سے مدینہ طیبہ میں ایک طرح کا پاکستان قائم کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ پہنچنا تھا کہ نور اسلام ظلمت کفر پر حسی رنگ میں غالب آنا شروع ہو گیا اور گو وہاں اس وقت تک بہت سی ناپاک ہستیوں کی موجودگی سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا مگر اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ پاک اور طاہر و مطہر بندوں کی پاکی اس طرح مدینہ کے

درودیوار پر چھا گئی کہ اب کسی پلید اور ناپاک ہستی کے لئے ابھرنے کا موقع باقی نہ رہا۔ اندریں حالات کفار مکہ کو یہ فکر دامنگیر تھی کہ اسلام کے پودے کی جڑ مدینے کی سرزمین میں انصار مدینہ کی آبیاری سے مضبوط ہوتی جارہی ہے کوشش ہونی چاہئے کہ تناور درخت بننے سے پہلے ہی اس کی جڑ نکال دی جائے اس طرح کے مشورے ہوتے تھے، منصوبے باندھے جاتے تھے، سازشیں اور تیاریاں کی جارہی تھیں کہ اس اثنا میں چند قدرتی اور ناگزیر اسباب کی بناء پر وہ مشہور و معروف معرکہ پیش آگیا جو اسلامی تاریخ میں غزوہ بدر کے نام سے موسوم ہے۔

''یوم بدر'' کو قرآن نے ''یوم الفرقان'' کہا ہے کیونکہ اس نے حق و باطل اسلام و کفر اور موحدین و مشرکین کی پوزیشن کو بالکل جدا کر کے دکھلا دیا۔ بدر کا معرکہ فی الحقیقت خالص اسلام کی عالمگیر اور طاقتور برادری کا سنگ بنیاد اور حکومت الہیہ کی تاسیس کا دیباچہ تھا، **والذین کفروا بعضهم اولیآء بعض** کے مقابلہ میں جس خالص اسلامی برادری کے قیام کی طرف سورہ انفال کے خاتمہ پر ''**الا تفعلوہ تکن فتنةٌ فی الارض وفسادٌ کبیر**۔ ہاں حسب استطاعت ان کے لئے دینی مدد بہم پہنچانی چاہئے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ مرکز اسلام میں موالات و اخوت اسلامی کی کڑیوں کو پوری مضبوطی کے ساتھ جوڑنے کے لئے دو صورتوں میں سے ایک ہونی چاہئے یا تمام عرب کے مسلمان ترک وطن کر کے مدینے آجائیں اور اسلامی برادری میں بلا روک ٹوک شامل ہوں اور یا پھر آزاد مسلمان اپنی مجاہدانہ قربانیوں سے کفر کی قوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کی سطح ایسی ہموار کر دیں کہ کسی مسلمان کو ہجرت کی ضرورت باقی نہ رہے یعنی سارا جزیرۃ العرب خالص اسلامی برادری کا ایسا ٹھوس مرکز اور غیر مخلوط مستقر بن جائے جس کے دامن سے عالمگیر اسلامی قومیت کا نہایت محکم اور شاندار مستقبل وابستہ ہو سکے۔ یہ دوسری صورت ہی ایسی تھی جس سے روز روز کے فتنہ و فساد کی بیخ کنی ہو سکتی تھی اور مرکز اسلام کفار کے اندرونی فتنوں سے پاک و صاف اور آئے دن کی بدعہدیوں اور ستم رانیوں سے پوری طرح مامون و مطمئن ہو کر تمام دنیا کو اپنی عالمگیر برادری میں داخل ہونے کی دعوت دے سکتا تھا۔

اس اعلیٰ اور پاک مقصد کے لئے مسلمانوں نے ۲ ہجری میں پہلا قدم میدان بدر کی طرف اٹھایا تھا جو آخر کار ۸ ہجری میں مکہ معظمہ کی تطہیر اور فتح عظیم پر منتج ہوا، جو فتنے اشاعت یا حفاظت اسلام کی راہ میں مزاحم ہوتے رہتے تھے، فتح مکہ نے انکی جڑوں پر تیشہ لگایا اور چند سال بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سچائی کی طاقت سے مرکز اسلام ہر قسم کے وساوس کفر و شرک سے پاک ہو گیا اور سارا عرب متحد ہو کر شخص واحد کی طرح تمام عالم میں نور ہدایت اور اسلام کا پیغام اخوت

پھیلانے کا کفیل وضامن بنا اور اس طرح پورا جزیرۃ العرب ساری دنیا کے لئے ایک عظیم تر پاکستان بن گیا۔ فللہ **الحمد علی ذالک** یہ ہے مختصر سی تاریخ اس امت کے پہلے دور کی۔

امام مالک رحمۃ اللہ نے فرمایا تھا کہ اس امت کا آخر بھی اس چیز سے درست ہو سکتا ہے جس سے اس کا اوّل درست ہوا تھا۔ آیئے اس حکیمانہ قول کی روشنی میں ہم امت کے اس پچھلے دور کا جائزہ لیں۔

کہنے کو آج ہم مسلمان دنیا میں ستر کروڑ اور صرف ملک ہند میں تقریباً دس کروڑ ہیں لیکن ہماری غفلت، حماقت، دہن، فشل اور افتراق وانتشار نے اس کثرت عدد کے باوجود ہم کو مفلوج بے جان یا نیم جان کر کے چھوڑ دیا ہے۔ قرون اولی کے مسلمانوں کی قوت ایمانی اور جذبہ اسلامیت سے اگر موازنہ کیا جائے تو شاید ہم ستر کروڑ کا مجموعہ ان کے ستر افراد کے ہموزن بھی نہ نکل سکے۔ ہندوستان ہی میں دیکھ لیجئے جس پر ہم نے صدیوں تک حکومت کی اور جہاں ہم اب تک محمد بن قاسم، محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری وغیرہ کے ناموں پر فخر کرتے رہتے ہیں آج ہماری حالت اس بر کوچک میں کیا ہے۔

ہم یہاں ہر طرح لٹے ہوئے اور پامال کئے ہوئے ہیں۔ کسی شعبہ زندگی میں بھی ہمارا اقتدار امتیاز باقی نہ رہا۔ اسلامی حکومت کے خاتمہ کے ساتھ ہمارے سیاسی اقتصادی تمدنی اور اخلاقی نظام سب تباہ ہو گئے۔ نسلی قبائلی طبقاتی اور مذہبی تعصبات اور تنگ نظریوں نے ہماری قبائے قومیت کو تار تار کر دیا۔ "سامراج" کے علمبرداروں اور رام راج کے طلبگاروں نے مل کر ہمارے اجتماعی نظام کا شیرازہ بکھیر دیا۔ نہ مادی طاقت ہمارے ہاتھ میں رہی نہ روحانی قوت کا ذخیرہ محفوظ رہ سکا۔ ہم اپنے جس گوشہ زندگی پر نظر ڈالتے ہیں وہ ہی کیفیت ہو گئی کہ:

"تن ہمہ داغدار شد پنبہ کجا کجا نہم"

ہنگامہ ۵۷ء کے بعد ایسی بری طرح ہم کو کچلا گیا کہ مدت تک موت کی سی بے ہوشی سارے ملک پر طاری رہی۔ کچھ افاقہ ہوا تو چاروں طرف مایوسی کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ مایوسی کے بعد حکومت کے سامنے چاپلوسی اور خوشامد کا دور آیا۔ پھر مدت کے دبے ہوئے جذبات کچھ ابھرنے شروع ہوئے، یہاں کے حاکموں نے جب دیکھا کہ موت کی نیند سونے والے کچھ کروٹیں بدلنے اور جھرجھری لینے لگے ہیں تو انہوں نے معروضات اور گزارشات پیش کرنے کا راستہ سمجھا دیا۔ مبادا یہ تازہ حرکت اٹھتے ہوئے جذبات اور بیدار کن احساسات کے نکلنے کا کوئی دوسرا خطرناک راستہ اختیار کرلے۔ معروضات سے گزر کر اول نرم پھر گرم لہجہ میں مطالبات کا آغاز ہوا۔ تا آنکہ پہلی جنگ

عظیم کے ختم ہونے پر مسلمانوں کے سامنے خلافت اسلامیہ کے زوال نے ایک نئی اور زوردار تحریک کھڑی کردی۔ تحریک خلافت کا سیلاب اس جوش و خروش سے امڈا، جس کی نظیر اس سے پہلے کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ ملک کا گوشہ گوشہ خلافت اور ترک موالات کے نعروں سے گونج اٹھا۔ یوں کہئے کہ ۵۷ء کے بعد سے اس قدر ہمہ گیر شجاعانہ گرمجوش اور بے پناہ مظاہرہ یہاں کے زمین و آسمان نے نہ دیکھا تھا۔

مسلمانوں نے اس خالص اسلامی مقصد کی خاطر عظیم الشان جانی ومالی قربانیاں پیش کیں۔ قدرتی طور پر کچھ حالات اس دوران میں ایسے پیش آگئے کہ ہمسایہ اقوام بھی ہمارے ساتھ رل مل گئیں اور نام نہاد انڈین نیشنل کانگرس نے موقع غنیمت دیکھ کر اس نیم مذہبی اور نیم سیاسی تحریک کو اپنالیا۔ کوئی ہوش مند باخبر اور ذی انصاف آدمی انکار نہیں کرسکتا کہ سمندر کی طوفانی موجوں کی طرح امنڈتے ہوئے مسلمانی جوش و ایثار نے ہی اس وقت کانگرس کے قلب میں روح حیات پھونکی اور برطانوی قہرمانیت کا خوف وہراس عام پبلک کے دلوں میں سے نکالا۔ اب لوگوں کو جیل بلکہ پھانسیوں کا ڈر بھی خوفزدہ نہ کرتا تھا بلکہ بڑی حد تک یہ چیزیں مفاخر میں شمار ہونے لگیں۔ یہ بہت بڑا فائدہ تھا جو اس تحریک سے ملک کو حاصل ہوگیا، یہ رلی ملی سیاست بدون کسی تمیز و تخصیص کے کچھ عرصہ تک چلتی رہی۔

شاطران بساط حکومت بھی اس سے غافل کب ہوسکتے تھے۔ وہ بھی اس کے توڑ کے لئے نئے جال بچھاتے رہے۔ بہادر مسلمان کی سادہ دلی اور عیار ہندو کی تنگ نظری اور بنیا ذہنیت کو وہ خوب سمجھتے تھے۔۔۔۔ آخر کبھی شدھی کبھی سنگھٹن اور کبھی نہرو رپورٹ جیسی افتراق انگیز اور اشتعال آمیز تحریکات و تجاویز سے یہاں کے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا۔ دریائے سیاست کا یہ جزرومد برابر تھوڑے تھوڑے وقفہ سے جاری رہا۔ تاآنکہ ایکٹ ۳۵ء کے ماتحت انتخابات ۳۷ء کے بعد ہندوستانی وزارتیں بن گئیں گویا ہندو کو اب موقع ہاتھ آگیا کہ اپنے صوبوں میں خود غرضی تنگ نظری اور اپنے ان ناپاک خواہشات و عزائم کا زور و قوت سے مظاہرہ کرے جو ابھی تک ذرا مستور تھے اور کبھی کبھی بطور مکروکید بروئے کار آئے تھے۔

کانگرس کی ڈھائی سالہ وزارتوں میں جو دردناک سفاکانہ اور وحشیانہ مظالم مسلمانوں پر کئے گئے میں ان کی تفصیل کی ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ وہ مدت سے منظر عام پر آچکے ہیں اور "ڈان" نیز "منشور" کے پچاس ساٹھ نمبروں میں مسلسل شائع کئے گئے ہیں۔

"وارد ھا اسکیم" اور "ودیا مندرا سکیم" کو آپ بھولے نہ ہوں گے جن کی مذمت تمام

مسلم جماعتوں نے متفقہ طور پر کی مگر مسلمانوں کے دین واخلاق کو نقصان پہنچانے اوران کی تاریخ کو بھلادینے والی یہ اسکیمیں سب مل کر بھی کانگریس وزارتوں سے منسوخ نہ کراسکے۔ مسلمانوں نے آخر سمجھ لیا کہ جب ہندو کا نشہ حکومت وزارتی اقتدار میں اس قدر تیز ہے تو آزاد حکومت میں کیا کچھ نہ ہوگا، انہوں نے طے کرلیا کہ ہندوستان کے سیاسی مسئلہ پر از سر نو غور کیا جائے اور اونچ ذات اکثریت کے بل بوتہ پر پورے ملک میں جو اقتدار حاصل کرنا چاہتا ہے اس سے آزاد رہنے کی کوئی تدبیر سوچی جائے۔

کیا کوئی حساس مسلمان اپنی خوشی سے یہ منظور کرسکتا ہے کہ دس کروڑ فرزندان اسلام انگریز کی جگہ ہندو کے غلام بن کر رہیں یا انگریز ہندو کی ڈبل غلامی کو ہمیشہ کے لئے قبول کرلیں۔

مسلمانوں کی سب سے بڑی سیاسی جماعت آل انڈیا مسلم لیگ نے ان تمام خطرات و عواقب کا اندازہ لگاکر جو زمانہ ماضی کی رلی ملی سیاست سے پیدا ہوسکتے تھے، آخرکار آپ کے اس تاریخی شہر میں دوٹوک فیصلہ کرلیا کہ جس طرح ہندو مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں لہذا ان کی سیاست اور مرکز حکومت بھی الگ الگ رہنا چاہئے انہوں نے اپنے سب سے بڑے ہادی اور دنیا کے سب سے بڑے مصلح اور خداوند قدوس کے سب سے بڑے پیغمبر کی سیرت طیبہ پر ایک نظر ڈالی جو ہم مختصراً اس خطبہ کے آغاز میں آپ کو سنا چکے ہیں۔ اس کی صاف روشنی میں وہ سمجھ گئے کہ ہندوستان کے اس بر کوچک میں سے ہم کو ایک ایسا خطہ حاصل کرلینا چاہئے جو نسبتاً چھوٹا اور محدود ہی کیوں نہ ہو، مگر وہاں ہم پوری آزادی کے ساتھ اپنے آسمانی قوانین کے موافق اپنے مذہب اپنے علوم و معارف اپنی تاریخی روایات قومی خصائص اور تہذیب و معاشرت کی حفاظت کرسکیں اور اللہ سبحانہ وتعالی کی توفیق و دستگیری سے اس بے مثال قانون عدل و حکمت کا کوئی چھوٹا سا نمونہ قائم کرکے دنیا کو دکھلادیں کہ قرآن کی حکومت جبر واستبداد اور ظلم و ستم کی حکومت نہیں بلکہ وہ تمام اقوام اور بندگان خدا کے لئے انصاف رواداری رحمت ورافت اور امن وسلام کا پیغام ہے۔

خوش نصیبی سے خود قدرت نے ہندوستان میں آبادی کی تقسیم ایسے نہج پر کردی ہے کہ ہمارے مروجہ اصول سیاست کے موافق ایسے خطہ کا حاصل ہوجانا ممکنات سے ہے یعنی مسلم اکثریت والے صوبوں میں ایک ایسا مرکز قائم ہوسکتا ہے جہاں آزادی حاصل ہونے پر مسلمان اپنے نیک عزائم اور قومی رجحانات کو فروغ دے سکتے ہیں۔ اور وہ ایک ایسی طاقت حاصل کرسکتے ہیں جو نہ صرف ان مسلم صوبوں میں ان کی آزادی کی ضامن ہوگی بلکہ اپنی اس اقلیت کے تحفظات کا بھی اچھا انتظام کرسکے گی جو ہندو اکثریت والے صوبوں میں آباد رہے گی اس آزاد اسلامی خطہ کو آج پاکستان

کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

ہاں جس طرح آپ ایک بوسیدہ بے حیثیت پھٹے پرانے کپڑے کا ذرا سا ٹکڑا یا ذرا سی کترن بزاز کی دوکان پر بطور نمونہ پیش کر کے فرمائش کرتے ہیں کہ اس کپڑے کا ایک بڑا قیمتی تھان نکال دو۔ حالانکہ اس تھان اور اس کترن میں کچھ بھی نسبت نہیں ہوتی۔ ایسے ہی ہم ایک ادنیٰ اور حقیر نمونہ کی حیثیت میں ہندی پاکستان کا ذکر کرتے وقت اس اعلی مدنی پاکستان کا ذکر کرتے ہیں۔ آخر ہم اپنے تمام وظائف شرعیہ مثلاً نماز حج وغیرہ کو اس وقت معتبر و مستند سمجھتے ہیں جب وہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوں تو کیا ایسا کہنے سے کوئی شخص گمان کر سکتا ہے کہ ہماری نمازیں اور عبادتیں اس درجہ اور اس مرتبہ کی ہونگی جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو حاصل تھا۔ ظاہر ہے کہ ہماری سینکڑوں برس کی عبادتیں بھی آپ کے ایک مرتبہ سبحان اللہ فرمانے کے برابر نہیں ہو سکتیں لیکن موضع استدلال میں تو ہر چیز کے لئے قرآن وسنت کی سند ہی پیش کی جاتی ہے۔ بہر حال عامہ مسلمین نے ایک قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ ہندوستان نے ایک قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ کو پاکستان بنایا جائے جو اسلامی ثقافت و دیانت اور سیاست و حکومت کا آزاد مرکز ہو۔

پھر جس طرح رات کی تاریکی آہستہ آہستہ کم ہوتی اور دن کی روشنی بتدریج پھیلتی ہے یا جس طرح ایک پرانا مریض دھیرے دھیرے صحت کی طرف قدم اٹھاتا ہے دفعۃً وبغتۃً بیماری سے چنگا نہیں ہو جاتا۔ اس طرح پاکستان ہماری قومی صحت اور مکمل ترین آزادی کے نصف النہار کی طرف تدریجی قدم اٹھائے گا۔

آخر مدینہ کا اعلی پاکستان بھی تو اپنے عظیم الشان مرتبہ کے موافق بتدریج ہی حد کمال کو پہنچا تھا شروع میں مکہ سے خاص خاص صحابہؓ مدینہ تشریف لے گئے جنہوں نے سطح ہموار کی۔ آج ہندی پاکستان کے لئے بھی اکثر غیر پاکستانی مسلمان آکر مقامی برادران اسلام کے تعاون سے اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

یہ غیر پاکستانی بے شک ترک وطن کر کے نہیں آئے اور وہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے قیام سے ہم کو براہ راست وہ نفع نہیں پہنچے گا جو پاکستانی مسلمانوں کو پہنچ سکتا ہے، پھر بھی وہ اپنی قوم کے دو تہائی سے زیادہ افراد کی آزادی میں ساعی ہیں اور اس کے لئے تدبیریں اور دعائیں کرتے ہیں، گویا وہ زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ جس طرح مکہ کے مہاجرین کرام آخر مکہ کے مستضعفین کو وہیں چھوڑ کر اور اللہ کے سپرد کر کے چلے آئے تھے اور اپنے معابد وغیرہ کو بھی ساتھ نہ لے

جا سکتے تھے۔

آپ لوگ بھی ہم سے تھوڑی دیر کے لئے قطع نظر کر کے مکمل آزادی حاصل کر لیں۔ کیا بعید ہے کہ جیسے مدینہ کا پاکستان انجام کار فتح مکہ پر منتہی ہوا اور سارے جزیرۃ العرب کو اس نے پاکستان بنا دیا اسی طرح یہ ہندی پاکستان بھی اللہ کے فضل و رحمت سے وسیع تر ہوتا چلا جائے۔ بلکہ ممکن ہے کہ پاکستان کے طرز حکومت اور اس کے منصفانہ و فیاضانہ رویہ کو دیکھ کر خود ہندوستان یہ خواہش کرنے لگے کہ ہمارے ہاں بھی اسی پاکستانی نوع کی حکومت قائم ہو جائے۔ **وماذالك على الله بعزيز**

کہا جاتا ہے کہ کانگریس نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کو داخلی حیثیت سے کامل حق خود ارادیت حاصل ہوگا اور نیز یہ بھی کہ جو صوبے چاہیں وہ آل انڈیا یونین سے الگ ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ ان ہی صوبوں سے مسلم لیگ پاکستان بنانا چاہتی ہے، جب ان کا حق خود ارادیت تسلیم کر لیا گیا اور یہ بھی کہ جب یہ چاہیں تو الگ ہو جائیں پھر اب اس اصرار کی کیا ضرورت ہے کہ پاکستان کو ایک جداگانہ آزاد اور خود مختار اسٹیٹ کی حیثیت سے اس وقت تسلیم کیا جائے، مسلم لیگ یہ کیوں نہیں کرتی کہ اب کانگرس کے ساتھ شریک ہو کر ہندوستان کو برطانوی تسلط سے آزاد کرنے کے لئے جدوجہد کرے اور جب ہندوستان آزاد ہو جائے تو مسلم اکثریت کے خود اختیار صوبوں کو آل انڈیا یونین سے الگ کر لے۔ اگر مسلم لیگ کو یہ خوف ہے کہ اس وقت ہندو مسلم اکثریت کے صوبوں کو الگ نہیں ہونے دیں گے اور وہ ہندوؤں کو اتنا طاقتور سمجھتی ہے کہ وہ ایسا کر سکیں گے تو پھر اگر اس وقت پاکستان کا ایک جداگانہ حکومت کی حیثیت سے اعلان بھی ہو جائے تو ہندوستان سے انگریزوں کے چلے جانے کے بعد مسلمان پاکستان کی حفاظت نہ کر سکیں گے۔ مسلم لیگ کے اس اصرار پر کہ اس وقت پاکستان کے اصول کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا جائے اور کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل نہ کرنے سے مخالفین پاکستان کو یہ بدگمانی ہے کہ مسلم لیگ پاکستان اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے ہندوستان میں تیسری طاقت یعنی حکومت برطانیہ کے تسلط کی خواہش کرے گی۔

کانگریس نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کو داخلی حیثیت سے کامل حق خود ارادیت ہوگا اور اگر وہ چاہیں تو تمام ہندوستان کی مرکزی یونین سے علیحدگی کا بھی اس کے معنی کیا ہوئے اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہندوستان میں پہلے ایک یونین یا فیڈریشن کے ماتحت حکومت قائم ہوگی۔ اختیار حکومت برطانیہ سے اس یونین کو منتقل ہوگا یعنی مجموعی طور پر پورے ہندوستان

کو کامل یا زیر سایہ حکومت برطانیہ آزادی حاصل ہو گی۔ اس یونین کے ماتحت مسلم اکثریت کے صوبوں کو داخلی حق خود ارادیت حاصل ہو گا بالکل اس طرح جیسے برطانوی نو آبادیات آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ کو دولت مشترکہ برطانیہ کے اندر داخلی آزادی حاصل ہے اور آئین ویسٹ منسٹر کی رو سے برطانوی سلطنت سے علیحدگی کا حق بھی۔ لازماً اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ مسلم اکثریت کے صوبے کچھ عرصہ آل انڈیا یونین کے اندر رہ کر تجربہ کریں کہ آیا وہ آزادی کے ساتھ اور مرکز کی مداخلت کے بغیر معاملات سرانجام دے سکتے ہیں یا نہیں۔

جب یہ ثابت ہو کہ مرکزی مداخلت مسلمانوں کو ان کی منشاء کے مطابق حکومت نہیں کرنے دیتی تب وہ مطالبہ کریں کہ ہم مرکزی وفاق سے الگ ہونا چاہتے ہیں اس وقت صورت حال کیا ہو گی یہ کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کی علیحدگی کے حق کے نفاذ کی منظوری اور نفاذ مرکزی فیڈرل گورنمنٹ کے اختیار میں ہو گا اور اس مرکز کے پاس فوج ہو گی۔ مسلم اکثریت کے صوبوں کے پاس جو داخلی طور پر خود اختیار ہونگے فوج نہیں ہو گی۔ یہ فیڈرل گورنمنٹ مسلم اکثریت کے ان صوبوں کی ان وجوہ کو غلط قرار دے کر جن کی بناء پر وہ علیحدگی چاہیں گے اپنی عسکری قوت کے دباؤ سے مسلم اکثریت کے صوبوں کا یہ مطالبہ مسترد کر دے گی اور اگر وہ اس پر اصرار کریں گے تو فوج کے اختیار میں ہو گا اور اس مرکز کے پاس فوج ہو گی۔ مسلم اکثریت کے صوبوں کے پاس جو داخلی طور پر خود اختیار ہوں گے فوج نہیں ہو گی۔ یہ فیڈرل گورنمنٹ مسلم اکثریت کے ان صوبوں کی ان وجوہ کو غلط قرار دے کر جن کی بناء پر وہ علیحدگی چاہیں گے اپنی عسکری قوت کے دباؤ سے مسلم اکثریت کے صوبوں کا یہ مطالبہ مسترد کر دے گی اور اگر وہ اس پر اصرار کریں گے تو فوج کے ذریعہ ان کی سرکوبی کی جائے گی۔

کانگرس نہیں کہتی۔ مسٹر گاندھی نہیں کہتے۔ اس کا کوئی ہندو لیڈر دعوئ نہیں کرتا کہ وہ اسلحہ سے جنگ کر کے انگریزوں سے ہندوستان کا اختیار حکومت چھیننا چاہتے ہیں۔ کانگرس کی تمام جدوجہد اور تحریک ایک طرح کا آئینی ایجی ٹیشن ہے - سول نافرمانی بھی اس سے زیادہ نہیں کہ کانگرس کی ہر تحریک برطانیہ کی خدمت میں معروضات سے شروع ہوتی ہے۔ یہ لہجہ گرم ہوتا ہے یہ ہمیں تسلیم ہے مگر وہ ہوتا ہے معروضہ ہی اور ہر تحریک کا انجام بھی معروضات ہی پر ہوتا ہے۔ "کوئٹ انڈیا" یعنی تخلیہ ہند کا ریزولیشن بھی مطالبہ ہی تھا جو بات سخت لہجے میں کہی جائے وہ مطالبہ۔ جو نرم لہجے میں کہی جائے وہ معروضہ ہے اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ جاپان کی قوت کے بھروسہ پر تھا۔ کانگریسی حکومت برطانیہ سے اختیار مانگتے ہوئے جیل گئے اور اختیار مانگتے ہوئے جیل

سے نکلے ان کا یہ تنزل البتہ ساری دنیا نے دیکھا ہے کہ "تخلیہ ہند" کا مطالبہ کرتے ہوئے گئے اور عارضی حکومت کے لئے انہوں نے شملہ میں لارڈ ویول کے قدموں پر سر رکھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انگریزوں کو ہندوستان سے بزور دفع کرنے کا نہ ارادہ ہے اور نہ اس کا سامان ہے لہذا ہندوستان کو کامل یا نیم آزادی اگر ملنے والی ہے تو وہ انگریزوں کے دینے سے ملے گی اور انگریز ہی یہ اختیار اور آزادی کچھ ہندوستانیوں کے ایجی ٹیشن سے پریشان ہو کر کچھ بین الاقوامی سیاسی حالات اور بین الاقوامی رائے عامہ سے متاثر ہو کر دیں گے۔ اگر یہ ہوتا کہ فوجیں بھرتی ہو رہی ہوتیں اسلحہ اور سامان حرب کا انتظام ہوتا اور انگریزوں سے کھلے میدان جنگ کر کے ہندوستان کی آزادی حاصل کی جاتی تو بلاشبہ مسلمانوں کو اس کی ضرورت نہ تھی کہ وہ ایسے حقوق اور مفاد کے متعلق پہلے ہندوؤں سے کوئی سمجھوتہ یا پاکستان کا اصول تسلیم کرنے کا مطالبہ کرتے وہ تو زیادہ سے زیادہ فوجوں کی تنظیم کرتے زیادہ تعداد میں اور بہتر مسلم فوجیں اس کی ضمانت ہوتیں کہ ہندوستان میں مسلمان آزاد ہونگے اور ہندوان کے ساتھ ناانصافی نہیں کریں گے۔

جب صورت حال یہ ہے کہ ہندوستان کو جو کچھ ملنے والا ہے وہ برطانوی پارلیمنٹ کے قانون سے ملے گا تو مسلمانوں کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ ہندو اکثریت کو اس کا موقع دیں کہ ہندوستان کی خدمت کا اختیار و اقتدار اس کے حق میں منتقل ہو اور پھر مسلمانوں کو اس ہندو اکثریت سے معروضات کرنی پڑیں۔ اس کے خلاف ایجی ٹیشن کرنا پڑے اور ہندو اکثریت مسلمانوں کے ساتھ اس طرح پیش آئے جس طرح برطانیہ ہندوستانیوں کے ساتھ پیش آرہی ہے اس کی کون سی وجہ ہے کہ مسلمان یہ مطالبہ نہ کریں------کہ پہلے ہندوستان کی تقسیم اور آزاد و خود مختار پاکستان کا اصول تسلیم کیا جائے اور جب برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کو اختیار حکومت منتقل ہو تو ہندوستان کے دونوں علاقوں میں بیک وقت انتظامی عدالتی اور دفاع و تحفظ کے نظامات قائم ہوں۔ اس صورت میں ہندوؤں کی کیا مجال ہے کہ پاکستان کی آزادی سلب کرنے کا خیال بھی دل میں لائیں۔ ہندوستانی انگریزوں سے کیوں آزادی حاصل نہیں کر سکتے کیا اس کے سوا کوئی دوسری وجہ ہے کہ انگریزوں کے پاس طاقت اور فوج ہے ہندوستانیوں کے پاس نہیں ہے اور برطانیہ کی طاقتور فوج کی موجودگی میں ہندوستانیوں کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنی فوج بھرتی کریں اور اس کی تنظیم کریں۔ مسلم لیگ یہ حماقت کرنے کے لئے تیار نہیں کہ پہلے آل انڈیا یونین کو جس میں ہندوؤں کی اکثریت ہوگی ہندوستان کا اختیار حکومت دلادے اس کی فوجیں مرتب کرادے اور اس کے مقابلے میں مسلم اکثریت کے صوبوں کی وہی حیثیت کردے جو برطانیہ کے مقابلہ میں تمام

ہندوستان کی ہے آزادی کی حفاظت فوج اور اسلحہ جنگ سے ہوتی ہے تعلیوں اور شیخیوں سے نہیں ہوتی۔

اب آخر بطور تتمیم فائدہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے ایک مخلص دوست کی وہ تحریر لفظ بلفظ نقل کردوں جو اس نے بہار سے مجھے لکھدی تھی اور جس میں اکثر پیش آنے والے شبہات کو مختصر پیرایہ میں سمیٹ لیا گیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :۔

"مسلمانوں کے موجودہ تشتت وافتراق کو دیکھ کر سخت تذبذب ہے کہ ہم لوگوں کو کون سا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ مسلمانوں کو جمعیۃ علماء اسلام اور لیگ کی تجویز کے مطابق مطالبہ پاکستان کا ساتھ دینا چاہئے۔ یا جمعیۃ علماء قدیم کی متحدہ حکومت دوسرے پاکستان۔ جہاں تک ہم لوگوں نے غور فکر کیا اس نتیجہ پر پہنچے ہیں ----- کہ پاکستان کی صورت میں مسلمانوں کے کئی نقصانات ہیں جو درج ذیل ہیں :۔

پاکستان کی صورت میں مسلم اکثریت والے صوبے اکثریت والے صوبوں سے کٹ کر نہایت خطرناک اقلیت میں ہوجائیں گے۔ ہندو رام راج کے منصوبے گانٹھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ بہار و مدراس وغیرہ کے مسلمانوں کی مذہبی آزادی کو بتدریج سلب کرلیں گے اور ہندوستان میں رام راج کا بول بالا ہوگا۔ تین کروڑ مسلمانوں کی مذہبی موت ہوگی۔ پانچ کروڑ مسلمانوں کے مفاد کے لئے تین کروڑ مسلمانوں کو اس طرح کفار کے حوالہ کردینا شرعاً جائز نہ ہوگا۔ ہجرت وغیرہ کی تجویز محض مہمل اور ناممکن العمل ہے۔ تین کروڑ مسلمانوں کی کھپت کہیں نہ ہو سکے گی۔ ہجرت کا ایک دفعہ تلخ تجربہ بھی مسلمانوں کو ہوچکا ہے جو عبرت کے لئے کافی ہے۔ ارباب لیگ کا یہ کہنا کہ اگر "مسلم اقلیت پر ظلم ہوگا تو مسلم اکثریت کے صوبوں میں ہندوؤں سے اس کا بدلہ لیں گے" محض طفلانہ بات ہے جو عقل وشرع کے خلاف ہے مدبرین کو تو ایسی باتیں بھول کر بھی نہ کرنی چاہئیں۔ اگر اکثریت والے صوبوں میں قرآنی حکومت ہو تو بھی خیر غنیمت تھا مگر ہندوؤں کی اقلیت ایسی نہیں جیسی مسلمانوں کی ہے بلکہ بعض صوبوں میں انکی تعداد تقریباً مساوی ہے لہذا ان کے مساویانہ حقوق ہونگے۔ انکی مساوی نشستیں اور ملازمتیں ہونگی تو اس طریق حکومت کو حکومت اسلامیہ کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ علاوہ بریں پاکستان ابھی تو یقیناً زیر سایہ برطانیہ ہوگا پھر کافر کی سرپرستی میں قرآنی حکومت کا قیام چہ معنی دارد یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ غرض پاکستان کی صورت میں پنجاب و بنگال وغیرہ میں قرآنی حکومت تو نہیں ہوگی مگر سی پی و مدراس میں رام راج ضرور ہو کر رہے گا اور وہاں کے ہندو شعائر اسلامیہ کو پامال کریں گے اور مسلمانوں پر بدترین غلامی مسلط ہو جائے گی۔

معدنی اشیاء زیادہ تر ہندوستانی خطوں میں پائی جاتی ہیں۔ پاکستانی علاقوں میں بہت کم ہیں اور یہ ہی علاقے زراعتی و صنعتی اعتبار سے ممتاز ہیں لہذا پاکستان کے مسلمان اقتصادی اعتبار سے دن بدن کمزور ہوتے جائیں گے کیونکہ ہندوستان سے ان کو سروکار ہی نہیں ہوگا پاکستان ہو جانے پر سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ انگریزوں کا قدم ہمیشہ کے لئے ہندوستان میں جم جائے گا۔ تاریخ شاہد ہے کہ تفریق اور باہمی نزاع ہی نے ہندوستان میں انگریزوں کو بڑھنے اور پنپنے کا موقع دیا ہے۔ پاکستان کی بنیاد ہی تفریق و تقسیم پر ہے۔ برٹش مہاراج کو ہندوؤں اور مسلمانوں کو لڑانے کا اچھا موقع مل جائے گا۔ اور ہمیشہ درپردہ شکار کھیلا جائے گا۔ دونوں قوموں میں تصادم ہوتا رہے گا عصبیت لازماً پیدا ہوگی۔ کبھی یہ لوگ متحد ہونگے نہ ہندوستان کی مکمل آزادی کا خواب شرمندہ تعبیر ہوگا بلکہ چند سال بعد ہندوستانیوں کو نااہل ٹھہرا کر انکی آزادی چھین لی جائے گی۔ ہندوستان بدستور غلام رہ جائے گا۔ ممالک اسلامیہ بھی برطانیہ کے پنجہ استبداد سے نہ نکل سکیں گے۔ حالانکہ آزادی خواہ مسلمانوں کا مطمح نظر صرف ہندوستان ہی کی آزادی نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کی آزادی مد نظر ہے۔

برما کی تفریق مویدین پاکستان کی عبرت کے لئے کافی ہے کہ برمیوں نے وطنی عصبیت پیدا ہو جانے پر ہندوستانیوں کے ساتھ کیسا برا سلوک کیا۔ پاکستانی حکومت کا زمام اختیار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہوگا جو دین و مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے۔ جن لوگوں نے اسمبلی میں جاکر سول میرج ایکٹ اور اس جیسے دوسرے لعنتی قوانین کو مسلمانوں پر مسلط کیا۔ اگر پاکستانی علاقوں کے ایسے نام نہاد مسلمان ایسے ہی خلاف شرع قوانین کا نفاذ کرتے رہے تو اس پاکستان سے اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا۔

کانگریس کی موجودہ حکومت کی صورت میں گو من حیث المجموع مسلمان اقلیت میں ہوں گے مگر ایسی خطرناک اقلیت نہ ہوگی جیسی پاکستان کی صورت میں صوبہ جات سی۔ پی و مدراس وغیرہ میں ہو جاتی ہے، پھر مسلمانوں کی حیثیت فریق کی ہوگی محکوم کی نہ ہوگی اپنے حقوق کا تحفظ کر سکیں گے۔ جمعیۃ علماء ہند کا مطالبہ تو یہ ہے کہ مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی نشستیں مساوی کردی جائیں یعنی ۴۵ فیصد ہندو ۴۵ فیصدی مسلمان اور ۱۰ فیصدی دیگر اقوام اس صورت میں مسلمانوں کی اکثریت والے صوبوں میں مسلمانوں کا اقتدار بھی ہو جاتا ہے اور من حیث المجموعہ مسلمانوں کے محکوم ہونے کا خطرہ بھی دور ہو جاتا ہے۔ بتدریج مکمل آزادی کے لئے بھی راستہ صاف نظر آتا ہے۔ ممالک اسلامیہ بھی برطانیہ کے دستبرد سے نجات پاسکیں گے اگر یہ شبہہ ہو کہ اچھوت وغیرہ مل ملا کر پھر مرکز میں ہندوؤں کی اکثریت رہے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اچھوت اور سکھ ہندوؤں

سے قریب تر ہیں تو پارسی اور عیسائی اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے زیادہ مانوس ہیں اپنے مفاد کی خاطر مسلمان بھی ان اقوام کو اپنانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔

دریافت طلب یہ ہے :۔

۱۔ کہ جمعیۃ علما جدید اور لیگ اگر واقعی آزادی خواہ جماعتیں ہیں جو جمعیۃ علماء ہند کی اس زریں تجویز کا کیوں ساتھ نہیں دیتیں۔

۲۔ کیا اگر کانگریس جمعیۃ علماء کی ۴۵ فیصدی والی تجویز کو منظور کر لے اور اس کا باضابطہ اعلان ہو جائے تو لیگ اور جدید جمعیۃ اس کا ساتھ دے گی یا نہیں۔

۳۔ کیا لیگ ہائی کمانڈ نے جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ اس قسم کا کوئی معاہدے کیا ہے کہ شرعی امور میں علماء کی طرف رجوع کریں گے۔

۴۔ اگر کوئی معاہدہ اس قسم کا نہ کیا ہے تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ الیکشن کے بعد لیگ ہائی کمانڈ جمیعۃ علماء اسلام سے اس طرح منحرف نہ ہو جائے گی جس طرح ۳۷ء کے بعد جمیعۃ علماء قدیم کے ساتھ نقض عہد کیا۔

اگر ارباب لیگ نے جمیعۃ اسلام سے کوئی اس قسم کا معاہدہ کر لیا ہے تو اس کا باضابطہ اعلان ہونا چاہئے ممکن ہے کہ اس اعلان کے بعد قدیم و جدید جمعیتوں میں اختلاف باقی نہ رہے اور دونوں ایک ہی مرکز پر آجائیں۔

ہمارا جواب

اس تحریر کا جواب میری طرف سے حسب ذیل لکھا گیا ہے۔

پاکستانی تجویز اور جمعیۃ علماء کے فارمولا کا فرق سمجھنے کے لئے اولاً یہ ملحوظ رہے کہ ہر مسلم اکثریت والے صوبے کا پاکستان علیحدہ نہیں بنے گا بلکہ پانچ چھ صوبوں کا ایک ہی پاکستان ہوگا۔ اس لئے پاکستان پر بحث کرتے وقت ہر صوبے کے جداگانہ اعداد و شمار اور ان کی اکثریت و اقلیت کی بحث بیکار ہے۔ اب یہ سمجھئے کہ صحیح تحقیق کے موافق پاکستانی صوبوں میں مجموعی تعداد مسلمانوں کی سات کروڑ بیس لاکھ ہے۔ ہم تنزلاً سات کروڑ ہی فرض کئے لیتے ہیں اور غیر مسلم آبادی پاکستان میں ڈھائی اور تین کروڑ کے درمیان ہے۔ اس کو بڑھا کر پورے تین کروڑ مان لیجئے۔ پس مجموعی حیثیت سے مسلم اور غیر مسلم میں سات اور تین کی نسبت ہوگی گویا ستر فیصدی مسلمان اور تیس فیصدی غیر مسلم، اور اگر اس قسم کے حسن ظن سے کام لیا جائے جو جمیعتی فارمولا کی تقدیر پر آپ

نے استعمال کیا ہے تو کیا بعید ہے کہ عیسائی بوجہ اہل کتاب ہونے اور سکھ جو کہ موحد ہونے کے اور اچھوت ہندو دھرم کے مقابلہ میں اسلامی مساوات و رواداری نیز پاکستان میں مسلم غلبہ کو دیکھ کر ہماری طرف آجائیں ادھر آدی باسی قوم کے کروڑوں افراد اسلام سے قریب تر اور پاکستان کے حامی ہونے کی بناء پر مشرقی حصہ پاکستان میں شامل ہو جائیں پھر تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ بہر حال میں سیاسی معاملات میں اس قسم کی خیال آرائیوں کو چھوڑ کر تمام غیر مسلم قوموں کا " **الکفر ملة واحدة**" کے مطابق ایک ہی پلان فرض کئے لیتا ہوں تب بھی ستر مسلم اور تیس غیر مسلم فیصدی کا تناسب رہے گا در آں حالیکہ آپ کے بیان کردہ جمیعتی فارمولا کے مطابق سارے ہندوستان کی مرکزی حکومت میں ۴۵ مسلم اور ۵۵ غیر مسلم رہتے ہیں۔

یہ چیز عجائب دہر میں سے ہے کہ ہم ستر فیصدی رہتے ہوئے تو خسارہ میں رہتے ہیں اور جب ۴۵ فیصدی ہو جائیں تو فلاح و کامرانی کے خزانوں کی گویا سب کنجیاں ہمارے ہاتھ میں آجاتی ہیں نیز ہماری صوبجاتی قلیل اکثریت جو آپ کے نزدیک غیر موثر اور ناقابل اعتداد ہے متحدہ حکومت کی صورت میں کس طرح موثر بن جائے گی جبکہ اوپر مرکز میں بھی ہم اقلیت میں ہونگے اگر مسلم صوبجات میں وہ اقلیت بے اثر ہی رہی تو صوبوں کی آزادی کا مطلب جمیعتی فارمولا کی بناء پر کیا ہوا۔ کیا کوئی عاقل اسے باور کر سکتا ہے کہ ہماری صوبجاتی تھوڑی سی اکثریت ایک ایسے مرکز کے ماتحت آجائے جہاں ہم ۴۵ فیصدی رہ جاتے ہیں تو وہ نہایت محفوظ اور کار آمد ہو جاتی ہے پھر اس پینتالیس فیصدی کو بھی اس خطرہ سے مامون نہ سمجھئے کہ بہت سے مسلمان اس وقت بھی ایسے نکل سکتے ہیں جو محض اپنے ذاتی اغراض و مفاد کی خاطر ہندوؤں کی دولت تنظیم اور اکثریتی حاکمانہ تفوق سے مرعوب و متاثر ہو کر ادھر سے چلے جائیں جب کہ بحالت راہنہ ہندو حکومت کے فقدان کے باوجود ایسا مشاہدہ کیا جارہا ہے۔

رہا یہ سوال کہ قیام پاکستان کی صورت میں ان دو ڈھائی کروڑ مسلمانوں کا کیا بنے گا جو ہندو اکثریت کے ماتحت رہیں گے، تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح ہم کو اپنی اس اقلیت کی فکر ہے، ہندوؤں کو تین کروڑ ہندو اقلیت کے تحفظ کا کوئی احساس نہ ہوگا جو پاکستان میں آباد ہوگی۔ اصل یہ ہے کہ تحفظ اقلیت کے اس دو طرفہ احساس اور پورے ملک کے مشترک دفاعی مسائل کی فکر ہی قدرتی طور پر وہ بنیاد ثابت ہوگی جس پر مضبوط معاہداتی سسٹم کے تحت دونوں قوموں کے عملی اتحاد واشتراک کی عمارت قائم کی جائے گی اور باہمی تعاون سے مشترک فوائد حاصل کرنے اور مشترک مضار کو دور کرنے کے راستے نکلتے چلے آئیں گے۔ پاکستان میں ہم غیر مسلم اقلیتوں کو جس قسم کی

مراعات کھلے دل سے دیں گے ہم توقع رکھیں گے کہ اس قسم کی مراعات ہندوستان میں ہمارے مسلم بھائیوں کو ملیں۔ ہم پاکستان کا تحفظ اس لئے کر رہے ہیں کہ ملت اسلامیہ کا بحیثیت مجموعی اس میں فائدہ ہے پاکستان پر ہندوستانی مسلمانوں کا اتنا ہی حق ہے جتنا ہمارا ہے کیونکہ وہ ہماری ملی جائے پناہ اور ان کا اخلاقی سہارا ہوگا۔

ہمارا ہندوستان سے کٹ جانا ہندی مسلمانوں سے کٹ جانے کے مترادف نہیں سمجھنا چاہئے مسلمانوں کے باہمی تعلقات کے راستے میں جغرافیائی حدود بندی کوئی شے نہیں۔ جنوبی افریقہ کا مسلمان اور بحر منجمد شمالی کا مسلمان ملت اسلامیہ کے محکم واستوار رشتہ میں منسلک ہونے کی وجہ سے ایک ہی جسم کے دو حصے ہیں۔ اس لئے ہم میں اور ہندی مسلمانوں میں کوئی بعد نہیں ہوگا -کوئی چیز ہمارے راستہ میں حائل نہیں ہوگی ہم اپنے ہندو معترضین کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمارے عزائم غاصبانہ نہیں۔ پاکستان کے مسلم اور غیر مسلم اپنے ملک کی خوشحالی اور مصیبت میں برابر کے شریک اور حصہ دار ہونگے۔ مسلمان جو اکثریت میں ہونگے انشاء اللہ اپنے عمل سے ثابت کر دکھائیں گے کہ طاقت اور قوت ان کے دماغ میں نخوت اور غرور نہیں بلکہ خدمت خلق کا جذبہ پیدا کر دیتی ہے، وہ انڈین نیشنل کانگریس نہیں کہ اقلیتوں کے جذبات سے اغماض کریں اور ان کے حقوق پامال کر ڈالیں۔ وہ اپنے حقوق کی طرح برادران وطن کے حقوق کی محافظت کریں گے اس لئے کہ ان کا مذہب انہیں اس امر کی تعلیم دیتا ہے اور ان کی گزشتہ تاریخ ان کی اس قومی خصوصیت کی تفسیر ہے۔"

اچھا اسے چھوڑیئے، اکھنڈ ہندوستان کی صورت میں ملک کی ۱/۴ مسلم اقلیت کا تحفظ کس طرح ہوتا ہے اور کس طرح آئندہ ہوگا۔ اقلیت بہر حال اقلیت ہے۔ مرکز حکومت ایک ہو یا دو ملکی حکومت ہو یا اجنبی، اقلیت کو اکثریت کے برابر کر دینا تو کسی کی قدرت میں نہیں۔ اب اگر دس کروڑ میں سے سات کروڑ مسلمان ہی رام راج کی تیاری کرنے والے ہندوؤں کی گرفت سے آزاد محفوظ ہو جائیں تو کیا یہ کوئی فائدہ کی چیز نہیں۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو مکہ کے معابد کو اپنے ساتھ اٹھا کر نہیں لے گئے اور بے کس و بے بس مستضعفین کو بھی وہیں چھوڑنا پڑا۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

والمستضعفين من الرجال و النساء والولدان الذين يقولون ربنا اخرجنا من هذه القرية الظالم اهلها. واجعل لنا من لدنك و لياء و اجعل لنا من لدنك نصيرا.

اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں مرد اور عورتیں اور بچے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم کو اس بستی سے کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ اور کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار۔

کفارہ مکہ ان ہی بعض مستضعفین کو جبر واکراہ میدان بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ پر بھی کھینچ لائے تھے تو کیا ان تصورات وامکانات کی موجودگی میں حضورؐ نے مدینہ کو پاکستان بنانے کا خیال ترک فرمادیا تھا۔ ہاں ہوا تو یہ ہوا کہ قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے تمام غیر مہاجر مسلمانوں کے متعلق صاف اعلان کر دیا کہ :۔

والذین امنوا ولم یهاجروا مالکم من ولایتهم من شئی حتی یهاجروا و ان استنصرو کم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم و بینهم میثاق.

اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا تم کو ان کی رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک وہ گھر نہ چھوڑ آئیں۔ اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں تو تم کو لازم ہے مدد کرنی مگر مقابلہ میں ان لوگوں کے کہ ان میں اور تم میں عہد ہو۔

آخر یہ مسئلہ تو اب بھی فقہاء کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر دارالحرب میں کفار ارکان دین کے ادا کرنے سے روک دیں اور چارہ کار باقی نہ رہے تو ایسے ملک سے ہجرت کر جانا بشر وطہا واجب ہے۔ فرض کیجئے ایسی صورت آج کسی ملک میں پیش آجائے تو ہجرت کرنے والے مسلمان کیا اپنے معابد ومعاہد کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے یا غیر مستطیع مستضعفین کی وجہ سے ہجرت ترک کرنا ضرور سمجھیں گے میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ ایسے صورت حالات میں علماء امت نے وجوب ہجرت کا حکم دیتے ہوئے آخر ان مسائل کا حل کیا سوچا۔ کیا یہ ہی کہ ان سب کو اللہ کے سپرد کر کے چلے جائیں یا کچھ اور------

پھر یہاں نہ تو سر دست ہجرت کا سوال ہے نہ کئی کروڑ مسلمانوں کا عدد ایسا ہے کہ بالکلیہ بے دست و پا ہو کر بیٹھ رہیں خصوصا اس حالت میں جبکہ ان کے پڑوس میں مسلمانوں کا طاقتور پاکستان بھی موجود ہو اور اس کو ان کی مادی امداد و تحفظ کا پورا خیال بھی ہو اور پاکستانی خطہ دوسرے آزاد اسلامی ممالک سے متصل بھی واقع ہو۔ خدا جانے لوگ ہندو قوم سے اس قدر خائف کیوں ہیں کہ کسی نے اس کی اکثریت کی غلامی سے نکلنے کا نام لیا اور وہ سمجھے کہ بس ہمارا خاتمہ ہوا۔

ایک مرتبہ کم از کم پاکستانی نظریہ کا تجربہ کر کے تو دیکھ لیں۔ اگر ناکام رہے گا تو بھی یہ موقع تو ہر وقت حاصل ہے کہ پھر اپنے کو ہندو اکثریت کی غلامی کے سپرد کر دیں۔

اصل یہ ہے کہ ابھی تک آزاد اور طاقتور پاکستان کا تصور ہی ان کے ذہن میں نہیں ورنہ

اس طرح کے رکیک شبہات دق نہ کرتے۔

رہی پاکستان کی مادی واقتصادی وسائل کی بحث اور اس میں معدنیات وغیرہ کی قلت کا سوال اس کا مختصر جواب خود مسٹر جناح ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کے نمائندہ کو اپنے ایک بیان میں دے چکے ہیں۔ سر سپرو کمیٹی کے دو ارکان سر ہومی مودی اور ڈاکٹر جان متھائی نے جو یادداشت پیش کی تھی اس میں بھی پاکستان کے اقتصادی پہلو کا کچھ حل بتلایا گیا ہے۔

بعض مسلمان ماہرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت جو رقم پاکستان اپنے مصارف کے لئے مرکزی حکومت سے وصول کرتا ہے ان سے کہیں زیادہ وہ مرکزی خزانہ میں داخل کرتا ہے تو گویا مجموعی حیثیت سے ہم خسارہ میں رہتے ہیں۔ جب پاکستان علیحدہ ہوگا تو دولت کی وہ نہر جو اب گنگا جمنا کے میدانوں کو سیراب کرتی ہے پاکستان کے میدانوں کو گلزار بنانے میں صرف ہوگی۔

اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ سندھ اور بلوچستان کے صوبہ جات میں مٹی کے تیل کے چشمے برآمد ہوئے ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہاں سے اتنا تیل دستیاب ہو سکے گا جو کل ہندوستان اور پاکستان کے لئے کفایت کرے گا۔ علاوہ ازیں پاکستان کی زمین ہندوستان کی زمین سے زیادہ زرخیز ہے اور اس میں ہر قسم کی پیداوار ہو سکتی ہے۔ بلوچستان کا ساحل (مکران کا علاقہ) مچھلیوں کے لئے مشہور ہے۔ اس صنعت کو بھی فروغ دیا جا سکتا ہے۔ جنگلات اور ان سے متعلقہ صنعتوں کو بھی ترقی دی جا سکتی ہے۔ یہ ذرائع آمدنی گو سردست ہمارے لئے بالکل بیکار ہیں لیکن ذرا سے اقتصادی شعور اور تدبیر سے ریگ زار کو باغ عدن بنایا جا سکتا ہے۔ گراں بار طرز حکومت اور ملازمین کے گراں قدر مشاہروں میں تخفیف کی جا سکتی ہے۔ ہمارے معدنی ذرائع بھی امید افزا ہیں۔ شمال مغربی علاقہ میں کوئلہ کی کمی ہے۔ لیکن جہاں تک اس کمی کا تعلق ہے ہمارے دریاؤں نے ہمیں اس سے بے نیاز کر دیا ہے۔ دریا تمام کے تمام برفانی پہاڑوں سے نکلتے ہیں اور اپنے راستے میں جابجا آبشاریں بناتے ہیں جن سے بجلی کی بے پناہ قوت حاصل کی جا سکتی ہے جو آج کل ہائیڈروالیکٹرک کے نام سے مشہور ہے۔ اس قسم کے دوسرے پاور ہاؤس قائم ہو جانے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بجلی کتنی وافر مقدار میں پیدا کی جا سکتی ہے اور ہم کس حد تک کوئلہ سے بے نیاز ہو سکتے ہیں۔ کوئلے سے بے نیاز کرنے کے لئے مٹی کا تیل اور پٹرول بھی ہمارا معاون ہوگا اور ان سب اشیاء کے استعمال سے معدنی صنعتی اور زرعی پیداوار کو آسانی اور کامیابی کے ساتھ بڑھایا جا سکتا ہے۔ اب اگر ایسا نہیں ہو رہا تو اس کی وجہ محض یہ ہے کہ جن ہاتھوں میں پاکستان کی قسمت ہے وہ مخلص اور دیانت دار نہیں اور وہ دل سے پاکستان کو اپنا دست نگر اور محتاج بنانے کے خواہاں ہیں۔

ہم معترضین کی چشم بصیرت واکرنے کے لئے پنجاب کے سابق فنانشل کمشنر مسٹر ایچ کیلورٹ کی مشہور تصنیف "پنجاب کی دولت و فراغت" سے مندرجہ ذیل اقتباس پیش کرتے ہیں :۔

آل انڈیا فیڈریشن کا جزو بننے سے پنجاب پر اقتصادی موت طاری ہو جائے گی اور اس کی تمام تر زمہ داری ان لوگوں پر عائد ہو گی جو غیر پنجابی ہونگے مگر جو مرکز میں براجمان ہو کر مرکز کے مفاد کے لحاظ سے پنجاب کا خون شیر مادر کی طرح پی جائیں گے۔ وفاقی دستور کے ماتحت تقسیم دولت کے جملہ وسائل اغیار کے ہاتھوں میں ہونگے۔ ریلوے، ڈاک اور تار بری اور بحری ذرائع رسل و رسائل تمام کے تمام صوبائی خود مختاری کے حلقہ اختیار سے باہر ہونگے حتی کہ پنجاب کی پیداوار کے لئے منڈیاں تلاش کرنا اور ان کو مناسب قیمتوں پر فروخت کرنا اور اس قسم کے دوسرے اہم کام ان کے سپرد ہونگے۔ جنہیں پنجاب سے کوئی ہمدردی نہیں ہو گی۔ نرخوں کا تعین خارجی اثرات سے انجام پذیر ہوگا اور درآمد و برآمد کے سلسلے میں پالیسی سراسر مرکزی حکومت کی ہو گی۔ پنجاب کے لئے سب سے زیادہ خطرناک چیز بمبئی کے کارخانہ داروں کا وہ مہلک اثر ہے جس کے باعث وہ مرکزی حکومت کو محصولات کا لالچ دے کر تحفظ صنعت پر آمادہ کرلیتے ہیں۔ اس کے بہادر اور تنومند باشندے بمبئی کے فریب کار اور خود غرض تاجروں کے سامنے مجبور محض ہونگے جن کی ہوس رانیوں نے پہلے ہی ہندوستان بھر کے مفاد کو خطرہ میں ڈال رکھا ہے - پنجاب فیڈریشن میں اقلیت کی حیثیت سے شامل ہوگا اور فیڈریشن کے ناخداؤں کو اس کی ترقی اور تنزل سے کوئی سروکار نہیں ہوگا اور اگر پنجاب اپنی گزشتہ روایات کا تحفظ اور اقتصادی آبرو کی بقا چاہتا ہے تو اسے ضرور اکثریت پیدا کرنی چاہئے اور وہ اکثریت دوسرے ہمسایہ زرعی صوبوں کو اپنے ساتھ ملانے سے ہو سکتی ہے۔

مرکزی حکومت جب اپنے ذرائع آمدنی بڑھانے کے لئے اور بمبئی کے تاجروں کی صنعت کو فروغ دینے کی خاطر بیرونی اشیاء کی درآمد پر بھاری محصولات لگائے گی تو غیر ممالک بھی ہندوستان کی برآمد پر جواباً اس قسم کی پابندی عائد کریں گے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندوستان کی برآمد میں نمایاں کمی ہو جائے گی اور چونکہ ہندوستان کی برآمد کا بیشتر حصہ خام اشیاء پر مشتمل ہے جو زیادہ تر پنجاب سندھ وغیرہ جیسے زرعی صوبے مہیا کرتے ہیں اس لئے بائیکاٹ کی زد سیدھی ان صوبوں کی ۸۰ فیصدی آبادی پر پڑے گی جن کا روزگار ان خام اشیاء کی پیداوار پر منحصر ہے اور اغلب ہے کہ ان صوبوں کے جفاکش کسان تنگدستی اور فلاکت کے مرض میں مبتلا ہو کر راہی ملک بقا ہوں

اور ان کی سر سبز اور لہلہاتی کھیتیاں ہمیشہ کے لئے خزاں کی نذر ہو جائیں۔

برمانے علیحدہ ہو کر اپنا مستقبل محفوظ کر لیا ہے۔ اب زرعی صوبہ جات کے لئے اپنی یقینی بربادی سے بچنے کی واحد صورت یہی ہے کہ وہ صنعتی صوبہ جات سے علیحدہ ہو کر اپنی جداگانہ فیڈریشن قائم کریں۔

اگر پنجاب، سندھ، بلوچستان سرحد اور وہ ریاستیں جو این ڈبلیو آر (شمالی مغربی ریلوے سے ملحق ہیں اپنی علیحدہ فیڈریشن قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو وہ ان خطرناک نتائج سے بچ سکتے ہیں جو لازمی طور پر انہیں مرکزی حکومت کی تجارتی حکمت عملی کے طفیل بھگتنے پڑیں گے۔

ابھی چند روز ہوئے ایک مضمون "پاکستان کی اقتصادی وسیاسی پوزیشن" کے عنوان سے جناب بابو رام شرما نے شائع کرایا ہے جو معلومات سے لبریز ہے اس کا اقتباس بھی ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

کسی ملک کی اقتصادی حالت کا جائزہ لینے کے لئے بنیادی طور پر تین چیزیں سامنے ہوتی ہیں اول اس ملک کی آبادی دوسرے معدنیات، تیسرے زرعی پیداوار۔ آبادی کے لحاظ سے شمالی مغربی پاکستان کی آبادی تقریباً ساڑھے تین کروڑ اور شمال مشرقی پاکستان کی آبادی ساڑھے تین کروڑ کے لگ بھگ ہے جو یورپ کے سب سے بڑے ملک روس کو چھوڑ کر یورپ کے تمام ممالک سے زیادہ ہے یعنی سات کروڑ کی آبادی کے لحاظ سے پاکستان ایک بہت بڑا طاقتور ملک ہے اور اس کے باشندے نہایت خوبصورت، لانبے، مضبوط اور سڈول جسم کے ہوتے ہیں۔ ہندوستان کی موجودہ فوج میں ساٹھ فی صدی بھرتی اس خطہ پاکستان سے لی جاتی ہے اس کی آبادی قدرتی طور پر سپاہی ہے اور اس سات کروڑ آبادی میں سے تقریباً دو کروڑ فوج تیار ہو سکتی ہے معدنیات کے لحاظ سے ہمالیہ پہاڑ کا بیشتر حصہ پاکستان میں سے گزرتا ہے جو ریسرچ کرنے پر معدنیات سے بھرپور ہے۔ نمک (کھیوڑہ) اور مٹی کا تیل (اٹک) پنجاب میں کافی مقدار میں موجود ہے اور سیمنٹ کے لئے بھی یہاں بہت بڑا وسیع میدان ہے۔ کوئلہ کی کمی مشرقی بنگال سے پوری کی جا سکتی ہے جہاں ہائیڈروالیکٹر پاورز دنیا کی بہت بڑی الیکٹرک پاورز میں سے ایک ہے جس سے نیشنل لائن پر بہت بڑا کام لیا جا سکتا ہے۔ جو پاکستانی باشندوں کے لئے بہت بڑی خوشحالی کا باعث بن سکتی ہے۔ عمارتی لکڑی پنجاب میں ضرورت سے بہت زیادہ پیدا ہوتی ہے اس لئے معدنیات کے اعتبار سے پاکستان کا علاقہ کچھ کم زرخیز نہیں ہے۔ زرعی اعتبار سے پاکستان دنیا کا بہترین خطہ ہے۔ پاکستان آج بھی دنیا کا بہت بڑا گندم پیدا کرنے والا ملک ہے حالانکہ ابھی سائیٹیفک طور اور نیشنل طریقہ پر گندم کی کاشت کا کوئی انتظام

نہیں۔ اگر سائنٹیفک اور نیشنل طریقہ پر گندم کی کاشت کا انتظام کر لیا جائے اور اس کے خشک علاقوں میں آبپاشی کا انتظام ہو جائے تو یقیناً پاکستان دنیا میں سب سے زیادہ گندم پیدا کرنے والا ملک ہو سکتا ہے۔

کشمیر اور بلوچستان کے خشک اور تر میوہ جات پاکستان کی آبادی کی صحت اور خوشحالی میں بہت معاون ہو سکتے ہیں نیز کشمیر کی جڑی بوٹیوں سے بہت زیادہ مالی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ کشمیر کی اون پشم کی دستکاری کو اگر آرگنائز کر لیا جائے تو بھوکے کشمیر کو مالا مال کیا جا سکتا ہے، دودھ، گھی اور مکھن کے لئے مویشی انسانی زندگی کی جان ہیں اور یہ بات ہر شخص پر عیاں ہے کہ پنجاب کے پاکستانی علاقہ میں بہترین مویشی پالے جاتے ہیں۔ اس علاقے کی گائے بھینسیں اور بکری بہت زیادہ دودھ دیتی ہیں۔ اونٹ اور بیل زرعی کاموں میں کارآمد ہوتے ہیں اور سچ پوچھئے تو گھوڑا جو سواری کے لئے بہترین جانور ہے ملتان اور سندھ کے سوائے ہندوستان میں اور کہیں ہوتا ہی نہیں۔ کسی ملک کا محل وقوع بھی اس کی ترقی میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی ملک وحشی ممالک کا ہمسایہ ہے تو اس کے لئے ترقی کے مواقع بہت کم ہیں۔ اگر سمندر نہ لگتا ہو اور اندرونی نقل و حرکت کے ذرائع موجود نہ ہوں تو وہ ملک تجارتی لحاظ سے ترقی یافتہ نہیں ہو سکتا۔ آیئے شمال مغربی پاکستان کا محل وقوع دیکھئے ایک طرف افغانستان اور روس دوسری جانب ایران اور ایک طرف بحیرہ عرب واقع ہے۔ افغانستان کے ساتھ اناج کے تبادلہ میں پھل اور میوہ لئے جا سکتے ہیں اور مشرقی مقبوضات بھی اپنی ضروریات کے مطابق پورا اناج پیدا کرنے کے اہل نہیں ہیں۔ اس لئے روس سے اناج کے مقابلے میں مشینری لی جا سکتی ہے۔ روس کا افغانستان ایران اور افریقہ سے براہ راست تعلق ہے۔ کراچی جو کمرشل اور فوجی نقطہ نگاہ سے ہندوستان کی واحد بندرگاہ تصور کی جاتی ہے پاکستان میں واقع ہے۔ جس سے گندم اور کپاس برآمد ہوتی ہے۔ سودیشی نقطہ نگاہ سے بمبئی کی بندرگاہ جو بدیشی مال درآمد کر کے ملک کو اقتصادی لوٹ کا شکار بناتی ہے بالکل ناکارہ ہے۔ اندرونی نقل و حرکت کے لئے پاکستان میں ریل کا جال بچھا ہوا ہے۔ نیز دریاؤں سے کامیاب طور پر تجارتی نقل و حرکت کی جا سکتی ہے پاکستانی خطہ میں نہ صرف بڑے بڑے دریا بہتے ہیں بلکہ ہندوستان کو سیراب کرنے والے دریا گنگا اور جمنا بھی اسی پاکستان کی سرزمین سے نکلتے ہیں اگر ان کے منبع پر سائنٹیفک طریق سے کام لے کر گنگا اور جمنا کا پانی ستلج اور بیاس میں منتقل کر دیا جائے تو پاکستان کا کونہ کونہ سیراب ہو سکتا ہے۔ دریاؤں کے رخ بدلنے کا کامیاب تجربہ امریکہ میں ہو چکا ہے۔ پانامہ نہر کے بناتے وقت ایک دریا کا پانی کئی سالوں تک دوسرے راستہ سے خارج کیا تھا۔ اب شمال مشرقی پاکستان کو لیجئے اس میں کوئلہ بافراط ملتا ہے بلکہ

ہندوستان کی آج تمام ضروریات بنگال کے کوئلہ سے پوری ہو رہی ہیں۔ بنگال اپنی ضروریات سے کہیں زیادہ چاول پیدا کرتا ہے اور پٹ سن اسکی خاص انڈسٹری ہے اگر اسے نیشنل لائن پر چلایا جائے تو تمام مشرقی پاکستان محض پٹ سن کے علاقہ سے مالا مال ہو سکتا ہے۔ اس سرزمین کو بھی بڑے دریا سیراب کرتے ہیں جو تجارتی نقل و حرکت کے لئے بھی بہت مفید ہے۔

کلکتہ ہندوستان کی سب سے اہم بندرگاہ ہے اور اس کی کھاڑی بنگال کے جہازوں کے لئے محفوظ ترین بندرگاہ ہے جو پاکستان کی ایک بہت بڑی بحری قوت بننے میں مدد دے سکتی ہے اور اس سے پٹ سن کے مصنوعات اور چاول وغیرہ کی برآمد آسٹریلیا، ملایا اور سنگاپور کو کی جاسکتی ہے اور ادھر سے سماٹرا جاوا جو آبادی کے لحاظ سے پاکستان ہی میں ان کے مصالحہ جات براستہ کلکتہ درآمد کر کے ہندوستان میں برآمد کئے جاسکتے ہیں اور مچھلی بھی اندرونی ہند میں بر آمد کی جاسکتی ہے۔

سب سے معرکہ کی بات یہ ہے کہ ہندوستان کی دوطرفہ سرحد پاکستان کے ہاتھ میں ہے اس لئے چین روس، تبت، افغانستان کو براہ راست پاکستان سے معاہدات کرنے ہونگے اور ان عہدناموں کی موجودگی پاکستان کو بین الاقوامی طور پر ایک بہت اہم ملک بنادیتی ہے۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں میں اپنے بھائیوں کو دعوت دیتا ہوں کہ یہ چند موٹی موٹی باتیں ہیں جو بیان کی گئی ہیں اگر ان کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایک غیر جانبدار آدمی یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوتا ہے کہ پاکستان اقتصادی، معدنی اور زرعی طور پر ہندوستان سے کہیں زیادہ بہتر پوزیشن میں ہوگا اور شاید ہندوؤں کے دل میں یہی جذبہ کام کر رہا ہے کہ پاکستان کی علیحدگی سے ان کی اپنی اقتصادی پوزیشن کو بہت نقصان پہنچے گا اور اس جذبہ کے اظہار کو وہ پاکستان کی مالی اقتصادی اور سیاسی نقصان سے تعبیر کرتے ہیں۔

ابھی حال ہی میں ایک مسلمان اخبار نے پاکستان کے متعلق ہندو کے اقتصادی نقطہ نظر کی توضیح ان الفاظ میں کی ہے ہندو سوچتا ہے کہ بھارت ورش کے ساتھ ملایا، جاوا، برما، چین، جاپان اور آسٹریلیا کی تمام تجارت کلکتہ کی بندرگاہ سے ہوتی ہے۔ بنگال میں پاکستان بن گیا تو یہ سب تجارت گئی۔ عرب، ایران اور عراق کی تجارت کا ذریعہ کراچی ہے۔ ایران اور موصل کا تیل کراچی کے قریب ہے اور برما کا تیل کلکتہ کے قریب ہے۔ اگر بنگال و سندھ میں پاکستان بن گیا تو یہ سب تجارتیں بھی گئیں۔ عراق ایران اور برما کے تیل کی کمپنیاں پاکستانیوں کے ہاتھ آسکتی ہیں۔ اس صورت میں ہندو کا کیا بنے گا۔

ہندو سوچتا ہے کہ کشمیر کے میوے گئے۔ کابل کے سردے۔ چمن کے انگور۔ افغانستان

کے خشک میووں کی تجارت گئی۔ بنگال کا چاول اور جوٹ گیا۔ پنجاب کی اجناس گئیں۔ برما، عراق اور ایران اپنے تیل کے لئے اپنے ہمسایہ پاکستانی بندرگاہوں (کراچی کلکتہ) کو ترجیح دیں گے۔ تیل بھی ہوگا۔ ہندوستان میں کسی بھی دوسری جگہ تیل نہیں ہے ان دردناک حالات میں ہندوؤں کا کیا بنے گا۔

اچھا ان سب باتوں کو رہنے دیجئے۔ پھر کیا کوئی قوم اپنے موجودہ اقتصادی وسائل کی قلت پر نظر کرکے غلامی کی ذلت کو آزادی کی زندگی پر ترجیح دے گی۔ آپ سرحدی آزاد قبائل کا حال نہیں دیکھتے کہ وہ اتنی بڑی قاہر سلطنت کے مقابلہ میں باوجود انتہائی بے سروسامانی کے کب سے اپنی آزادی کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔

اگر آپ کی سب حجتیں صحیح مان لی جائیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہندوستان کے مسلمان کو کبھی اور کسی جگہ ایسا ارادہ اور نیت ہی نہ کرنی چاہئے کہ وہ ہندو اکثریت کے زیرنگیں رہنے اور ان سے شوق و تحفظات کی بھیک مانگنے سے انکار کرے۔ آپ نے یہ بھی خوب کہی کہ پاکستان ماننے کی صورت میں انگریز کی دائمی غلامی سب پر مسلط رہے گی۔ کیا آپ نے پڑھا نہیں کہ بار بار قائدین لیگ اعلان کررہے ہیں کہ آج کانگریس مسلمانوں کا یہ منصفانہ اور صحیح مطالبہ تسلیم کرے تو کل صبح کا آفتاب طلوع ہونے سے پہلے دونوں قومیں کامل تعاون اور وحدت عمل کے ساتھ آزادی کی جنگ دوش بدوش ہوکر لڑیں گی بلکہ مسلمان اس میں پیش پیش رہیں گے۔ اب اگر ہندو کا یہ دلی منشا ہی نہ ہو کہ ملک کو اجنبی غلامی سے آزاد کرائے بلکہ یہ ہی مقصد ہو کہ مسلمانوں کو دائما اپنی اکثریت کا محکوم رکھے تو وہ ہی آزادی ملک کے راستے میں سنگ راہ بنے گا، اور مسلمان آزادی حاصل کرنے کے لئے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے۔ مطالبہ پاکستان کا انکار کرکے انگریز کو یہ موقع تو خود ہندو دے رہا ہے کہ وہ ہم کو باہم ٹکراتا اور لڑاتا رہے۔ دونوں قوموں کو بیک وقت آزادی تسلیم کرلینے سے تو آپس کے سب جھگڑے مٹ جائیں گے اور دونوں ایک دوسرے کے احساسات کی قدر کرنا سیکھیں گے۔

بے شک انگریزی حکومت باختیار خود اپنے مفاد کو ترک نہیں کرسکتی۔ لیکن اگر حکومت ہندوستانیوں کو الو بناتی ہے تو وہ خود الو کیوں بنتے ہیں۔ ان کو لازم ہے کہ بے جا تعصبات اور تنگ نظریوں سے بالاتر ہوکر فراخ دلی کے ساتھ معاملہ کرنا سیکھیں اور ایک دوسرے کے صحیح اور جائز احساسات کی رعایت اور قدر کریں اور غیر ملکی حکومت کے جال میں پھنسیں۔

یہ کہنا حیرت انگیز ہے کہ پاکستان کی حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آئے گی جو دین و

مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے اور اپنی حکومت میں سول میرج جیسے قوانین بنائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ لوگ پاکستانی حکومت ایسے ہاتھوں میں جانے ہی کیوں دیتے ہیں۔ یہ تصور تو آپ کا ہے آج اگر تمام علماء وزعماء مل کر لیگ میں آجائیں اور لاکھوں صحیح الخیال و صحیح العقیدہ مسلمانوں کو اس کا ممبر بنائیں پھر اکثریت آپ کی ہوگی آپ ہر طرح کی اصلاح جمہور کی طاقت کو ساتھ لے کر کرسکیں گے اور ناقابل اصلاح ہونے کی تقدیر پر فاسد عنصر کو نکال باہر کریں گے۔ بہرحال ان مشکلات کا واحد حل یہی ہے ورنہ کیا ہندو اکثریت کی حکومت سے آپ یہ امید کرسکتے ہیں کہ وہ ہمارے دین ومذہب کے تحفظ کی ضامن و کفیل ہوگی۔ اگر کلمہ پڑھنے والوں سے آپ اپنی مذہبی بات نہیں منوا سکتے تو کھلے ہوئے کافروں سے کس طرح تسلیم کرائیں گے۔

کانگریس وزارتوں کے زمانے میں جو دردناک مظالم ہوئے انہیں چھوڑ کر کیا واردھا اسکیم ہی آپ کانگریس سے منسوخ کرانے میں کامیاب ہوگئے جس کی پرزور مذمت تمام مسلم جماعتوں نے متفقہ طور سے کی۔

کیا جمعیۃ العلماء کا موجودہ فارمولا ہی کانگریس اور دوسری اقوام متعلقہ سے منظور کرالیا ہے یا محض ہوا پر قلعہ تعمیر کیا جارہا ہے۔ پہلے جمعیۃ العلماء ہند اپنا فارمولا کانگریس وغیرہ سے تسلیم کرائے تب دوسری مسلمان جماعتوں سے دریافت کیجئے کہ تم اسے تسلیم کرتے ہو یا نہیں، عجیب بات ہے کہ کانگریس میں دوسری اقوام غالبہ کی شرکت کے لئے تو ہم کو معاہدہ کی ضرورت نہیں مگر مسلم لیگ میں شریک ہونے یا اسکی تائید کرنے کے لئے جس کا دروازہ تمام مسلمانوں کے لئے کھلا ہوا ہے پہلے معاہدہ کی ضرورت ہے گویا مشرکین کی بات پر تو ہم اعتماد کرسکتے ہیں لیکن مسلمانوں کے ساتھ کسی درجہ میں بھی حسن ظن باقی نہیں رکھ سکتے۔ مسلم لیگ کے شائع شدہ دستور میں یہ دفعہ موجود ہے کہ مسلمانوں کے تمام شرعی معاملات میں سنیوں کے علماء اور شیعوں کے مجتہدین کی آراء کو معتبر رکھا جائے گا۔ پھر سب وعدے اور اعلانات کی پابندی کرانا کسی طاقت ہی سے ممکن ہے۔ مسلم لیگ میں جمہور اہل اسلام کی طاقت کو ساتھ لے کر وعدے وفا کرانے کا ہر وقت موقع ہے۔ کانگریس میں کبھی یہ امکان ہی نہیں۔ بجز اس کے کہ اکثریت اپنے لطف و کرم سے ہم کو بھی زندہ رہنے کا حق عطا فرمادے۔ کیا اس قدر واضح اور کھلے ہوئے حقائق کی موجودگی میں کوئی مسلمان بشرطیکہ ہوش و حواس یہ گمان کرسکتا ہے کہ چند منفرد و منتشر مسلمانوں کا کانگریس میں شریک ہوکر مسلم لیگ کے خلاف محاذ بنانا صحیح ہوگا۔ بار بار سوچئے اور فہم و دیانت سے کام لیجئے۔ کیا بعید ہے کہ حق تعالے صحیح حقیقت سب کے دلوں پر منکشف فرمادے اور جو

موقع حسن اتفاق سے کلمہ گویوں کی تنظیم کا کفار مجاہدین کے مقابلہ پر اس وقت اللہ کی رحمت سے ہاتھ آگیا ہے وہ ضائع نہ ہو جائے سب مسلمان یک دل و یک زبان ہو کر اپنا متفقہ مطالبہ حکومت اور کانگریس دونوں کے سامنے رکھیں تو کس کی مجال ہے کہ دس کروڑ فرزندان توحید کی پر قوت و پر ہیبت آواز کو یوں ہی بے اعتنائی سے ٹھکرادے اور اگر ایسا ہو بھی تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسے ٹھکرانے کے بعد وہ دنیا میں چین سے بیٹھ کر حکومت کرتے رہیں گے۔

یاد رکھئے مسلمان اب بیدار ہو چکا ہے اس لئے اپنی منزل مقصود معلوم کرلی ہے اور اپنا نصب العین خوب سمجھ لیا ہے۔ وہ اس رستہ میں جان و مال نثار کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ خوش قسمتی سے بہت سے علماء امت اور اکثر مشائخ طریقت نے مذہبی نقطہ نظر سے پاکستان کی حمایت و تائید کا بیڑا اٹھایا ہے اور وہ اپنے پیروؤں کو برابر یہ تلقین کر رہے ہیں کہ پاکستان اور مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کی انتہائی سعی کریں اور کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لائیں کیونکہ اس وقت یہ مسلمانان ہند کی موت و حیات کا مسئلہ ہے اب ہم مضمون پاکستان کو چوہدری رحمت الٰہی کے الفاظ پر ختم کرتے ہیں جو ترکی کی شہرہ آفاق خاتون خالدہ ادیب خانم کی کتاب "درون ہند" سے ماخوذ ہیں۔ انہوں نے اسلامی ہند کی سیاست پر تبصرہ کرتے ہوئے پاکستان نیشنل تحریک پر ایک باب باندھا ہے اور اس سلسلے میں چودھری صاحب سے پیرس اور لندن میں دو دفعہ ملاقات کی ہے اور پاکستان کا باب انہی ملاقاتوں کا نتیجہ ہے اس باب میں ہم چند سطور ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"ہماری تجویز ایک آزاد اور علیحدہ پاکستان کا تصور ہے جو شمال کے پانچ صوبوں پر مشتمل ہے اور جس کا سیاسی درجہ دیگر مہذب اقوام کے برابر ہوگا۔ ہمارا یقین ہے کہ یہ حل دونوں قوموں (پاکستان کے مسلمان اور ہندوستان کے ہندو) کے لئے آبرومندانہ زندگی کا تحفظ کرے گا اور دونوں کو برطانوی شہنشاہیت کا آلہ کار بننے سے بچائے گا.........ہم مسلمانوں کا ہندو اکثریت میں مدغم ہو جانا سیاسی موت کے مترادف ہوگا۔"

کیا تاریخ عالم میں ایسی ایک بھی مثال ملتی ہے کہ ایک قوم نے ہمسایہ قوم کے اتحاد کے لئے ملی خودکشی کی ہو۔ شکست ایک بری چیز ہے لیکن بغیر مقابلہ کے ہتھیار ڈال دینا گناہ عظیم ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ برطانوی راج اور ہندو وطن پرستی اپنی مخصوص مصالح کی خاطر ہم سے متحدہ ہندوستان کے نام پر قومی خودکشی کی توقع رکھتی ہے لیکن ایسا ہونا قبیل محالات سے ہے۔ ہندوستان کو متحدہ کرنا الگ بات ہے لیکن پاکستان کو غصب کرنا اور بات... یہ ہم کبھی گوارا نہیں کر سکتے.........ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم کشمکش حیات میں چند در چند مصائب میں مبتلا ہیں لیکن یہ

درخشاں حقیقت ہم فراموش نہیں کر سکتے کہ ہمارے آباؤاجداد نے اس سرزمین میں ان سے کہیں زیادہ عظیم الشان مصائب کا نہایت جوانمردی اور کامیابی سے مقابلہ کیا تھا۔ ہمارا مستقبل پاکستان سے وابستہ ہے اور ہم اسے زندگی اور موت کا سوال سمجھتے ہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ تقدیر نے ہمیں پاکستان کے تحفظ کے لئے انتخاب کیا ہے اور یہ چیز آئندہ نسلوں کو ورثہ میں ملے گی۔ امروز شاید ہمارا مذاق اڑائے لیکن ہماری آنکھیں صبح فردا کے اس دلفریب خندہ کا نظارہ کر رہی ہیں جس کے پردہ سے ہماری کامرانیوں کا مہر منیر طلوع ہوگا اس صبح کی نمود تک ہم نومیدیوں کی شب تار کو اپنی قربانیوں کے نور سے روشن رکھیں گے اور اسلام کے سچے فرزندوں کی طرح ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں گے۔ دیگر اقوام عالم کی طرح ہمارے سامنے بھی خدمت خلق کا معین مقصد ہے اور وہ اس صورت میں پورا ہو سکتا ہے کہ ہم پاکستانی روح کو منزہ اور ملحوظ رکھیں۔ اندریں حالات اگر ہم قومیت متحدہ ہندیہ کے برخود غلط اور خطرناک نظریہ کے لئے اپنے ہی قتل نامہ پر دستخط ثبت کر دیں تو یہ آئندہ نسلوں سے غداری اپنی تاریخ سے صریح ظلم اور انسانیت کے خلاف گناہ عظیم ہوگا۔

اب آپ نے سمجھ لیا کہ پاکستان کیا ہے۔ اگر یہ پاکستان بن گیا تو وہاں نظام حکومت کس قسم کا ہوگا اس کے متعلق سردست بدون تفصیلات میں جائے انہی اعلانات پر اکتفا کرتے ہیں جو آل انڈیا مسلم لیگ کے قائداعظم محمد علی جناح اسکے جنرل سیکرٹری نواب زادہ لیاقت علی خاں اور اس کے مجلس عمل کے صدر نواب محمد اسمٰعیل خاں صاحب وقتاً فوقتاً کرتے رہے ہیں کہ سرزمین پاکستان میں قرآن کریم کے سیاسی اصول کی بنیادوں پر اسلام کی حکومت عادلہ قائم ہوگی جس میں تمام اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ بلکہ فیاضانہ برتاؤ کیا جائے گا۔ ذمہ داران لیگ کے اعلانات پر اعتبار کرتے ہوئے مجھے اس قدر وضاحت کرنے کی اجازت دی جائے کہ یہ اعلیٰ اور پاک نصب العین ممکن ہے بتدریج حاصل ہو تاہم ہر دوسرا قدم جو اٹھایا جائے گا انشاء اللہ پہلے قدم سے زیادہ مسلم قوم کو اس محبوب نصب العین سے قریب تر کرے گا۔ ہاں اس موقع پر میں یہ کہنے کی جرات ضرور کرونگا کہ پاکستان بنانے والوں کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ پہلے خود پاک بنیں۔ بلاشبہ پاکی کے درجات ہیں اور اس کا کوئی نہ کوئی درجہ ادنیٰ ترین مسلمان کو بھی حاصل ہے کیونکہ کفر و شرک کی نجاست سے وہ بہرحال پاک ہوتا ہے۔ مگر بانیان پاکستان کے لئے بہت ہی ادنیٰ درجہ کی پاکی کفالت نہیں کر سکتی۔ لازم ہے کہ پاکستان قائم ہونے سے پہلے وہ زیادہ سے زیادہ پاکیزگی اپنے اخلاق اعمال خیالات اور جذبات میں پیدا کریں۔ میں نے میرٹھ کانفرنس کے خطبہ صدارت میں اس پر ذرا تفصیل کے ساتھ متوجہ کیا ہے اور آج پھر کہتا ہوں کہ حقیقی معنی میں پاکستان بنانے والی قوم کے لئے ضرورت

ہے کہ وہ خود پاکیزہ اخلاق واطوار کا نمونہ بنے اور اس کے ساتھ تحصیل پاکستان کے ذرائع ووسائل مہیا کرنے میں ان تھک جدو جہد سے کام لے، وہ ذرائع ورسائل کیا ہیں اس کی تفصیلات تو حالات کے اقتضاء سے وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہیں گی۔ فی الحال تو ہماری تمام تر مساعی اس نقطہ پر مرکوز ہونی چاہئے کہ ایک طرف حکومت اور دوسری جانب ہندوستان میں بسنے والی قوموں پر یہ ثابت کردیں کہ یہاں کے جمہور مسلمانوں نے آخری طور پر فیصلہ کرلیا ہے کہ ہم پاکستان لے کر رہیں گے جس کا ثبوت پیش کرنا صرف مسلمان ووٹروں کے قومی احساس اور فرض شناسی پر منحصر ہے۔

الحمدللہ والمنۃ کہ سنٹرل اسمبلی کے انتخابات میں انہوں نے بہت ہی صاف طور پر اس کا ثبوت پیش کردیا۔ اب دوسرا مرحلہ شروع ہے اور محض تائید ربانی سے آثار ایسے پیدا ہیں۔ اس مرحلہ پر بھی ہمارا یہ دعویٰ جھوٹا ثابت نہ ہوگا۔ ضرورت ہے کہ اس ایک دوماہ میں مسلمان چین سے نہ بیٹھیں اور ہر فرد مسلم اپنی اپنی جگہ مطالبہ پاکستان کو حق بجانب ظاہر کرنے کے لئے ہر امکانی کوشش عمل میں لائے۔ کاش جو مسلمان اس مطالبہ سے علیحدہ ہیں وہ بھی اس وقت متفق ہوتے یا کم از کم برسر پیکار نہ ہوتے تو باسہولت اور بلا ادنیٰ مقابلہ کے ہمارا یہ قومی نصب العین انگریز اور ہندو دونوں سے تسلیم کرایا جاسکتا۔ خصوصیت کے ساتھ ہمارے احرار بھائی پہلے مسلم لیگ کے ساتھ ہو کر ہندوستان میں کوئی مناسب زمین حاصل کرلیتے پھر وہاں حکومت الہیہ کی مضبوط عمارت بنوانے کی خدمت پوری قوت کے ساتھ انجام دیتے۔ افسوس کہ ایسا نہ ہوا **تجری الریاح بمالاتشتھی السفن واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثرالناس لایعلمون۔** بہرصورت اس وقت مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس معرکہ انتخاب میں حصول پاکستان کے پیش نظر مسلم لیگ کی آواز کو زیادہ سے زیادہ کامیاب اور موثر بنانے کی کوشش کریں۔ میں اس سے بے خبر نہیں کہ محض الیکشن کی کامیابی ہم کو پاکستان نہیں دلوا سکتی۔ الیکشن ختم ہونے کے بعد دیکھنا ہے کہ بین الاقوامی سیاست اور ہندوستان کی سخت اضطرابی کیفیات کا اثر حکومت برطانیہ کے دماغ و قلب پر کیا پڑتا ہے اور ہماری ہمسایہ اقوام کہاں تک ٹھنڈے دماغ سے جمہور مسلمین کے منصفانہ مطالبہ پر غور کرتے اور اس پورے ملک کی بہتری اور امن وخوشحالی کا کس حد تک پاس ولحاظ رکھتے ہیں اگر امن پسندانہ آزادی صلح وآشتی نیک خواہی اور خیر سگالی کے جذبات یہاں کی اقوام میں کارفرما ہوئے تو مسلمان آگے بڑھ کر جوش کے ساتھ اس کا خیر مقدم کریں گے ورنہ جو غیر خوشگوار حالات پیش آئیں گے ان کے لئے ہم کو بہر حال سینہ سپر ہونا پڑے گا۔

اس موقع پر ہمارا قومی نعرہ وہی ہوگا جو روہیل کھنڈ کے آخری ہیرو حافظ رحمت خاں نے

اپنے تاریخی خط میں شجاع الدولہ کو لکھا تھا کہ "اگر صلاح دولت کیشاں اصلح ہمرنگ است بارک اللہ وگر بستیز و جنگ است۔ بسم اللہ"

جواں مرداں نتابند از کسے روئے   ہمیں میداں ہمیں چوگان ہمیں گوئے

حالات کا آخری نتیجہ کچھ بھی ہو اور اس منزل کے قطع کرنے میں کچھ بھی مصائب کسی طرف سے پیش آئیں مگر ہندی مسلمان اب جاگنے کے بعد پھر سونے کا اور اٹھنے کے بعد بیٹھ جانے کا ارادہ نہیں رکھتے۔

سینے میں دل آگاہ جو ہو کچھ غم نہ کرنا شاد سہی

مشغول تو ہے بیدار تو ہے نغمہ نہ سہی فریاد سہی

ہر چند بگولا مضطر ہے اک جوش تو اس کے اندر ہے   اک وجد تو ہے اک رقص تو ہے بے چین سہی برباد سہی
وہ خوش کہ کرونگا قتل اسے یا قید قفس میں رکھوں گا   میں خوش کہ وہ طالب تو ہے میرا صیاد سہی جلاد سہی

اب رخصت ہونے سے پہلے مجھے دو لفظ اور کہنے دیجئے جو یہاں کی برسر حکومت پارٹی سے متعلق ہیں۔ میں ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یونینسٹ پارٹی کے مسلم ارکان باوجود پاکستان کے حامی ہونے کے کس نوعیت کا اختلاف مسلم لیگ سے رکھتے ہیں۔ میں ایک غیر سیاسی آدمی ہوں ایسے دقیق سیاسی اختلافات کا سمجھنا شاید میری دسترس سے باہر ہے، اخبارات و جرائد سے جو کچھ مجھے اندازہ ہوا وہ یہ ہے کہ اصولاً اختلاف زیادہ شدید قسم کا معلوم نہیں ہوتا مگر اس نے عملاً ایک سخت نوعیت اختیار کر لی ہے۔ کیا پنجاب میں کوئی سمجھ دار اور با اثر ایسا نہیں جو اختلاف کی اس گتھی کو سلجھا سکے اوس و خزرج کی ایک سو بیس سالہ جنگ کے اثرات کو اسلام کی ربانی تاثیر نے ایک آن میں ختم کر دیا تھا۔ کیا آج ہمارا مشترک جذبہ اسلامیت اور اعلیٰ قومی مفاد کا تصور ایسے حقیر نزاعات کو ایسے نازک موقع پر ختم نہیں کر سکتا۔ ضرور کر سکتا ہے مگر وہ ختم کرنا اس خداوند قدوس کے نام پر ممکن ہوگا جس کا واسطہ دینا الیکشن کے زمانے میں جرم قرار دے دیا گیا۔ اکبر مرحوم نے شاید اسی دن کے لئے کہا تھا۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

اب فرمایئے کہ اگر کلیسی ہمارا خضر راہ بن جائے اور خضر راہ ہی راستہ سے ہٹانے لگے تو صحیح راہنمائی کی توقع کس طرح کی جا سکتی ہے۔

بارے خدا کا شکر کہ مسلمانوں نے یہ سیاسی مہم سر کرنے کے لئے اپنا راہنما چن لیا ہے،

جس نے عظیم ترین قومی تنظیم کو ہر قیمت پر محفوظ رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ حق تعالے ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ خطبہ بلاارادہ طویل ہوتا جارہا ہے اور جمعیۃ علماء اسلام کے دوسرے مقاصد جو اس کے مفصل نظام نامہ کے پڑھنے سے آپ پر واضح ہوں گے اور جن کا تعلق محض ہنگامی صورت حال سے نہیں میں اس پر کوئی بحث نہیں کر سکا۔ اپنی اس تقصیر کا مجھے اعتراف ہے لیکن وقتی مسئلہ نے بہت وقت لے لیا۔ ادھر طویل علالت کے اثرات سے میں اس قابل نہیں کہ مزید محنت برداشت کر سکوں میں تھک چکا ہوں اور میرے خیال میں آپ بھی سنتے سنتے اکتا چکے ہونگے۔ اس لئے آخر میں آپ کی قدر افزائی اور مہمان نوازی کے شکریہ کے ساتھ اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔

اللهم انصر من نصر دین محمد صلی الله علیه وسلم وجعلنا منهم واخذل من خذل دین محمد صلی الله علیه وسلم ولاتجعلنا منهم.

سبحان ربك رب العزت عمایصفون وسلام علی المرسلین والحمدلله رب العلمین

نوٹ:۔ میرٹھ کانفرس کے خطبہ صدارت میں ایک جزو زیر عنوان "ووٹروں سے خطاب" شائع ہو چکا ہے اگر آپ چاہیں تو اس خطبہ کا جزو بنا سکتے ہیں کیونکہ اس کی ضرورت آجکل ہر جگہ ہے اور مناسب سمجھیں تو علیحدہ بھی اس کو شائع کر سکتے ہیں۔"

آخر میں میں مجلس استقبالیہ اور اس کے سرگرم عہدہ داران بالخصوص مولانا غلام مرشد صاحب صدر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب اور ملک لال خان صاحب آرگنائزنگ سیکرٹری مجلس استقبالیہ جمعیۃ علام ء اسلام و عزیز مولوی محمد متین خطیب دیوبند نائب ناظم کل ہند جمعیۃ علمائے اسلام کا دلی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کی انتھک کوششوں اور قربانیوں سے یہ کانفرنس انعقاد پذیر ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان حضرات کے دلوں میں خدمت اسلام کا ایک بے پناہ جذبہ پیدا فرمادیا جس کا اثر یہ ہے کہ آج ہم اس قدر عظیم الشان اجتماع اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں اگر یہ حضرات اپنے وقت عزیز کو اس قدر سرگرمی سے مفاد ملت کے لئے وقف نہ فرماتے تو شاید ہم اپنے مقاصد کے حصول کے لئے کامیاب نہ ہو سکتے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بیش از بیش خدمت دین و ملت کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے، آمین

شبیر احمد عثمانی دیوبندی

۲۶ جنوری ۱۹۴۶ء ۲۱ صفر ۱۳۶۵ھ

Cantonment Public Library (Trust) Rawalpindi Cantt.
Date....................

خطبہ

پشاور

از علامہ شبیّر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

دربارہ

استصواب رائے عامہ صوبہ سرحد

مورخہ ۲۹ جون ۱۹۴۷ء

☆☆☆

علامہ شبّیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی پشاور میں غلغلہ انداز تقریر

بسلسلہ استصواب (ریفرنڈم)

نوٹ :۔ ذیل میں ہم شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی اس تقریر کا خلاصہ پیش کرتے ہیں جو موصوف نے ۲۹ جون ۱۹۴۷ء کو کننگھم پارک، پشاور میں کی تھی جس کا مقصد صوبہ سرحد والوں کو ہندوستان کی بجائے پاکستان میں شمولیت پر آمادہ کرنا تھا۔ یہ تقریر ہم نے روزنامہ اخبار "ہمارا پاکستان" پشاور کے سالگرہ نمبر ۸ مارچ ۱۹۵۶ء سے نقل کی ہے۔ اخبار کے تمہیدی نوٹ کے ساتھ ہم یہ تقریر درج کرنے کا فخر حاصل کر رہے ہیں۔

ایڈیٹر کا نوٹ: ذیل میں ہم علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی ایک نادر تقریر درج کرتے ہیں جو مرحوم نے آج سے گیارہ برس پہلے یعنی ۲۹ جون ۱۹۴۷ء کو پشاور میں کی تھی یہ وہ دن تھے کہ تقسیم ہند (۳ جون ۱۹۴۷ء کا اعلان ہو چکا تھا اور سرحد میں ریفرنڈم کرانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں اہل سرحد کے سامنے اس وقت یہ سوال تھا کہ بھارت میں شامل ہوں یا پاکستان سے وابستہ رہیں۔ استصواب عام کی اس مہم کے لئے مسلم لیگ ہائی کمانڈ نے اپنے کئی بااثر نمائندے اور ممتاز ترجمان سرحد روانہ کئے ہیں جن میں ظفر احمد عثمانی، مولانا قدوس بہاری، پیر جماعت علی شاہ، ملک فیروز خاں نون۔ راجہ غضنفر علی خاں۔ مسٹر چندریگر، نواب زادہ صدیق علی خاں، سردار عبدالرب نشتر اور مولوی بشیر احمد اخگر قابل ذکر ہیں۔ ان صاحبوں نے صوبے بھر میں طوفانی دورے کر کے لوگوں کو پاکستان کے حق میں رائے دینے پر آمادہ کیا۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم بھی اس سلسلے میں یہاں تشریف لائے تھے۔ ان کی آمد پر کننگھم پارک (پشاور) میں مقامی مسلم لیگ کی طرف سے ایک عظیم الشان

اجتماع ہوا جس میں علامہ مغفور نے سرحد والوں سے خطاب فرمایا۔ ہمارے ایک دیرینہ کرم فرما جو اس جلسہ میں موجود تھے مولانا کے ارشاد کو جستہ جستہ نقل کرتے رہے۔ ذیل کی تقریر انہی کی یادداشتوں سے مرتب کی گئی ہے ترتیب میں ہم نے اس کا لحاظ رکھا ہے کہ مضمون مختصر ہو مگر الفاظ حتی الامکان مولانا ہی کے رہیں۔ (ادارہ)

خطبہ عثمانی۔ گذشتہ الیکشن کی بات ہے کہ میں نے جمعیۃ العلماء ہند دہلی کو کانگرس کا غلام دیکھ کر اس سے بے تعلقی اختیار کی جس کی پاداش میں مجھ پر طرح طرح کے الزام لگائے گئے لیکن جب مسٹر محمد علی جناح اور خان لیاقت علی خاں نے اپیل کی کہ الیکشن میں ووٹ پاکستان کو دیئے جائیں کیونکہ وہاں شریعت اسلامی کی حکومت ہوگی تو میں بھی ان کی جماعت میں شامل ہو گیا۔ یہ وقت کڑے امتحان کا ہے اسلام اس کفرزار میں زندہ کرنے کے لئے آپ لوگ پہلے ہی کافی قربانیاں پیش کر چکے ہیں دشمنوں نے آپ کو مٹانے کے لئے کافی جدوجہد کی ہے لیکن قدرت نے اسلام میں یہ خصوصیت رکھی ہے کہ یہ دنیا سے فنا نہیں ہو سکتا اگر اسے ایک جگہ دبا دیا جائے تو دوسری جگہ ابھر آئے گا۔

اسلام کو قدرت نے کچھ ایسی لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

پس جو کچھ بہار میں ہوا ہے اس سے یہ سمجھ لینا کہ اسلام ختم ہو جائے گا۔ نادانی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ روئے زمین پر کوئی ایسا خطہ باقی نہ رہے گا جہاں اسلام کا نام اور پیغام نہ پہنچے اس لئے مسلمانوں کو بہار کے خونچکاں واقعات سے ہراساں نہ ہونا چاہئے بلکہ آئندہ کے لئے پھر سے ہمت کی کمر باندھ لینی چاہئے مجھے اکبر الہ آبادی سے بہت محبت ہے انہوں نے کہا تھا کہ ؎

خزاں آتی ہی ہے اور خاک میں ملنا ہی پڑتا ہے
مگر کلیوں کو اس گلزار میں کھلنا ہی پڑتا ہے

یعنی خزاں تو ہر برس آتی ہے اور کلیاں خاک میں ملتی ہیں۔ مگر کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کلیوں نے اس خیال سے چلو خاک میں ملنا ہے کھلنا اور چٹکنا چھوڑ دیا ہو۔ بھلا تاتاریوں نے جس طرح مسلمانوں کو مٹانے کی جدوجہد کی لیکن جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے تو یہ مسٹر سنہا (گورنر بہار) مسلمانوں کا کیا بگاڑ لیں گے۔ دنیا میں بڑی بڑی قومیں اور بڑے بڑے فرعون اور نمرود اٹھے مگر جب خدا نے چاہا تو ان کو نیست و نابود کر دیا عاد و ثمود جیسی زبردست قوموں کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح مٹا دیا کہ ان کا نام و نشان بھی نہ رہا یہ اس لئے کہ انہوں نے حق سے منہ پھیر لیا تھا۔

مسلم لیگ کا مقصد ہندوستان کے مسلمانوں کو یکجا کرنا تھا اور وہ پورا ہو گیا میں کہتا ہوں کہ ایک تو رہو مگر نیک بھی بنو نیکی کے بغیر تمہارا ایکا قائم نہیں رہ سکتا بہتر ہے کہ اب گمراہی کے طریقے چھوڑ دو اور غیر اسلامی حرکتیں بند کر دو قرآن پاک میں آیا ہے کہ اگر تم خدا کی طرف لوٹو گے تو خدا تمہاری مدد کرے گا۔

اسلامی ریاست میں دو اصطلاحیں قابل ذکر ہیں۔ ایک دارالاسلام، دارالاسلام اسے کہتے ہیں جہاں حکومت بھی مسلمانوں کی ہو اور جہاں قانون بھی اسلام کا چلتا ہے اور دارالحرب اس کو کہا جاتا ہے جہاں مسلمانوں کی حکومت نہ ہو یا اگر ہو بھی ہو تو بد قسمتی سے وہاں اسلامی قانون نہ چلتا ہو بس اسلامی قانون نافذ کرنے کے لئے زمین کا ٹکڑا ہم نے حاصل کر لیا اب یہاں اسلامی قانون چلائیں گے انشاء اللہ۔ انشاء اللہ تو ویسے ہی کہنا چاہئے ورنہ بشارت تو ہو چکی ہے خیر مدعا یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو اسلام کے اصولوں پر چلائیں۔ آرائش و زیبائش اور نزاکت کے ارمانوں میں کمی کر دیں نمائشی باتیں چھوڑ دیں۔ جفاکش بنیں۔ اس کے لئے مسلمانوں میں فوجی تعلیم کی سخت ضرورت ہے چنانچہ میں نے نواب محمد اسماعیل ممبر آل انڈیا مسلم لیگ سے کہا ہے کہ جب پاکستان بن جائے تو اس میں ایک قانون یہ بھی ہو کہ ہر مسلمان بچے کے بالغ ہونے پر اسے چھ ماہ کی فوجی تعلیم دی جائے اور اس کے بعد اس کی مرضی ہے کہ چاہے وہ فوج میں بھرتی ہو چاہے دکان داری کرے یا کچھ اور۔ نواب صاحب نے اس تجویز سے اتفاق کیا ہے۔ پشاور آتے ہوئے ایک ریل گاڑی میں میں نے ایک مسلمان فوجی سپاہی کو دیکھا وہ کہہ رہا تھا کہ ہم ہر قسم کی اپنی خدمات پیش کرنے کو تیار ہیں۔

تھوڑے دن ہوئے ہمارے ایک وفد نے جس میں یہ خادم بھی تھا دہلی میں مسٹر جناح سے ملاقات کی اور نئے حالات پر گفتگو ہوئی میں کہتا ہوں کہ جو کام اس فاسق محمد علی جناح نے کر دکھایا ہے وہ مولویوں سے بھی نہ ہو سکا اس کے فسق و فجور کا مجھے اعتراف ہے لیکن گاندھی اور جواہر لال کی بہ نسبت وہ ہمارے لئے بہتر ہے مسٹر جناح نے مجھ سے کہا کہ میرا کام اب ختم ہو گیا میں الگ ہوتا ہوں اب یہ مسلمانوں کا کام ہے کہ وہ جسے چاہیں اپنا سربراہ بنا لیں اور جس قسم کی حکومت چاہیں قائم کر لیں میں نے ان کو جواب دیا کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں آپ کا کام ابھی ختم نہیں ہوا ہے اگر حکومت قائم کرنا مسلمانوں کا کام ہوتا تو پاکستان بھی مسلمانوں ہی کا مطالبہ تھا آپ نے جو وعدے اسلامی قانون جاری کرنے کے لئے بمبیئی۔ سندھ۔ بلوچستان اور آسام کی تقریروں میں کئے تھے اور جو وعدہ لیاقت علی خاں نے کیا تھا وہ کدھر گئے؟ آپ یہ نہ بھولیں کہ اب شریعت اسلامی قائم کرنا بھی تمہارا ہی فرض ہے اس پر جناح صاحب نے مجھ سے وعدہ کیا کہ دو ماہ بعد اسلامی حکومت قائم

ہو جائے گی۔

اکثر ہندو اخبارات اور لیڈر کہا کرتے تھے کہ لنگڑا لولا پاکستان بھوکوں مر جائے گا۔ لیکن اب تو مخالفوں میں سے بھی بعض نے پیشگوئی کر دی ہے کہ پاکستان ایک امیر ملک ہے اس لئے ہندو نکتہ چین اب کچھ خاموش ہو گئے ہیں پاکستان میں پانچ کروڑ مسلمان آباد ہونگے۔ دیکھئے ترکی میں دو کروڑ افراد بستے ہیں اور رقبے میں بھی پاکستان سے بہت چھوٹا ہے لیکن جنگ میں ترکی دنیا کی عظیم ترین سلطنتوں کے درمیان چٹان کی طرح کھڑا رہا اسے تو کوئی بھی لنگڑا لولا نہیں کہتا۔

ایبٹ آباد میں مجھے ایک پرانے رفیق کانگرسی کی مجلس میں شامل ہونے کا موقع ملا وہ فرماتے تھے کہ پاکستان ایک مفلس ملک ہوگا اس میں مدافعت کی طاقت نہ ہوگی اور فرض کیجئے روس نے حملہ کر دیا تو پاکستان کیا کرے گا؟ میں نے ان کو جواب دیا کہ اگر روس آئے گا تو ہم کہہ دیں گے کہ مفلس اور قلاش ہیں یہ ریلوے لائن ہندوستان کی طرف جاتی ہے روپوں کی تجوریاں وہی رکھی ہوئی ہیں۔ انہی صاحب نے پھر پوچھا کہ پاکستان قائم ہونے کے بعد ہندوستان میں رہنے والے چار کروڑ مسلمانوں کا کیا بنے گا؟ اس پر میں نے خلیفہ معتصم باللہ کے زمانے کا ایک واقعہ سنایا اور وہی میں آپ کو بھی سنانا چاہتا ہوں۔ اس وقت روما میں عیسائی حکومت تھی وہاں ایک عیسائی فوجی نے ایک مسلمان بڑھیا کے تھپڑ مارا۔ بڑھیا معتصم باللہ کو مدد کے لئے پکارنے لگی۔ ظالم نے پھر ایک تھپڑ مارا اور کہا کہ کیا معتصم باللہ ابلق پر سوار ہو کر مجھ سے تیرا بدلہ لینے آئے گا؟ یہ بات روما سے بغداد پہنچی تو خلیفہ نے کہا جب تک بڑھیا کی بات پوری نہ کر دوں گھر میں قدم نہ رکھوں گا۔ اتنا کہا اور جا کر جنگل میں خیمے گاڑ دیئے اور حکم دیا کہ گرد و نواح سے جتنے بھی ابلق گھوڑے جس قیمت پر بھی ملیں لائے جائیں۔ آن کی آن میں لشکر تیار ہوا اور معتصم نے اٹلی پر حملہ کر دیا ظالم سپاہی کو گرفتار کر لیا گیا اور خلیفہ نے بڑھیا سے کہا کہ دیکھ معتصم تیری مدد کو آپہنچا تو یہ تھا فائدہ آزاد حکومت کا اسی طرح اگر ہماری بھی ایک آزاد مملکت ہو تو ہندوستان کے مسلمانوں کو کوئی بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

حضرات! پاکستان میں اللہ کی غلامی ہوگی رقص و سرود نہ ہوگا۔ شراب و کباب نہ ہوگا کیوں کہ ہم صرف اپنی نیکی کی بدولت دنیا میں باقی رہ سکتے ہیں اور اپنی بدی سے مٹ سکتے ہیں۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ مسلمان جہاں بھی تباہ ہوا ہے اپنے ہی ہاتھوں ہوا ہے اور اسے کوئی دوسرا نہیں مٹا سکتا اسی لئے اب ہم کو چاہئے کہ ہر قسم کے برے افعال سے باز آجائیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ آئی ہوئی چیز ہاتھ سے چلی جائے اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ لوگ پیر صاحب مانکی شریف جیسے دیندار آدمیوں کو اسمبلی میں بھیجنے کی کوشش کریں۔

مسلمانوں میں ایک گروہ تھا جس کو فرقہ معتزلہ کہتے تھے اب تو وہ نہیں رہا اور نہ خدا اسے پھر زندہ کرے۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ ایک طرف کفر ہے اور ایک طرف اسلام ان دونوں کے درمیان تیسرا راہ کوئی بھی نہیں لیکن معتزلہ کا عقیدہ یہ تھا کہ کفر اور اسلام کے درمیان ایک تیسری چیز اور بھی ہے جو کفر اور اسلام کے بین بین ہے یعنی جو شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ نہ مسلمان ہوتا ہے اور نہ کافر بلکہ ایک درمیانی تیسرے درجے میں لٹکا ہوا ہوتا ہے۔

ایک اور مثال دیکھئے ایک ہوتا ہے مرد اور ایک ہوتی ہے عورت۔ مگر جو نہ مرد ہو اور نہ عورت بتایئے اسے کیا کہتے ہیں؟ میری مراد یہ ہے کہ انہی مثالوں پر پٹھانستان کو بھی قیاس کر لیجئے گاندھی جی نے مطالبہ کیا ہے کہ صوبہ سرحد کو آزاد پٹھانستان بنادینا چاہئے کیونکہ سرحد کا کلچر اور تمدن جدا ہے میں پوچھتا ہوں کہ کیا آزاد پٹھانستان خدا سے بھی آزاد رہے گا؟ پٹھانوں کا خدشہ بالکل غلط ہے کہ پنجابی انہیں لوٹ لیں گے تمام صوبوں میں مکمل مساوات ہوگی کوئی کسی کا حق نہیں مار سکے گا۔

پاکستان کو لنگڑا کہا جاتا ہے کہ اس کا ایک پاؤں تقسیم پنجاب سے ٹوٹ گیا۔ دوسرا تقسیم بنگال سے۔ لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ سینکڑوں لنگڑے آدمی ہسپتالوں میں داخل ہو کر ٹھیک ہو جاتے ہیں اسی طرح پاکستان کا لنگڑا پن بھی دور ہو سکتا ہے لیکن سرحد تو پاکستان کا سر ہے لنگڑا سر کٹے پاکستان سے تو بہتر ہے۔ اور لنگڑا پاکستان چھوڑ تاریخ میں تو لنگڑے بادشاہ بھی گزرے ہیں۔

آخر میں یہ عرض کروں گا کہ آپ نے سپاسنامہ میں حد سے زیادہ میری تعریف کی ہے مگر رسول کریمؐ کی حدیث ہے کہ جس نے کسی کی اس کے منہ پر تعریف کی تو گویا اس کی گردن کاٹ ڈالی۔ میری چند معمولی خدمات کیا ہیں۔ تعریف تو اللہ کی راہ میں ہاتھ چلانے والوں کی کرنی چاہئے ہم تو صرف باتیں کرتے ہیں۔

انشاء اللہ جلد پاکستان بن جائے گا اور ہم ایک ایسی مملکت میں آجائیں گے جس میں اسلامی قانون نافذ ہوگا۔

☆☆☆

خطبہ صدارت

ڈھاکہ کانفرنس منعقدہ ۹-۱۰ فروری ۱۹۴۹ء مطابق

۱۰-۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۸ھ

از شیخ الاسلام حضرت علامہ شبّیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

صدر مرکزی جمعیۃ العلمائے اسلام

جو جمعیۃ العلمائے اسلام (پاکستان) کی عظیم الشان کانفرنس منعقدہ ڈھاکہ میں علامہ عثمانی نے پڑھا اور جس میں آغاز پاکستان کے وقت قتل و غارت، کشمیر اور حیدر آباد پھر بھارت کے قبضے کے متعلق تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے اور بالخصوص پاکستان میں قرآن وسنّت کے مطابق دستور سازی اور اسلامی آئین کے نفاذ پر مبصرانہ، عالمانہ اور محققانہ روشنی ڈالی گئی ہے چنانچہ اسی خطبے اور کانفرنس کے باعث قرارداد مقاصد پاس کی گئی یہ خطبہ مرکزی جمعیۃ علماء اسلام نے کراچی سے شائع کیا تھا اور سول اینڈ ملٹری پریس کراچی میں چھپا تھا۔

خطبہ صدارت

از مولانا شبیّر احمد عثمانیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین
وسائر الانبیاء والمرسلین والعاقبۃ للمتقین

اما بعد! محترم صدر استقبالیہ علماء کرام اور برادران اسلام سب سے پہلے میں اس منعم حقیقی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنے فضل و رحمت سے مجھے دین اسلام اور ملت اسلامیہ کی تھوڑی سی خدمت کی توفیق بخشی اور اس خدمت سے زیادہ برادران اسلام کے قلوب میں میرے متعلق ایک طرح کا حسن ظن پیدا کر دیا- حق تعالے ان کے ظن کو میرے حق میں سچا کر دکھائے آپ حضرات نے مشرقی پاکستان کی جمعیۃ علماء اسلام کانفرنس کی صدارت سے سرفراز فرما کر جو کچھ میری قدر افزائی کی ہے میں اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے بصدق دل دعا کرتا ہوں کہ آپ کی نیک امیدیں پوری ہوں- جو خدمت دین وملت کے سلسلہ میں میری ناچیز ہستی کے ساتھ آپ نے وابستہ کر رکھی ہیں-

اس سے زیادہ میں رسمی شکریوں کو طول دینا نہیں چاہتا اور حقیقت صدارت کے متعلق بصرف عربی شاعر کے اس شعر پر اکتفا کرتے ہوئے اصل مقصد کی طرف آتا ہوں-

الصدر من الخطوب بصدرہ وبصبرہ وبحمدہ وبشکرہ

"بنگال کے مسلمانوں کی دیرینہ تمناؤں مسلسل دعوتوں اور بار بار اپنے ارادوں کی شکست وریخت کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ میں مشرقی پاکستان کے دارالحکومت ڈھاکہ میں داخل ہوا-"

میں نے اپنے رفقا محترم کی معیت میں اس ملک کے اکثر بڑے بڑے شہروں میں جانے کا پروگرام چلایا تھا جس میں سلہٹ کو خصوصی اہمیت حاصل تھی مگر صد افسوس کہ ابھی صرف دو ایک جگہ حاضر ہونے پایا تھا کہ ناگہاں بیمار پڑ گیا اور معمولی نقل و حرکت سے بھی معذور ہو گیا اس طرح

دل کی آرزو دل ہی میں رہ گئی۔ بہر حال مقدرات سے کسی کو چارہ نہیں۔ **تجری الریاح بمالاتشتھی السفن**

اگرچہ آپ کا یہ خطہ جسے اب "مشرقی پاکستان" کہتے ہیں مرکز سے بہت بعید اور گویا ایک طرح سے غیر متصل ہے لیکن "بنائے پاکستان" میں بہت موثر کی حیثیت رکھتا ہے۔ عددی اور بعض اقتصادی پہلوؤں سے بھی اس کا تفوق وامتیاز نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور میرے نقطہ نظر سے اس خطہ میں بڑی جاذبیت اس لئے ہے کہ یہاں کے عوام دستور اسلامی اور قوانین شریعت کے قبول کرنے کی خاص تڑپ اور اچھی صلاحیت رکھتے ہیں۔

بیشتر بنگال و بہار کے مسلمانوں نے ہی اس پر آشوب دور میں جبکہ مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کی کشتی ہر جہتی مخالفت کی متلاطم موجوں میں بڑی ڈگمگا رہی تھی کلکتہ کی سرزمین پر جمعیۃ علماء اسلام کی بنیاد رکھ کر مسلم قوم کے سیاسی جذبات ورجحانات میں مذہبی حیثیت سے انقلاب عظیم پیدا کیا جمعیۃ علماء اسلام کے اس تاریخی اجلاس کے وہ بے مثال روح پرور مناظر دیکھنے اور سننے والوں کے دل ودماغ سے یقیناً ابھی تک محو نہیں ہونگے۔

کیا کوئی شخص اس حقیقت کو جھٹلانے کی جرات کرسکتا ہے کہ صوبہ بنگال میں خصوصاً اور پورے برصغیر میں عموماً جمعیۃ علماء اسلام کے وجود میں آنے سے ایک دم ہوا کا رخ پلٹ گیا اور تحریک پاکستان نے وہ قبول عام حاصل کیا جس کی بدولت خدا کے فضل سے آج آپ اتنی بڑی آزاد اور ذی اقتدار مملکت کو سنبھالے بیٹھے ہیں۔

بنگال کی کیفیت تو آپ کی آنکھوں کے سامنے گزری۔ یوپی۔ بمبئی۔ سندھ اور پنجاب میں کسی جگہ چلے جائیے۔ صاف معلوم ہو جائے گا کہ مسلم لیگ کی تحریک کو مکمل طور پر عمومی اور عوامی بنانے کا سہرا علماء اسلام اور مشائخ عظام کے سر ہے۔ سرحد اور سلہٹ کے ریفرنڈم میں ایسی فتح مبین ان ہی حضرات کی بدولت حاصل ہوئی۔ شاید آپ کو یہ معلوم نہ ہو کہ صرف صوبہ سرحد میں پانچ سو سے زیادہ علماء و مشائخ کو جیلوں میں جانا پڑا اور انہوں نے دوسرے لیڈروں سے زیادہ سختیاں برداشت کیں۔

لوگ کہتے ہیں اور بعضوں نے مجھے خطوط لکھے ہیں کہ "حصول پاکستان کے بعد علماء ومشائخ کی ان مساعی عظیمہ کو ارباب اقتدار نے قطعاً فراموش کر دیا۔ مذہبی طبقہ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف تو درکنار نشر واشاعت کے ان تمام ذرائع سے جو حکومت کے دامن سے وابستہ ہیں اس کا خاص طور سے لحاظ رکھا جاتا ہے کہ مذہبی عنصر زیادہ چمکنے یا ابھرنے نہ پائے اور جہاں تک ہو سکے اس

کو خمول اور کس مپرسی کی حالت میں ہی پڑا چھوڑ دیا جائے۔ مطلب یہ ہوا کہ وقت پڑنے پر علماء کو احمق بنالیا جاتا ہے۔ جب کام نکل گیا تو ان سے کوئی تعلق نہیں۔"

میں بالکل صفائی سے بتادینا چاہتا ہوں کہ یہ صورت حال ہمارے لئے کوئی غیر متوقع چیز نہیں۔ ہم یقینا پہلے سے جانتے تھے کہ ایسا ہوگا اور پاکستان کی زمام اقتدار کا بحالات موجودہ جن ہاتھوں میں پہنچنا ناگزیر تھا ان سے ان کے سوا کوئی توقع کی ہی نہیں جاسکتی تھی ہم اس کی نسبت بحمد اللہ کسی فریب میں مبتلا نہ تھے ہم نے یہ سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہوئے جداگانہ قومیت اور اصول پاکستان کی مخلصانہ حمایت مذہبی نقطہ نظر سے حق اور صحیح سمجھ کر کی اور آئندہ بھی انشاء اللہ اس کی حفاظت کے معاملہ میں رجال حکومت کی کوئی ناپسندیدہ روش ہماری جدوجہد پر اثر انداز نہیں ہو سکتی، خواہ ارباب اقتدار ہمارے ساتھ کچھ ہی برتاؤ کریں۔ ہم خالص خدا کی خوشنودی اور اسلام اور اہل اسلام کی برتری اور بہتری کے لئے اپنی اس نئی مملکت کو مضبوط و محفوظ بنانے میں امکانی کوشش کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں گے۔

ساتھ ہی ہم اس کوشش سے بھی کبھی دست بردار نہیں ہو سکتے کہ مملکت پاکستان میں اسلام کا وہ دستور و آئین اور وہ نظام حکومت تشکیل پذیر ہو جس کی رو سے اس بات کا موثر انتظام کیا جائے کہ مسلم قوم اپنی زندگی اسلام کے انفرادی و اجتماعی تقاضوں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق (جو قرآن و سنت سے ثابت ہوں) مرتب و منظم کر سکے اور کوئی ایسا قانون بل اور آرڈی ننس جاری یا نافذ نہ ہو سکے جو احکام اسلام کے خلاف ہو نیز جس کی رو سے یہاں کے غیر مسلم باشندوں کی جان و مال آبرو عبادت گاہوں اور دوسرے ان تمام شہری حقوق کے تحفظ کا جو پاکستان آئین ساز اسمبلی" طے کرے گی کافی بندوبست کیا جائے بشرطیکہ وہ لوگ اسٹیٹ کے وفادار رہیں اور قانون و اخلاق عامہ کے تابع رہ کر زندگی بسر کریں۔

یہ ہی ہمارا وہ صاف بلند اور روشن مطمح نظر ہے جس کے انتظام و انصرام کے لئے یہاں کے کروڑوں مسلمانوں کو ایک خطہ زمین حاصل کرنے کی شدید ضرورت تھی جہاں وہ آزاد و خود مختار رہ کر اپنی مرضی کے موافق بلکہ صحیح تر الفاظ میں اللہ و رسول کی مرضی کے موافق حکومت کا نظم و نسق چلا سکیں اور اپنے عمل سے دنیا کو امن انصاف خوشحالی اور عام معاشی توازن کے حاصل کرنے میں مدد دے سکیں۔

جمہوریت مروجہ کے اعتبار سے اس آزاد و خود مختار مملکت میں اکثریت اور اقلیت کے وظائف و حقوق کا تناسب کیا رہنا چاہئے اس کے متعلق کتاب "پاکستان اور مسلمانان ہند" کے مصنف

نے جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے یعنی "گذشتہ جنگ عظیم کے بعد ہی ایک ایسا اصول مرتب کر لیا گیا تھا جس کی بناء پر اقلیتوں کی دو قسمیں قرار دی گئی تھیں ایک وہ جو مستقل قوم کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دوسری وہ جنہیں جماعت تحت القوم یا قوم اندر قوم کہنا چاہئے۔ اول الذکر کے لئے حق آزادی و خود مختاری تسلیم کیا گیا اور موخر الذکر کو اس کا استحقاق دیا گیا کہ ان کے مذہب زبان اور تہذیب کے تحفظ کی مکمل ضمانت دی جائے۔" اس نظریہ کی تائید آل انڈیا ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی کے جنرل سیکرٹری مسٹر پورن چند جوش نے اپنے ایک بیان سے کی تھی۔ بہر حال خدا کا ہزاراں ہزار شکر ہے کہ اس نے مسلمانوں کو قائد اعظم مرحوم کی سیاسی قیادت انتھک کوشش تدبر آئینی قابلیت اور عزم و استقال کی بدولت مسلم لیگ اور جمعیۃ علماء اسلام کے باہمی تعاون اور جمہور اہل اسلام کی متفقہ جدو جہد سے وہ خطہ زمین عطا فرمادیا جس پر مملکت پاکستان کی تعمیر حسب دلخواہ ہو سکے۔

جانے والی برطانوی حکومت کی تاریخ ۱۴ اگست ۴۷ء اور آنے والی اسلامی مملکت کی ۲۷ رمضان ۶۶ھ تھی۔ جبکہ ایک طرف دنیا کے مسلمان شب قدر والی مقدس اور منور رات میں نزول قرآن کی سالگرہ منا رہے تھے اور دوسری جانب کراچی میں حصول پاکستان کا جشن منایا جا رہا تھا۔

بلاشبہ کسی قوم کے لئے "آزادی" بڑی بھاری نعمت ہے جس کے لئے میدان جنگ میں لاکھوں سپاہی کٹوائے جاتے ہیں۔ لاتعداد عورتوں کو بیوہ اور بے شمار بچوں کو یتیم بننا پڑتا ہے۔ کتنی بستیاں تباہ و برباد ہوتی ہیں۔ کتنے عزت والے ذلیل اور کتنے غلام آقا یا آقا غلام بن جاتے ہیں۔ ایسے ہولناک مراحل طے کرنے کے بعد کوئی کامیاب قوم عروس آزادی سے ہمکنار ہوتی ہے۔

کیف الوصول الی سعادودونها   قلل الجبال ودونهن حتوف

لیکن پاکستان کی تخلیق ایک عجوبہ روزگاہ ہے جو ایک بدیع و غریب طریقے سے عمل میں آئی ہے جس کی کوئی مثال شاید تاریخ کے خزانے میں موجود نہیں۔ یہاں آزادی پہلے آئی اور نہایت لرزہ خیز قربانیاں اس کی آمد کے بعد پیش کرنی پڑیں۔

کوئی شبہ نہیں کہ مسلمانوں کی ایک عظیم الشان مملکت جو دنیا کی ہر ایک مسلم سلطنت سے بڑی ہے بالکل اچھوتے اور بے مثال طریقے سے عالم وجود میں آئی مگر اس بے مثال مملکت کی راہ میں مسلم قوم کی قربانیاں بھی بے مثال تھیں اور دشمنوں کے مظالم بھی دنیا کی تاریخ میں بے مثال رہے۔

تقسیم ہند کے وقت مسلمانوں پر قیامت خیز مصائب کا سبب پاکستان نہیں بلکہ پاکستان نے تو اس کی تباہ کاری کو محدود کر دیا۔

کہا جا سکتا ہے بلکہ کہا جا رہا ہے کہ بہار مشرقی پنجاب کئی ہندو ریاستوں اور دہلی وغیرہ میں مسلمانوں پر جو قیامت ٹوٹی اور جو روح فرسا اور جگر گداز حوادث گزرے کیا یہ سب تحریک پاکستان کے نتائج نہیں۔

یہ بڑا اجرم اور قصور نظر ہوگا اگر ہماری نگاہ بصیرت اس نقطہ پر آکر رک جائے۔ ذرا آگے بڑھ کر آپ یہ بھی تو دیکھئے کے خود تحریک پاکستان کس چیز کا نتیجہ ہے۔

یہ تحریک کوئی ابتدائی اور جارحانہ اقدام کی حیثیت سے شروع نہیں ہوئی بلکہ یہ نتیجہ تھا اس انتہائی ضد اور اصرار کا جو انڈیا کا چارج لینے والی قوم کی طرف سے دس کروڑ مسلمانوں کو ابدی غلام بنائے رکھنے کے لئے بڑی وحشیانہ ناانصافی اور سفاکی کے ساتھ اختیار کیا گیا اور نتیجہ تھا اس عیاری اور دیسہ کاری کا جو ریٹائر ہونے والی حکومت نے تمام اسلامی عناصر کو ہمیشہ مفلوج اور پست رکھنے کے لئے بطور ایک نہ بدلنے والی پالیسی کے اختیار کر رکھی ہے۔

پس اگر یہ صحیح مان لیا جائے کہ ان تمام محشر خیز حوادث کا سبب تحریک پاکستان ہے تو تحریک پاکستان کا سبب ہندو اور انگریز کی مشترک اسلام دشمنی کا جذبہ ہے لہذا اس طرح بھی ان تمام مصائب و دواہی کا وبال ہندو اور انگریز پر پڑنا چاہئے جنھوں نے اپنی انتہائی تنگ نظری اور بددیانتی سے یہاں کے مسلمانوں کو مطالبہ پاکستان پر مجبور کر دیا۔

پھر اس موقع پر یہ بھی سوچنا چاہئے کہ پاکستان کا مطالبہ کسی کے نزدیک ابتداً خواہ کیسا ہی تھا وہ بزور شمشیر تو نہیں منوایا گیا بلکہ تمام قوموں اور پارٹیوں کے باہمی معاہدات اور رضامندی سے پاکستان کی تاسیس عمل میں آئی۔

اب اگر اس کے بعد ہندو اور سکھ کی سیاہ ذہنیت انگریز کی متعفن سیاست اور بعض غداران ملت کی مجرمانہ خیانت نے گہری سازش کے تحت اپنی تسلیم کی ہوئی اسکیم کے خلاف کام نہ کیا ہوتا تو نہ انڈین یونین میں ایسے دردناک اور شرمناک مظالم کا مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑتا نہ کشمیر ایسے روح فرسا حوادث کی آماجگاہ بنتا اور نہ حیدر آباد کی طرف کوئی ظالم نظر اٹھا کر دیکھ سکتا۔ ہر دو مستعمرات اپنی اپنی جگہ آزاد رہ کر اور دوسروں کی آزادی برقرار رکھ کر باہمی تعاون خیر سگالی اور مشترک مساعی کے ساتھ سارے ملک کو طاقتور اور مامون و خوشحال بنانے کی جدوجہد کرتیں تو آپ دیکھتے کہ گزشتہ ایک سال میں یہ برصغیر ترقی کی دوڑ میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتا۔ مگر تلخ نوائی کو معاف کیجئے وہاں تو نیتیں ہی کچھ اور تھیں ہندو کو یہ گوارا ہی نہ تھا کہ کوئی ایک مسلمان بھی ہندوستان کے کسی انچ پر ہندو اکثریت کی غلامی سے آزاد ہو کر رہے ہندو مہاسبھا اور راشٹریہ سیوک سنگھ کی سوچی سمجھی ہوئی اسکیم

کے ماتحت بیس پچیس برس سے مسلمانوں کو بھارت ورش سے ختم کر دینے یا جبر مرتد بنانے کی تیاریاں جاری تھیں اور سات سو برس سے یہ ارمان دلوں میں پرورش پارہے تھے کہ جن مسلمانوں نے صدیوں تک ہم پر حکمرانی کی ہے اب ہم ان پر حکومت کریں گے اور اسلامی عہد کی ایک ایک رسم اور ایک ایک یادگار نیست و نابود کر کے چھوڑیں گے مگر اس رستے میں انگریز کا تسلط کوہ گراں بن کر حائل تھا جس کا زور توڑنا ہندو اور مسلمان دونوں اپنی اپنی آزادی کے لئے ناگزیر سمجھتے تھے۔ ہندو نے اس موقع کو خوب بھانپ لیا اور کانگریس کے ذریعے مصنوعی قومیت متحدہ کا ڈھونگ رچایا گیا یہ ایک ایسا تیر تھا جس سے بیک وقت دو شکار ہوتے تھے یعنی ایک طرف دونوں قوموں کی مشترک قوت اور متحدہ مساعی سے انگریز کو شکست دی جائے اور دوسری جانب جمہوریت کے اصول پر جو کچھ ہاتھ آئے اس پر ہندو اکثریت کا قبضہ اور مسلمان کی دائمی بیچارگی کا جواز حاصل کیا جائے۔

وہ تو یہ کہئے کہ اس نام نہاد قومیت کے آتش فشاں کے جگر میں جو زہریلا مادہ اور آتشیں لاوا جوش مار رہا تھا تحریک پاکستان سے اسے جلد نکلنے کا ایک راستہ ہاتھ آگیا تھا اس کی تباہ کاری ذرا محدود ہو کر رہ گئی اور اگر دو چار برس اور گزر جاتے اور پاکستان نہ بنتا تو اس آتش فشاں کے بے طور اور وسیع پیمانہ پر پھٹنے سے پورے دس کروڑ مسلمان اس کی لپیٹ میں آجاتے پھر ہندو کی فساد انگیزی بزدلانہ خون آشامی اور اسلام دشمنی کی تحریک کے لئے پاکستان کا نام لینا ہی کوئی ضروری نہ تھا کتنے ہی دوسرے حیلے بہانے موجود تھے جیسا کہ ۱۹۳۷ء کی وزارت کے زمانے میں پیش آنے والے سنگین حوادث سے ہر شخص کو اس کا اندازہ ہو چکا تھا اور آج بھی انڈین یونین کے مختلف حصوں میں اس کا تجربہ ہوتا رہتا ہے۔

الغرض دشمنوں کی کوشش یہ تھی کہ پاکستان کے پودے کو پورے نشو نما سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے لیکن "دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است۔"

خداوند قدوس نے اپنے فضل و رحمت سے وہ تمام منحوس مساعی ناکام بنادیں قتل و نہب کے بازار گرم ہوئے۔ اغوا اور عصمت ریزیوں کے طوفان اٹھے۔ ستم رسیدہ تارکان وطن کے سیلاب امنڈ پڑے۔ خوف و دہشت پھیلانے کی کوئی ترکیب نہیں چھوڑی گئی جس کا سلسلہ اب تک کم و بیش جاری ہے اور یہ سب کچھ اس وقت ہوا جب نہ پاکستان کی ساری فوج اس کے پاس تھی نہ پاکستان کا پورا رقبہ اس کے قبضہ میں تھا نہ مالیہ نہ میگزین نہ کوئی ضروری سامان اس کے ہاتھ آیا تھا۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر اس وقت ایک معمولی سا حملہ بھی پاکستان پر ہو جاتا تو شاید اس کی ہستی ختم ہو جاتی مگر حق تعالیٰ نے ایسے نازک ترین دور میں اس کی فوق العادہ حفاظت فرمائی اور اس کے فضل و اعانت سے

وہ چیز جس کی حیثیت اگست ۴۷ء میں ایک کاغذی دستاویز سے زیادہ نہ سمجھی جاتی تھی آج ۴۹ء میں ایک ٹھوس فولادی حقیقت بن کر سب کے سامنے ہے ہماری فوج اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے بہترین فوج ہے ہمارا ڈیفنس اگر مکمل نہیں تو مضبوط یقیناً ہے۔ ہمارا مالیہ بھی ہمارے وسائل کی حد تک ناقابل تشویش ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ ہمارا ہر سپاہی محض بھاڑے کا ٹٹو نہیں بلکہ ایک نئے اور تازہ جوش کے ساتھ اپنے کو مجاہد اسلام کی پوزیشن میں دیکھنے کا مشتاق ہے **فالحمدﷲ علی ذالك حمداً کثیرا۔**

یہ چیز ابھی غلط نہیں کہ مسلم لیگ کے بڑے بڑے قائدین کو بھی یہ اندازہ نہ تھا کہ پاکستان کا نام لیتے ہی لاکھوں انسان نما خاکی پتلے جامہ انسانیت اتار اتار کر دفعۃً وبغتۃً بدترین بہائم اور درندوں کی ایک بھیڑ میں منتقل ہو جائیں گے اور وہ کام کریں گے جن سے چنگیز وہلاکو کی روح بھی کانپ اٹھے گی آخر عقلا کا مستقبل کے متعلق کوئی اندازہ لگانا ایک اندازہ ہی تو ہے۔ پردہ غیب میں واقعات کی جو کیفیت وکمیت مقدر ہے اس کا صحیح تخمینہ کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ جس کے پاس نہ علم محیط ہے نہ قدرت شاملہ۔ دیکھئے ریلوے کا نظام سارے ملک میں کس طرح پھیلا ہوا ہے۔ بڑے بڑے ماہرین اس کا ٹائم ٹیبل پوری احتیاط سے مرتب کرتے ہیں مگر انہیں کیا معلوم کہ کسی حادثہ سے پل ٹوٹ جائے گا یا لائن اکھڑ جائے گی یا ریلوں میں تصادم ہو جائے گا اس لئے وہ ٹائم ٹیبل بسا اوقات غلط بھی ہو جاتا ہے۔

حضرت سید احمد صاحب بریلوی اور حضرت مولانا اسمعیل شہید کے حسن نیت اخلاص اور مجاہدانہ عزیمت سے کسے انکار ہو سکتا ہے مگر عظیم الشان کامیابیوں کے بعد انہیں ایسے غیر متوقع اندوہناک حالات سے دوچار ہونا پڑا جس کا اندازہ انہیں پہلے سے نہ ہو سکا اور اس طرح ان کا مشن دنیوی فتوحات کے لحاظ سے آخر ناکام ہو کر رہ گیا۔ بہرکیف میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے بنتے ہی جو عظیم زلزلہ آیا اس کا اندازہ اس پیمانہ پر پہلے سے کسی کو نہ تھا اور اگر فرض کیجئے ہوتا بھی تو اس کے سوا وہ کر ہی کیا سکتا تھا اس کے سامنے دو ہی راہیں کھلی ہوئی تھیں یا دس کروڑ مسلمان ہندو کی غلامی کا پٹہ ہمیشہ کے لئے گلے میں ڈال کر اپنی قومی موت کے وارنٹ پر دستخط کر دیں اور یا پھر جتنے مسلمانوں کو اس تباہی سے بچا سکیں بچالیں اور آئندہ قدرت حاصل ہونے پر دوسرے گرفتاران بلا کی دستگاری کے لئے امکانی جدوجہد عمل میں لائیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ کوئی غیرت مند مسلمان پہلی شق کو اختیار کرنے کی رائے نہ دے گا چنانچہ یہی سمجھ کر

"ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم"

کہتے ہوئے مسلمان شدائد و حوادث کے اس خوفناک طوفانی سمندر میں کود پڑے اللہ تعالی نے ان کی کشتی پار لگائی- پاکستان قائم ہو گیا-

بحمد للہ اب ایک ایسا خطہ ارضی ان کو مل گیا جہاں مسلم کو یہ قدرت و مکنت حاصل ہے کہ وہ اگر وہاں تمام تر اسلامی آئین و قانون نافذ کرنا چاہیں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں روک نہیں سکتی یہ ہی مکمل آزادی کی وہ قسط اول پہلی منزل اور بنیادی حقیقت ہے جس کا اصول اکھنڈ ہندوستان میں کسی طرح ممکن نہ تھا اور جس کی حفاظت ہر قیمت پر اہل پاکستان کے ذمہ واجب ہے آگے قسط ثانی اور دوسری منزل یہ ہے کہ ہم سب مل کر اس مملکت میں اللہ تعالی کی تشریعی حکومت قائم کرنے کی سعی کریں جس طرح اس کی تکوینی حکومت سارے عالم پر قائم ہے- ہماری حکمرانی اور فرمانروائی کے وہی طور طریق ہوں جن کی نصیحت گاندھی نے اپنے کانگریسی وزراء کو ۳۷ء میں کی تھی یعنی ابو بکر و عمر کے نہج کی حکومت-

اگر اپنی غفلت ولاپروائی سے ہم ایسا نہ کر سکے اور پہلی ہی منزل پر اٹک کر رہ گئے تو یہ ہماری بد بختی حرمان نصیبی اور حاصل شدہ آزادی کی نعمت عظمی کا انتہائی کفران ہو گا اور اگر دوسری قسط کے وصول کرنے سے پہلے خدا نہ کرے وہ پہلی قسط بھی ہاتھ سے کھو بیٹھے تو یہ اس سے بھی بڑی حماقت اور بد نصیبی ہو گی جس کے لئے ہم ہمیشہ آنے والی تاریخ کے سامنے مسئول رہیں گے-

سب جانتے ہیں کہ محولہ بالا بحر حوادث کی طوفانی لہروں کو ہم نے محض خدائے قرآن کا اور اسلام کا نام لیکر عبور کیا تھا اب سمجھنا چاہئے کہ جس چیز کا محض نام لینے سے ہم کو اتنی عظیم کامیابی حاصل ہوئی اگر واقعی ہم اس کے تقاضوں پر عمل پیرا بھی ہو جائیں تو کیا کچھ فتح و نصرت ہمیں خداوند قدوس کی طرف سے حاصل نہ ہو گی- وقت آگیا ہے کہ ذمہ دار حضرات اپنے مقدس وعدے پورے کریں اور مصائب کے طوفانوں سے نکلنے کے بعد اس بچا لینے والے خدا کو نہ بھول جائیں اور ان مغضوب اور گمراہ لوگوں میں سے نہ ہوں جن کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہوا تھا-

واذا رکبوا فی الفلك دعو اللہ مخلصین له الدین فلما نجاهم الی البر اذاهم یشر کون

آخر قرآن سے منہ موڑ کر ہم کونسا "نظام حیات" اور "آئین حکومت" اختیار کریں گے- حالانکہ قرآن ہی وہ مکمل لازوال ابدی اور عالمگیر نظامنامہ صداقت ہے جس سے اپنے ہر شعبہ زندگی میں ہم نور اور قوت کا اکتساب کر سکتے ہیں- **افغیر دین اللہ یبغو ن وله اسلم من فی السموات والارض طوعاً و کرهاً والیه یرجعون** ط یعنی کیا اللہ کے دین کے سوا تمہیں کسی

اور چیز کی تلاش ہے حالانکہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے (تکوینی طور پر) اس کا حکمبردار ہے خوشی سے یا ناخوشی سے اور سب کو اس طرف رجوع ہوتا ہے۔

آج ہم مسلمان ہر جگہ طاغوتی قوتوں سے گھرے ہوئے ہیں۔ فلسطین میں صیہونیوں کی فتنہ سامانیاں حشر برپا کر رہی ہیں۔ وہ مقدس سرزمین آج دنیا کی سب سے بڑی سرمایہ پرست اور سرمایہ داری کی سب سے بڑی مخالف سلطنتوں کے نرغہ میں ہے اس گھمسان میں عرب اپنی قسمتوں کو تول رہے ہیں۔ کشمیر میں شیخ عبداللہ کی غداری کی بدولت انڈین یونین کی غاصبانہ چیرہ دستیاں پاکستان کے گرد فوجی حصار قائم کرنے کی فکر میں ہیں۔ حیدر آباد کی قدیم مملکت کا بڑی بے رحمی سے گلا گھونٹ دیا گیا ہے انڈین یونین کے مسلمان باشندے ہر وقت خوف و ہراس کے سکرات میں مبتلا ہیں۔ پاکستانی مسلمان صلح و جنگ کے امکانات کے پیش نظر بیم و رجا کی کش مکش سے دوچار ہیں۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ فلسطین ہمارا اجزو ایمان کشمیر ہماری رگ جان اور حیدر آباد ہمارے قدیم عزو وقار کا نشان ہے۔

مگر آہ کہ وہ نشان انڈین یونین کی بظاہر فوجی نمائشوں اور بباطن عیارانہ سازشوں کی بدولت آج سرنگوں ہو چکا ہے۔ اس بیسویں صدی میں ابن العلقمی اور جعفر و صادق کے جانشینوں نے پھر ایک دفعہ اپنی تاریخ دہرائی۔ سینکڑوں برس کی اسلامی مملکت کو بدون لڑے بھڑے چار دن میں کفار کے حوالے کر دیا اور اس طرح ملت دین اور وطن کے سامنے ایک نئی مصیبت کا پہاڑ کھڑا ہو گیا۔

یہ سب کچھ ہے تاہم ان میں سے کسی مسئلہ کی اہمیت کو اب بھی ہم نظر انداز نہیں کر سکتے نہ ان لاکھوں مردوں عورتوں اور بچوں کو کبھی اپنے دل سے بھلا سکتے ہیں جنہوں نے اپنی جانب اپنے اموال اپنی آبروئیں اسلام اور پاکستان پر نچھاور کی ہیں۔ ادھر ہمارے ملک میں ہنوز ففتھ کالم کی بھی کمی نہیں جس کی دجالانہ فریب کاریاں بہت سے مخلصین کو بھی مغالطوں میں پھنسا دیتی ہیں۔

ان تمام مشکلات سے نمٹنے کے لئے ہم اور سارا عالم اسلامی مختلف قسم کی تدابیر پر غور کر رہا ہے ہر ذی رائے مسلمان اپنی اپنی جگہ الگ الگ نقطہ نظر سے سوچتا ہے اور تجویزیں تیار کرتا ہے لیکن صد افسوس کہ مسلم ہونے کی حیثیت سے یہ توفیق بہت ہی کم ہوتی ہے کہ قرآن کریم سے اپنی مشکلات کا کوئی حل معلوم کریں۔ ہماری نگاہیں کبھی برطانیہ اور کبھی روس کی طرف اٹھتی ہیں اگر نہیں اٹھتی تو اس "نور مبین" کی طرف جو ہماری دائمی رہنمائی کے لئے "رب العرش العظیم" کی طرف سے مرحمت ہوا تھا۔

اس موقع پر اپنی اس تقریر کا تھوڑا سا اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں جو قائد اعظم کے چہلم کے موقع پر کی گئی تھی یعنی

بلاشبہہ میں مانتا ہوں کہ ہم کو اپنی استطاعت و امکان کی آخری حد تک ان مادی ذرائع ووسایل کی فراہمی میں کمی اور سستی نہیں کرنی چاہئے جن سے ہم اپنے دشمنوں کے حوصلے پست کر سکیں اور ان پر اپنی دھاک بٹھا سکیں کیونکہ یہ چیز خود قرآن کریم کے صریح حکم "**واعدوا لھم مااستطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم**" کے ذیل میں شامل ہے لیکن یہ صرف اتنی ہی تیاری ہمارے لئے کافی نہیں۔

۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد جو کمیشن فتح وشکست کے اسباب کی تحقیقات کرنے کے لئے بیٹھا تھا اس نے اپنی تحقیق وتدقیق کے نتیجہ کے طور پر اس مادیت میں ڈوبی ہوئی دنیا کے سامنے یہ اعلان کیا کہ "آج بھی کوئی جنگ بڑے بڑے مہیب اور ہلاکت بار اسلحہ سے نہیں جیتی جاسکتی۔ فتح وکامیابی کا اصل مدار فوجوں کے بلند حوصلہ مضبوط کریکٹر اور بہترین ڈسپلن پر ہے۔"

اب ذرا دوسری طرف غور کیجئے کہ عہد رسالت کی پوری تاریخ جہاد میں صرف دو موقعہ ایسے پیش آئے جنہیں ہزیمت تو نہیں کہا جاسکتا ہاں ایک قسم کی وقتی ابتری اور اختلال کہہ سکتے ہیں۔

ایک "غزوہ احد" دوسرا غزوہ حنین" ان دونوں واقعات کا ذکر قرآن کریم میں ہے لیکن کہیں ایک جگہ بھی اللہ تعالی نے اس ہنگامی پسپائی یا ابتری کا سبب نہ تو مجاہدین کی قلت تعداد کو قرار دیا نہ میگزین یا رسد یا دوسرے سامان کی کمی کو۔ ہاں احد کے قصہ میں تو یہ فرمایا **حتی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما اراکم ماتحبون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ** ط (یعنی تم نے بزدلی دکھائی اور جو حکم ملا تھا اس کے متعلق آپس میں جھگڑ پڑے (یہ نااتفاقی ہوئی) اور جو چیز تم پسند کرتے تھے جب خدا نے وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے کردی تو نافرمانی کرنے لگے۔ اس وقت کوئی تم میں سے دنیا کا طالب تھا اور کوئی آخرت کا)

اور حنین کے بارے میں یوں ارشاد ہوا۔ **ویوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین** ط (یعنی حنین کا قصہ یاد کرو جبکہ تم اپنی کثرت تعداد پر اترا گئے پھر وہ کثرت تمہارا کچھ بھی کام نہ بنا سکی اور زمین باوجود فراخی کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔)

ان آیات میں بار بار غور کیجئے کیا یہ اس حقیقت کی طرف صاف رہنمائی نہیں جسے تم کریکٹر کی درستی اور ڈسپلن کی مضبوطی کے ناتمام الفاظ سے ادا کر رہے ہو۔ یاد رکھئے کریکٹر اور ڈسپلن

کی کامل ترین مضبوطی اور پختگی جس راستہ سے حاصل ہوتی ہے اس پر قرآن کریم نے بکرات و مرات نہایت شدومد کے ساتھ متنبہ کیاہے اوروہ راستہ صبر و تقویٰ کاہے-

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ کثرت تعداد اور فراوانی وسائل کے لحاظ سے ہمارے اعداہم پر فائق ہیں اور سر دست ہم اس قدر استطاعت بھی نہیں رکھتے کہ اپنی مدافعانہ طاقت کو اپنے دشمن کے لیول تک پہنچادیں اب اگر قلت تعداد اور اسباب کے باوجود ہمارے لئے فتح وکامرانی کی صورت ہے اور انشاء اللہ یقیناً ہے تو اس کا مدار صرف قادر مطلق کی نصرت پر ہے اور یہ نصرت وامداد مسلمانوں کو صبر و تقویٰ کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہے-

وان تصبروا وتتقوالایضرکم کیدھم شیئاً ط (اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کروگے تو ان کافریب تمہیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا-)

دوسری جگہ ارشاد ہے-

لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوالکتب من قبلکم ومن الذین اشرکوااذیً کثیراً وان تصبروا وتتقوا فان ذلك من عزم الامور

یقیناً تمہاری آزمائش ہوگی مالوں اور جانوں میں اور البتہ تم سنوگے اگلی کتاب والوں سے اور مشرکوں سے بہت بدگوئی اور تکلیف دہ باتیں اور اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کرلو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے-

صبر و تقویٰ ہی وہ چیز ہے جس کے اختیار کرنے پر آسمان سے فرشتوں کی مدد پہنچتی ہے-

بلی ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورھم ھذا یمددکم ربکم بخمسة الاف من الملائکة مسومین- ط

بیشک اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کرو اور دشمن کو فوراً کمک پہنچ جائے تو اللہ پانچ ہزار فرشتوں سے تمہیں کمک پہنچائے گا-

قیدوبند کے سارے شدائد برداشت کرنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام خزائن ارض پر قابض ومتصرف ہوتے ہیں تو اس کا سبب حضرت یوسف علیہ السلام ہی کے الفاظ میں یہ بتایا جاتا ہے-

قد من اللہ علینا انه من یتق ویصبر فان اللہ لایضیع اجر المحسنین

اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا بلاشبہہ جو شخص تقویٰ اور صبر اختیار کرے تو اللہ بھلائی کرنے والوں کااجر ضائع نہیں کرتا-

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو ساری دھمکیوں کے جواب میں اپنی قوم سے فرمایا

استعینوا باللہ واصبروا ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین

اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو بیشک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنائے اور بہتر انجام تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے ہے۔

غرضیکہ جس چیز کا قرآن پاک نے صاف صاف اور بار بار اعلان کیا اور تاریخ اسلام صدیوں سے اسکا مشاہدہ کراتی رہی اس پر عمل پیرا ہونے میں تغافل و تساہل برتنا ہمارے لئے سخت مجرمانہ فعل ہوگا۔ اسے اختیار کئے بغیر ہمارے لئے فوز و فلاح کی راہ کھلنی محال ہے اس حقیقت کو ہم جس قدر جلد سمجھ لیں اتنا ہی بہتر ہے۔

آج فلسطین، کشمیر، حیدر آباد، انڈیا، انڈونیشیا اور دیگر ممالک کے مسلمانوں کی جان جس عذاب میں ہے اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہمارے پاس بجز اس کے کوئی راستہ نہیں کہ ہم اس مالک الملک کے بتلائے ہوئے طریقے پر گامزن ہو جائیں جس کی شان یہ ہے۔

تؤتی الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعزمن تشاء وتذل من تشاء

نہ بین الاقوامی انجمنوں کے کمیشن ہماری مسیحائی کر سکتے ہیں نہ محض ان قوموں کے معاہدات موجب اطمینان ہو سکتے ہیں جنہیں معاہدہ کی سیاہی خشک ہونے سے پہلے ہی پارہ پارہ کرنے میں باک نہیں ہوتا۔

میرے نزدیک تو ہمارے سارے فوز و فلاح کا راز ان چار لفظوں میں مضمر ہے۔

۱۔صبر واستقامت ۲۔ تقویٰ وطہارت ۳۔اتحاد ملت ۴۔اعداد قوت حسب استطاعت

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انفرادی واجتماعی زندگی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اپنا تعلق صحیح رکھا جائے تاکہ اسکی امداد و نصرت کے مستحق ہو سکیں۔ اس راہ میں بڑی سے بڑی سختیوں کو صبر و استقلال کے ساتھ کوہ استقامت بن کر برداشت کیا جائے اور ساری ملت اسلامیہ متحد و یکجان ہو کر اپنی قدرت کی آخری حد تک وہ قوت فراہم کرے جس سے ابلیسی لشکروں کے حوصلے پست ہو جائیں۔ **یا ایھاالنبی حسبك اللہ ومن اتبعك من المومنین** اور فرمایا **واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولاتفرقوا**

ظاہر ہے کہ اس چیز کی تکمیل و انصرام موقوف ہے اس پر کہ ہماری سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان پہلے اپنے قیام کی اصلی غرض و غایت اور بنیادی اصول کو سمجھ لے جو ہمارے

نزدیک حسب ذیل ہونے چاہئیں۔

الف۔ بلا تفریق مذہب و ملت و نسل وغیرہ تمام باشندگان پاکستان کیلئے امن و انصاف قائم کرنا اور دوسری اقوام کو بھی اس مقصد کی طرف دعوت دینا۔

ب۔ جملہ معاہدات کا احترام کرنا جو کسی دوسری قوم یا مملکت سے کئے گئے ہوں۔

ج۔ اللہ تعالی کو سارے ملک کا مالک اصلی اور حاکم حقیقی مانتے ہوئے اس کے نائب امین کی حیثیت سے اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر پوری مسئولیت کے خیال کے ساتھ حکومت کا سب کاروبار چلانا۔

د۔ غیر مسلم باشندگان پاکستان کے لئے جان و مال اور مذہب کی آزادی اور شہری حقوق کے تحفظ کے ساتھ مذہب اسلام کی حفاظت اور تقویت کا بندوبست کرتے ہوئے مسلم قوم کو ان قوانین الٰہیہ کا انتہائی پابند بنانے کی سعی کرنا جو مالک الملک نے ان کے فلاح دارین کے لئے نازل فرمائے ہیں۔

ہ۔ تمام باشندگان پاکستان کی انفرادی صلاحیتوں کی مالی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے انکے معاشی حالات میں مناسب اور معتدل توازن قائم کرنا اور تا بحد امکان کسی فرد کو بھی ضروریات زندگی سے محروم نہ ہونے دینا۔

و۔ خصوصیت کے ساتھ ربا (سود) مسکرات (نشہ آور اشیاء) قمار (جوا) اور ہر قسم کے معاشری فواحش کے سدباب کی امکانی کوشش کرنا۔

ز۔ قومی معاشرہ کو بلند خیالی کے ساتھ ساتھ سادہ اور ستھرا بنانے کی ہر جائز کوشش کرنا۔

ح۔ مغربی طرز کی پیچ در پیچ عدالتی بھول بھلیاں سے نکال کر عوام کے لئے امکانی حد تک سستا اور تیز رفتار انصاف حاصل کرنا۔

ط۔ ان پاک اور بلند مقاصد کے لئے ایک ایک مسلمان کو بقدر ضرورت دینی و عسکری تربیت دے کر اسلام کا مجاہد اور پاکستان کا سپاہی بنا دینا۔

جو مملکت اپنے آئینی دائرہ میں ان پاک اور اہم ترین مقاصد کی بنیادوں پر قائم ہوگی وہ اللہ کی مدد اور ملت اسلامیہ کی عملی مواخات سے ہر باطل کی سرکوبی کر سکے گی اور انشاء اللہ اس دنیا میں عام امن و انصاف اور خوشحالی و فارغ البالی کا علم بلند کر دے گی۔

اگر مملکت پاکستان اس نہج اور ان بنیادوں پر حکمرانی کرے تو وہ دنیا کی بہترین قابل تقلید حکومت ہوگی اور ایسی ہی حکومت حقیقی معنوں میں اسلامی حکومت کے لقب کی مستحق ٹھہرے گی۔

گو اس کے بعد بھی جاہ و اقتدار کی ہوسناکیاں اور شدید ترین عداوت و عناد کے جذبات جو اسلام کی طرف منسوب ہونے والی ہر چیز کے متعلق غیر مسلم اقوام کے دلوں میں صدیوں سے پرورش پاتے چلے آرہے ہیں دنیا کو چین سے نہ بیٹھنے دیں گے اور تمام کافرانہ طاقتیں ملت واحدہ بن کر بہت جلد ایسی صالح سلطنت کے مقابلہ میں بھی محاذ جنگ قائم کر لیں تاہم میں یقین رکھتا ہوں کہ بہت ہی سخت جھٹکوں اور زلزلوں کے بعد جن سے ابھی دنیا کو ایک ناقابل تصور اندازہ تک دوچار ہونا باقی ہے ایک وقت ضرور آئے گا کہ ساری دنیا ایک ہی نظام حکومت میں منسلک ہو کر رہے گی اور یہ اس وقت ہوگا جب دنیا سکون و امن کی تلاش میں ہر طرح کی ٹھوکریں کھا کر اور ہر طرف سے تھک کر اس مالک ملک اصلی اور حاکم حقیقی کی طرف رجوع ہوگی اس وقت وہ اپنے اگلے پچھلے افکار و خیالات کا از سر نو جائزہ لینے پر مجبور ہو جائے گی۔

وہ جن چیزوں کو دقیانوس سمجھ کر ہمیشہ کے لئے چھوڑ چکی تھی پھر اپنی تازہ ترین ترقیات اور نئے نئے سامانوں کی روشنی میں انہیں پر باسلوب جدید غور کرنے کے لئے تیار ہو بیٹھے گی۔ فاطر حقیقی کی غیبی تائید اور شاید کسی فوق العادہ روحانی ذریعہ سے دنیا کے بڑے بڑے سمجھ دار اور ذی اثر لیڈروں کے سامنے فطرت انسانی کے صحیح اصول اور عقل سلیم کے سچے تقاضے بے نقاب ہو جائیں گے وہ انہیں علی وجہ البصیرت سمجھ کر قبول کریں گے اور بہت سے لوگ عام حالات کے دباؤ اور قوی التاثیر ماحول کے اثرات سے انکے ماننے پر مجبور ہو جائیں گے۔

اس وقت دنیا میں ایک ہی (دین فطرت) رہے گا جس کی ذرا سی جھلک "برنارڈ شاہ کو مستقبل میں نظر آرہی ہے۔ ساری دنیا ایک ملت بن جائے گی۔ زمین کے سب باشندے ایک "عادلانہ نظام حکومت" میں شریک ہونگے۔ افلاس و بدحالی کا نشان باقی نہیں رہے گا۔ خیرات کرنے والے مال لے کر باہر نکلیں گے مگر کوئی نہیں ملے گا جو اسے قبول کرے۔ دنیا خوشی نیکی اور انصاف سے بھر جائے گی بلکہ یوں کہئے کہ ایک طرح کی جنت میں تبدیل ہو جائے گی۔ اس وقت آفرینش عالم کی اصلی غرض و غایت ہر جہت سے پوری ہوگی اور **لاتکون فتنته ویکون الدین کله لله** کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔

یہ محض کوئی خیال آرائی اور شاعرانہ تخیلات نہیں بلکہ یہ دنیا کا اٹل مستقبل ہے جسے کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ مبارک ہیں وہ خوش نصیب بندے جو ایسے پاک و درخشاں مستقبل کے لانے میں آج کم و بیش اپنا کوئی حصہ لگالیں اور بدبخت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس کے مقابلہ کے لئے ابھی سے کمر باندھ رکھی ہے۔

خوب سمجھ لیجئے آج کا مسئلہ ملا اور مسٹر کا مسئلہ نہیں۔ نہ یہ جدت اور قدامت کی کشتی ہے نہ دیو بند اور علی گڑھ کا اکھاڑہ ہے۔ یہ تو خدا کے بندوں کے لئے سخت ترین آزمائش کی گھڑی ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے اس نادر موقع سے کیا فائدہ اٹھاتے ہیں اور تیرہ سو برس کے بعد کس عزم ہمت سے دنیا میں قرآنی آئین اور اسلام کے فطری اصولوں کے دوبارہ زندہ اور نافذ کرنے کے لئے کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ **ان تنصرو اللہ ینصر کم ویثبت اقداکم**

بہت سے مغرب زدہ لوگ جو اپنی اسلامی بصیرت کھو چکے ہیں اور جو خفاش کی طرح ظلمت سے نکل کر روشنی میں آنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتے بلکہ اوروں کا راستہ بھی روکنا چاہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ چودہ سو برس کا معاذاللہ فرسودہ نظام اس نئی روشنی کی دنیا میں کہاں چل سکتا ہے "لیکن جو نئی دنیا طرح طرح کی نئی روشنیوں کے باوجود کروڑوں برس کے فرسودہ شمس و قمر سے ہنوز بے نیاز نہیں ہو سکی تو چودہ برس کے قرآنی نظام سے اس کا آنکھیں چرانا کہاں تک حق بجانب ہو سکتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ قرآنی نظام چلانے کے لئے ابھی ماحول تیار نہیں لیکن قرآن جس وقت دنیا میں آیا اگر ماحول کی تیاری اور فضا کی سازگاری کا انتظار کرتا تو شاید قیامت تک بھی یہ انتظار ختم نہ ہوتا۔ قرآن تو اپنے لئے خود ماحول بناتا ہے اور قرآنی نظام کے نافذ ہونے سے بڑی حد تک فضا بدلنے لگتی ہے آپ سعودی حکومت ہی کو دیکھ لیجئے صرف دو تین چوروں کا ہاتھ کٹنے کے بعد حجاز جیسے ملک میں چوری کا بیج بھی باقی نہیں رہا اور ان متنورین کو یہ سن کر تعجب ہوگا اور شاید کچھ افسوس بھی ہو کہ حجاز میں ٹنڈوں اور لنڈوں کا کوئی بڑا شہر تو کجا کوئی چھوٹا سا گاؤں بھی کہیں نظر نہیں آتا۔ آسمانی قانون کے اجرا کی سزا جرم کو روکتی ہے مجرم کو جیل بھیج کر پکا اور ڈگری یافتہ مجرم نہیں بنایا جاتا۔

لوگ کہتے ہیں کہ قطع ید وحشیانہ سزا ہے جو اس دور تہذیب کے شایان نہیں۔ مگر جس جرم کی سزا ہے وہ کونسا مہذب فعل ہے پس اگر ایک دو وحشتوں کے ارتکاب سے ہزاروں وحشتوں کا خاتمہ ہوتا ہو تو مہذب سوسائٹی کو خوش ہونا چاہئے کہ ان کے تہذیبی مشن کے کامیاب ہونے میں اس سے بڑی مدد ملی۔

اچھا اگر ان حضرات کو یہ اصرار ہے کہ مریض کے تندرست ہونے کے بعد دوا کا بندوبست کیا جائے یعنی پہلے ماحول ٹھیک کر لو پھر قانون اسلامی جاری کر لیں گے تو اس کی بھی آسان اور موثر صورت یہ ہے کہ یہ سب سے پہلے اس ملک کے ارباب بست و کشاد بدون کسی قانونی دباؤ کے خوشدلی کے ساتھ اپنی زندگی اسلامی سانچہ میں ڈھال ڈالیں۔ دیکھئے اس کے بعد فضا کا بدلنا کیسا آسان

ہو جاتا ہے ورنہ یہ بات حیلہ بازی کے سوا کچھ نہیں کہ بیچارہ ملا تو فضا بدلنے میں لگا ہے اور ہمارے لیڈر اسے اور زیادہ خراب کرنے میں منہمک رہیں اور اگر فضا کے ناسازگار ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ حلقہ اقتدار و حکومت کی فضا اس کے لئے سازگار نہیں تو پھر ملت اسلامیہ کو غور کرنا پڑے گا کہ ملک کی زمام اقتدار آئندہ کن ہاتھوں میں رہنی چاہئے اور اس مقصد کے حصول کے لئے کیا ذرائع اور وسائل استعمال کئے جائیں۔

کہا جارہا ہے کہ ملا حکومت و اقتدار چاہتا ہے لیکن جب دوسرے لوگ دنیا کی نفع اندوزیوں کے لئے اقتدار چاہتے ہیں تو دینی اقتدار کے لئے ملا کا حکومت میں حصہ حاصل کرنا کیوں گناہ ہوگا۔ حالانکہ اس حکومت کے قائم ہونے میں اس کا بھی کافی حصہ ہے۔ آخر حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے خود کہا تھا کہ **اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظٌ علیمٌ** اور صحیح تر بات یہ ہے کہ ملا حاکم بننے کا طلبگار نہیں ہاں اپنے حاکموں کو تھوڑا سا ملا بنانے کا ضرور خواہاں ہے۔

خلیفۃ المسلمین اور اولوالامر میں فرق---- ہم دیکھ رہے ہیں کہ کچھ دنوں سے اس سلسلہ میں عجیب بدحواسی اور جہالت کی باتیں کی جارہی ہیں۔ مثلاً کہا گیا ہے کہ اگر "اسلامی نظام" جاری ہو تو "**اولوالامر منکم**" کا مصداق کون ہوگا۔ سلطان ابن سعود یا شاہ فاروق یا شرق اردن والے شاہ عبداللہ یا عصمت انونو یا عراق کے امیر فیصل یا اعلیٰ حضرت ظاہر شاہ یا بادشاہ ایران یا پاکستان کے گورنر جنرل۔

واقعی اعتراض کرنے کو بھی تھوڑے سے علم کی ضرورت ہے ان فریب خوردہ جاہلوں کو کون بتائے کہ "اولوالامر" جمع کا صیغہ ہے اور اس کے تحت میں اپنی اپنی جگہ یہ سب داخل ہیں بلکہ آپ کے ضلع کا مسلمان کلکٹر بھی اس میں شامل ہے۔ شاید اپنے جہل سے ان لوگوں نے "اولوالامر" کو خلیفۃ المسلمین کا مترادف سمجھ لیا ہے حالانکہ "اولوالامر" "خلیفہ" سے بہت زیادہ عام لفظ ہے۔

ہاں آیت مذکورہ سے الگ ہو کر اس پر بحث ہو کہ تمام عالم اسلامی کا ایک خلیفہ ہونا چاہئے تو بے شک اصل مسئلہ وہ ہی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر یہ چیز سردست ہماری استطاعت سے خارج ہے تو جس دستور و قانون سازی کا جاری کرنا ہماری استطاعت میں ہے اسے بھی چھوڑ بیٹھیں۔ گویا یا تو ہم گاماں پہلوان بن کر رہیں اور یا پھر تپدق کے مریض ہو کر زندگی بسر کریں۔ درمیان میں کوئی درجہ ہی نہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا تھا" **ان ارید الاصلاح مااستطعت وماتوفیقی الا باللہ** اور حق تعالیٰ نے اس امت کو خطاب کر کے فرمایا "**فاتقوا اللہ مااستطعتم**"

دیکھئے دونوں جگہ استطاعت کی قید لگی ہوئی ہے۔

پس ہم کسی چیز کے اس حد تک مکلّف ہیں جہاں تک ہماری قدرت واستطاعت کی پرواز ہے علاوہ ازیں یہ مطلب کسی کا نہیں کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا ایک امیر یا ایک نظام حکومت نہ ہو۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اس مقصد تک پہنچنے کے لئے ایک موثر اقدام اپنے گھر سے شروع کیا جائے اور پاکستان کی جدید مملکت میں اسلامی نظام کی بنیاد رکھی جائے جو وحدت اسلامی آخری منزل تک رفتہ رفتہ پہنچنے کے لئے ایک نمونہ اور زینہ کا کام دے سکے۔ ایک طرف ہم محدود علاقے میں اسلامی آئین و قوانین کا نفاذ کریں اور دوسری جانب اس کو وسعت دے کر سارے عالم اسلامی تک لے جائیں۔

بعض ناعاقبت اندیشوں نے اس سلسلہ میں علماء کو دھمکیاں دینا شروع کر دی اور وہ انہیں مصطفےٰ کمال کا کارنامہ یاد دلاتے ہیں حالانکہ آخری دور میں مصطفےٰ کمال کی طرح امان اللہ خاں کی مثال بھی ان کے سامنے ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی دانش مند آدمی ان میں سے کسی ایک مثال کا بھی پاکستان میں بروئے کار آنا پسند کرے گا۔

اسلامی آئین کا مسودہ:۔ علماء سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ آخر وہ آئین اسلامی ہے کیا جس کا تم مطالبہ کرتے ہو اسے پیش بھی تو کرو۔ شاید یہ جانچنا ہو کہ کہاں تک ہماری اہواء و آراء کے سانچے میں ڈھالا جا سکتا ہے یا کس طرح اس اہم مسئلہ کو جاہلانہ بحثوں میں الجھا کر کم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ تو فرمائیے وہ آئین پیش کس کے سامنے کیا جائے اور کون کرے۔ اس لئے تو ہم نے دستور ساز اسمبلی کو نوٹس دیا تھا کہ وہ ایک کمیٹی جید علماء مفکرین کی بنائے جو اس آئین کا مسودہ تیار کر کے اسمبلی کے سامنے پیش کر دے جس کا موقع آج تک نہیں آسکا۔

کہتے ہیں کہ علماء میں باہم اختلاف ہے اور اسلام میں بہت سے فرقے ہیں۔ ان اختلافات کو کیسے طے کیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ کیا لیڈروں میں اختلاف نہیں کیا سیاست میں مختلف پارٹیاں موجود نہیں آخر متعدد قوموں فرقوں اور پارٹیوں کے اختلافات کس اصول پر طے کئے گئے اور اب بھی طے کئے جاتے ہیں۔ اس اصول پر اسلامی آئین حکومت کے متعلق علماء کا اختلاف بھی (بشرطیکہ وہ موجود ہو) طے کر لیا جائے گا پھر مختلف اسلامی فرقوں کے علماء تو آج پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اس معاملہ میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہو سکا کہ مختلف خیال اور مسلک رکھنے والے علماء آپ کے ان حربوں کو خوب سمجھ چکے ہیں اور یہ کہ اب آپ کے ایسے لچر پوچ حیلے بہانے یا مذہبی تفرقوں کو ہوا دینے کی کوشش سے عامہ مسلمین کا وہ بے پناہ سیلاب انشاء اللہ رک

نہیں سکتا جو قدیم اسلامی دور کی برکات کو واپس لانے کے لئے ان کے سینوں میں بڑے زور سے موجیں مار رہا ہے-

انگریزی عہد کی بدبودار سیاست کا ممکن ہے یہ لوگ کچھ تجربہ رکھتے ہوں مگر پاکستان بننے کے بعد مسلمان جس پرانی سیاست کا نیا ایڈیشن بروئے کار دیکھنا چاہتا ہے اس سے انہیں دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ طول امل کی وجہ سے خوف ہے کہ اس کے سمجھنے کی اہلیت بھی ان سے سلب ہو چکی ہو

عمر یست کہ افسانہ و منصور کہن شد   من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

بہر حال میں پھر وہ ہی کہوں گا جو شروع میں کہہ چکا ہوں کہ ہماری مشکلات کا واحد حل اور ہماری بیماریوں کا واحد علاج یہ ہی ہے کہ ہم اللہ کا کلمہ بلند کریں اور اس کے آئین کی برتری عملا ساری دنیا پر واضح کر دیں جس کے فوائد و ثمرات دیکھ کر غیر مسلم بھی پکار اٹھیں کہ ایسی خوشحالی اور ایسا امن و اطمینان تو ہمیں اپنی قوم کی حکومت میں بھی حاصل نہیں- بہت سے لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ دنیا میں آج کسی جگہ بھی کوئی حکومت مذہبی بنیادوں پر قائم نہیں مگر یہ دعویٰ غلط ہے کیونکہ متعدد اسلامی سلطنتوں کا دستور اساسی آج بھی اس بنیاد پر قائم ہے-

موجودہ ممالک اسلامیہ کے اسلامی و شرعی دستور و آئین

چنانچہ افغانستان کا دستور بسم اللہ سے شروع ہوتا ہے اس کی پہلی دفعہ اس امر کا اظہار کرتی ہے کہ ملک کا دین اسلام ہے اور اس کے باشندے بالعموم حنفی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں- بادشاہ ملک کے لئے حنفی مذہب کا ہونا ضروع ہے- حکومت شریعت اسلامیہ کے مطابق ہو گی-

۲- شاہ افغانستان تخت نشینی کے وقت قومی کونسل کے سامنے مندرجہ ذیل حلف اٹھاتا ہے- "میں اللہ تعالی کو حاضر و ناظر جان کر اسکی اور قرآن پاک کی قسم کھاتا ہوں کہ حکومت کا انتظام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور ملک کے بنیادی آئین کے مطابق کروں گا- میں دین اسلام افغانستان کی آزادی اور قوم کے حقوق کی پوری حفاظت کروں گا-

۳- شاہ کو جو حقوق حاصل ہیں ان میں سے ایک یہ ہے قانون شریعت کے مطابق سزاؤں کو کم یا معاف کرنا-

۴- محکمہ عدالت ایک آزاد محکمہ ہے اور اس میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا- معاملات کا فیصلہ شریعت کے مطابق ہوتا ہے- ملک میں فقہ حنفی رائج ہے-

۵- قانون شریعت اور قانون ملک کی رو سے سب کے فرائض و حقوق برابر ہیں- افغان رعایا پر ملک کے سیاسی اور مذہبی اور امر و نواہی کی پابندی لازم ہے-

۶- ایسے ملکی اور غیر ملکی اخبارات پر کوئی پابندی نہیں جن میں اسلام اور افغانستان کے خلاف کوئی تحریر شائع نہیں- اسکول حکومت کی نگرانی میں کام کرتے ہیں تاکہ تعلیم اسلامی اسپرٹ کے مطابق ہو البتہ اہل کتاب باشندوں کو اپنے الگ سکول جاری کرنے کا حق ہے-

ایران ----ا- اسلام ایران کا سرکاری مذہب ہے- ایران کے ----- باشندے امام جعفر صادقؒ کی تعلیمات کے قائل ہیں- شاہ ایران کے لئے اس عقیدہ کا حامل اور حامی ہونا ضروری ہے-

۲- ایران کی قومی اسمبلی ایسا کوئی قانون پاس نہیں کر سکتی جو دین اسلام اور شریعت محمدیہ کے منافی ہو اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے کہ آیا کوئی مجوزہ قانون شریعت کے مطابق ہے یا مخالف پانچ علماء مجتہدین پر مشتمل ایک کمیٹی موجود ہے اس کے انتخاب کا طریقہ یہ ہے کہ ملک بھر کے مستند علماء اور حجۃ الاسلام حضرات بیس کے قریب مجتہدین اور جید علماء کے نام قومی اسمبلی کو بھیج دیتے ہیں- اسمبلی ان میں سے پانچ کو اتفاق رائے یا رائے شماری کے ذریعے منتخب کرتی ہے یہ علماء قومی اسمبلی کے باقاعدہ ممبر ہوتے ہیں اور اس میں پیش ہونے والی ہر تجویز کے متعلق ان کا فیصلہ کیا جاتا ہے- خلاف اسلام ہونے کی صورت میں تجویز خود بخود گر جاتی ہے- اسمبلی پر کمیٹی کے فیصلہ کی پابندی لازمی ہے-

۳- شاہ ایران حلف اٹھاتے وقت یہ بھی کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادق کی تعلیمات کو پھیلانے کی سعی کروں گا اور اپنے ہر عمل اور ارادے میں اللہ تعالی کو حاضر و ناظر جانوں گا-

۴- پریس پر کوئی پابندی نہیں اور سوائے ان کتابوں رسالوں اور اخباروں کے جن میں اسلام اور ایران کے خلاف کچھ درج ہو باقی ہر طرح اشاعت و طباعت آزادانہ طور پر ہوتی ہے-

۵- سائنس آرٹ اور صنعت کی ہر قسم کی تعلیم حاصل کرنے کی عام اجازت ہے- البتہ ایسی تعلیم جو مذہبی اصولوں کے منافی ہو ممنوع ہے-

۶- ایران میں دو قسم کی عدالتیں ہیں- جن میں قاضی حضرات اور مجتہدین شریعت کے مطابق فیصلے دیتے ہیں ہر وہ معاملہ جسے شریعت احاطہ کرتی ہے شریعت کے مطابق طے ہوتا ہے- دوسری قسم کی عدالتیں دیوانی ہیں جن میں جج صاحبان ملکی قانون اور ایرانی رواج کے مطابق معاملات طے کرتے ہیں-

عراق :-۱-اسلام عراق کا سرکاری مذہب ہے-

۲- عراق میں تین قسم کی عدالتیں ہیں-دیوانی عدالتیں شرعی عدالتیں اور خاص عدالتیں • اوقاف اور مسلمانوں کے ذاتی معاملات کا فیصلہ شرعی عدالتیں کرتی ہیں- شادی جہیز مہر طلاق وصیت وغیرہ کے تمام معاملات شرعی عدالتوں کے متعلق ہیں-

ان سلطنتوں کے علاوہ سعودی عرب کا غالبا کوئی دستور مدون نہیں-ان کا دستور اور قانون صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے-

پاکستان اور دوسرے ممالک اسلامیہ میں فرق-پاکستان کی بنیاد ہی مذہبی تفریق پر قائم ہے!

اور اگر ان حقائق کی موجودگی میں یہ ہی دعویٰ صحیح مان لیا جائے کہ کوئی دوسری حکومت اس زمانہ مین مذہبی بنیاد پر قائم نہیں-تب بھی یہ تو فرمایئے کہ پاکستان کے سوا آج وہ کون سی مملکت ہے جس کی تاسیس ہی مذہبی تفریق کی بناء پر عمل میں آئی ہو- پھر ڈاکٹر اقبال مرحوم کا وہ مصرعہ تو آپ نے سن ہی رکھا ہوگا کہ "زمانہ باتو نہ سازد تو بازمانہ ستیز"

اکبر مرحوم نے بھی مشرق و مغرب کا فرق بیان کرتے ہوئے کہا تھا-

مشرقی تو سر دشمن کو کچل دیتے ہیں   مغربی اس کی طبیعت کو بدل دیتے ہیں
ناز کیا اس پہ کہ بدلا ہے زمانہ نے تمہیں   مرد وہ ہیں جو زمانہ کو بدل دیتے ہیں

پاکستان کے بعض مدبرین یہ خطرہ ظاہر کرتے ہیں کہ اگر پاکستان میں اسلامی آئین اور اسلامی نظام حکومت کے نفاذ کا اعلان کیا جائے تو انڈین یونین کے کروڑوں مسلمانوں پر ہندوؤں کی طرف سے قیامت ٹوٹ پڑے گی- میں نہیں سمجھتا کہ جب پاکستان کی اسلامی حکومت غیر مسلموں کے پرسنل لاء شہری حقوق اور مذہبی آزادی کی اس قدر حفاظت کرے گی جو مسلم اقلیتوں کو انڈیا کی لادینی اسٹیٹ میں حاصل نہیں تو انہیں اسلام کے نام پر اس قدر بگڑنے کی کون سی وجہ ہے-ہاں اگر اقلیتوں پر ظلم وستم ڈھانے کے لئے محض کوئی بہانہ ہی تلاش کرنا ہے تو بہانے بہت سے ہو سکتے ہیں- خود پاکستان کا وجود ہی ان کے نزدیک ایسا گناہ عظیم ہے جس سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہو سکتا- آخر اب تک جو کچھ روح فرسا مظالم مسلمانوں پر ہوئے کیا وہ اسلامی نظام اور اسلامی آئین کا اعلان کرنے پر کئے گئے ہیں- پھر جب پاکستان کی تحریک شروع کی گئی تھی یہ سوال تو بار بار اس وقت اٹھایا جاتا تھا کہ اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں کا کیا رہے گا- جو جواب آپ اس وقت دیتے تھے وہ ہی جواب آج بھی ہے اس کے ساتھ یہ بات بھی فراموش نہ کیجئے کہ پاکستان کے بانی اور ان کے بڑے بڑے رفقائے کار شروع سے کس قسم کے پاکستان کا مطالبہ کرتے رہے ہیں اور اس مطالبہ کی بنیاد دو قوموں

کے جس نظریہ پر تھی اس کی تشریح ابتداء سے کس طرح کی جاتی رہی ہے۔ یہ چیز تو اس وقت سمجھ لی گئی تھی کہ ہمارے ان نظریات تشریحات کے نتیجہ میں جو حکومت بنے گی اس کی بنیاد قومیت پر تو ہو سکتی ہے۔ مگر وطنیت پر نہیں ہو سکتی۔

اس موقع پر مناسب ہوگا کہ میں قائداعظم مرحوم اور بعض دوسرے ذمہ داران لیگ کے اعلانات و بیانات کے چند اقتباسات پیش کر دوں جن سے اندازہ ہوگا کہ ان کے دماغوں میں پاکستان کا کیا نقشہ تھا جسے بروئے کار لانے کے لئے وہ مسلمانوں کو دعوت دے رہے تھے۔

۱۔ قائداعظم نومبر ۱۹۳۹ء عید الفطر ممبئی۔

"مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآن پاک میں موجود ہے۔ ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآن پاک کو غور سے پڑھیں اور قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کر سکتی۔"

۲۔ قائداعظم بنام گاندھی جی۔ اگست ۱۹۴۴ء

"قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے اس میں مذہبی اور مجلسی دیوانی اور فوجداری عسکری اور تعزیری معاشی اور معاشرتی غرضیکہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ امور حیات تک روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق و فرائض تک اخلاق سے لے کر انسداد جرائم تک زندگی میں جزا اور سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزاء و سزا تک ہر ایک فعل قول اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔ لہذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہے تو حیات اور مابعد حیات کے ہر معیار اور ہر مقدار کے مطابق کہتا ہوں۔"

۳۔ قائداعظم کا پیغام عید ستمبر ۱۹۴۵ء

"میرے پچھلے عید کے پیغام کے بعد سے مسلمانوں میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس زیادہ سے زیادہ بڑھ رہا ہے ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات اور اخلاقیات تک ہی محدود نہیں بلکہ قرآن کریم ہم سب مسلمانوں کا دین و ایمان اور قانون حیات ہے یعنی مذہبی اور معاشرتی تمدنی تجارتی عسکری عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم کو یہ حکم ہے کہ ہر مسلمان کے پاس اللہ کے کلام پاک کا ایک نسخہ ضرور ہو اور وہ اس کو بغور و خوض مطالعہ کرے تاکہ یہ اس کی انفرادی و اجتماعی ہدایت کا باعث بھی ہو۔"

۴۔ قائداعظم کی علی گڑھ میں تقریر۔ ۱۹۴۴ء

"رہنمائی کے لئے ہمارے اسلام کی عظیم الشان شریعت موجود ہے۔ درخشاں کارنامے تاریخی کامیابیاں اور روایتیں موجود ہیں۔ اسلام ہر شخص سے امید رکھتا ہے کہ وہ اپنا فرض بجالائے۔

۵۔ قائداعظم کی صدارتی تقریر۔ جالندھر بموقع آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن ۴۳ء

"مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت کیا ہوگا۔ پاکستان کا طرز حکومت تعین کرنے والا میں کون؟ یہ کام پاکستان کے رہنے والوں کا ہے اور میرے خیال میں مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل قرآن حکیم نے فیصلہ کر دیا تھا۔

۶۔ قائداعظم کا خط بنام پیر مانکی شریف نومبر ۴۵ء

"آپ کی پانچ شرائط کے متعلق عرض ہے کہ جب پاکستان کے ابتدائی مراحل طے ہو جائیں گے تو مسلم لیگ قانون نہیں بنائے گی بلکہ وہاں کی پبلک قانون بنائے گی۔ جس میں پچھتر فیصدی مسلمان ہوں گے اور وہ ایک اسلامی حکومت ہوگی اور پاکستانی لوگ ہی قانون بنانے کے مجاز ہونگے جس پر حکومت چلے گی۔ اس لئے اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں کہ قانون بنانے والی جماعت جس میں بہت زیادہ اکثریت مسلمانوں کی ہوگی پاکستان کے لئے ایسے قانون بنا سکے گی جو اسلامی قانون کے خلاف ہو اور نہ ہی پاکستانی غیر اسلامی قانون پر عمل کر سکیں گے۔

پاکستان کے اعلان کے بعد سرحد کے ریفرنڈم کے موقع پر جولائی ۴۷ء میں قائداعظم نے مسلمانان سرحد کو پیغام دیتے ہوئے فرمایا:

"خان برادران نے اب یہ نیا زہریلا پروپیگنڈہ شروع کیا ہے کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی شریعت اسلامی کے بنیادی اصولوں کو نظر انداز کرے گی۔ آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ یہ سراسر جھوٹ اور فریب ہے۔"

۹ نومبر ۴۵ء کو قائداعظم نے ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کو بیان دیتے ہوئے کہا۔

"پاکستان مسلم ریاست ہوگی جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے انہیں ہندوؤں یا کسی اور قوم سے کوئی بغض نہیں۔"

قائداعظم نے ۲۱ نومبر ۴۵ء کو پشاور میں ایک عظیم الشان جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا "مسلمان پاکستان چاہتے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ مسلم اکثریت والے صوبوں میں مسلم اکثریت کی حکومت ہو اور اقلیتوں کو مناسب اور موثر تحفظات دیئے جائیں۔ ہمارا دین ہماری تاریخ اور ہماری روایات اس کی سب سے زیادہ موثر ضمانت ہے کہ غیر مسلموں کے سیاسی، دینی اور تمدنی حقوق کی خاطر خواہ حفاظت ہو سکے گی ان کے ساتھ انصاف سے زیادہ مراعات برتی جائیں گی۔"

ستمبر ۴۴ء میں قائد اعظم نے گاندھی جی کے مکتوب کے جواب میں لکھا-

"معلوم ہوتا ہے کہ "خود اختیاری" کے معنوں کے متعلق آپ غلط فہمی میں مبتلا ہیں- ہم کسی علاقہ جاتی وحدت کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک قوم کی حیثیت سے حق خود اختیاری کا مطالبہ کر رہے ہیں اور ہمیں اختیار ہے کہ ہم اپنے پیدائشی خود اختیاری کو مسلم قوم کی حیثیت سے استعمال کریں لیکن آپ اس غلط فہمی میں ہیں کہ خود اختیاری کے معنی ہیں صرف علاقہ جاتی وحدت کی خود اختیاری- لیکن ان علاقوں کی بھی نہ تو حد بندی ہوئی ہے اور نہ ابھی تک وضاحت کی گئی ہے-

ہمارا مسئلہ کسی یونین سے جس کا ہندوستان میں وجود نہیں ہے علیحدگی کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ دو بڑی قوموں ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی معاہدہ (یا سمجھوتہ) سے دو آزاد اور خود مختار ریاستوں کی تشکیل کی جائے- حق خود اختیاری میں جس کا ہم مطالبہ کر رہے ہیں یہ اصول موضوعہ مضمر ہے کہ ہم ایک قوم ہیں اور اس حیثیت سے یہ صرف مسلمانوں کی خود اختیاری ہوگی اور صرف ان ہی کو یہ حق برتنے کا اختیار ہوگا-"

۷- نواب زادہ لیاقت علی خاں جنرل سیکرٹری مسلم لیگ نے بموقع پشاور بموجودگی ارکان مجلس عمل اعلان کیا کہ "پاکستانی علاقوں میں تمام نظام و انتظام حکومت قرآن پاک کے احکام اور اصولوں کے بموجب ہوگا-"

۸- لیاقت علی خاں صاحب کی تقریر بموقع جلسہ تقسیم اسناد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

"اس وقت ہماری قوم کے سامنے جو سب سے زیادہ اہم سوال پیش ہے وہ یہ ہے کہ انگریز کے جانے کے بعد یہاں کیا صورت حال ہوگی- آیا ہم کو ایک آزاد اور خود مختار قوم کی حیثیت سے اسلامی نظام آئین و قوانین کے بموجب اپنی زندگی بسر کرنا ہے یا ہم کو غیر مسلموں کا محکوم و غلام رہنا ہے- ہمارے سامنے ایک نہایت اہم سوال در پیش ہے اور وہ یہ کہ تم کس نظام کے تحت زندگی بسر کرنا چاہتے ہو- ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اپنی آئندہ زندگی اسلامی طور طریق اور آئین و قوانین کے بموجب بسر کرنا چاہتے ہیں اور اس مقصد کے حصول کے لئے ہم کو ایک آزاد اور خود مختار سلطنت کی ضرورت ہے- اس سوال کا جواب مسلمان کے پاس سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ مسلمان کے پیش نظر اس مقصد حیات کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہے- جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سو برس قبل دنیا کے سامنے پیش کیا تھا حضرت محمدؐ جو پیغام الہی لے کر تشریف لائے تھے اب وہ ہمارے پاس ہے اور وہ دنیا کی عظیم المرتبت کتاب قرآن شریف میں اب بھی بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے موجود ہے ہر مسلمان کا دین و ایمان ہے کہ اس کی

موت وحیات سب اللہ ہی کے لیے وقف ہے۔ اللہ ہی ہمارا بادشاہ ہے اور وہ ہی ہمارا حکمران ہے۔

اسلامی تعلیم یہ ہے کہ جو کوئی بھی حکومت کرتا ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے حکومت کرتا ہے کیونکہ تمام حاکمیت اور طاقت اللہ ہی کو زیبا ہے۔ اسلامی نظام زندگی انسان کا ساختہ پرداختہ نہیں ہے بلکہ واقعی طور پر وہ اس دنیا میں عمل پذیر رہ چکا ہے اور اب بھی ہمارے پاس بدستور موجود ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جس اسلامی حکومت کا قیام ہمارے پیش نظر ہے اس کی تشکیل کا نقشہ مرتب کرنا ابھی باقی ہے۔ مگر جیسا کہ میں اوپر کہہ چکا ہوں کہ اگر ہم کو اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنا ہے تو ہم کو کن کن اصولوں پر عمل کرنا ہوگا۔ اس کے لئے ہمادی جدوجہد اور ہماری تربیت کیا ہوگی۔ ہماری تعلیمی اداروں اور درسگاہوں کو از سر نو تربیت دینے کی ضرورت ہے۔

۹۔ منشور ۱۱ نومبر ۴۵ء میں محمد اسماعیل خاں صاحب صدر مجلس عمل انڈیا مسلم لیگ نے علماء سے لیگ کی حمایت کے لئے اپیل کرتے ہوئے فرمایا۔

"لیگ کا نصب العین پاکستان ہے اور لیگ اس پر تلی ہوئی ہے کہ اس سرزمین میں اسلام کی اساسی بنیادوں پر شریعت مطہرہ کی حکومت قائم کرے۔"

مذکورہ بالا اقتباسات پڑھنے کے بعد کسی مسلم یا غیر مسلم کو ہمارے مقصد اور مطمح نظر کو سمجھنے میں کوئی ابہام و اشتباہ نہیں رہ سکتا اور جس قدر باتیں آئین و نظام اسلامی کے متعلق بطور اعتراض آج کہی جا رہی ہیں۔ ان سب کے سوچنے کا وقت وہ تھا جب بہت دھڑلے سے یہ اعلانات کئے جا رہے تھے جب یہ سب کچھ جان کر اور سمجھ کر دوسری قوم نے تقسیم ہند کے فیصلہ پر دستخط کئے اور پاکستان کی ہندو اقلیت نے ان مقاصد کو مانتے ہوئے ہمارے ساتھ اشتراک عمل کیا۔ اب پاکستان قائم ہونے کے بعد اس نقطہ نظر سے انحراف کی کوئی وجہ جواز ان کے پاس موجود نہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ انڈین یونین کا قیام تو ہندو اور نیشنلسٹ مسلمانوں کی مخلوط مساعی سے عمل میں آیا ہے۔ لیکن پاکستان کا حصول خالص مسلم قوم کی مساعی اور قربانیوں کا رہین منت ہے اور ان کی قومی خصائص و ممیزات کے تحفظ کا داعیہ اس کا محرک ہوا ہے اب اگر ایسی سیدھی اور صاف بات کو بھی بھلا دیا جائے اور خواہ مخواہ ظلم و ستم کی ٹھان لی جائے تو اس کی حقیقت "خوئے بد را بہانہ بسیار" سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔

اس جگہ پاکستانی حکومت کو یہ نکتہ بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے کہ اسلامی نظام حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے سے ہندو کا ایک گہرا مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح ارباب اقتدار کے دماغوں کو متاثر کر کے اور آئین کی تجویز کو مسترد کر کے پاکستان کے مسلمانوں کو یہاں کی حکومت

سے منقطع اور بیزار کرادے۔ ادھر دفاع پاکستان کے سلسلے میں مذہبیت کے اس بے پناہ جذبہ کو ٹھنڈا کردے جو مسلمانوں کے مزاج عمومی کے لحاظ سے پاکستان کی سب سے بڑی طاقت ہے گویا اس طرح ہندو پاکستان کو ضعیف و کمزور بنانے کے لئے دوسری طرف سے حملہ کرنا چاہتا ہے۔

ہمارے بعض عقل مند زعماء کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ مذہبی حکومت بننے کی صورت میں اقوام متحدہ کے پاس پاکستان کا وقار باقی نہ رہے گا۔ حالانکہ جن دوسرے اسلامی ملکوں کے دساتیر کا میں اوپر حوالہ دے چکا ہوں انہیں اب تک نہ اقوام متحدہ سے علیحدہ کیا گیا نہ ان کے وقار کو مذہبی دستور کی بناء پر کوئی صدمہ پہنچا نہ وہاں آج تک اقلیتوں نے شور و شغب مچایا اور نہ شیعہ سنی یا حنفی کا سوال اٹھا پھر پاکستان ہی ان خطرات سے اس قدر خائف کیوں ہے خصوصاً جبکہ ساری دنیا کو معلوم ہے کہ پاکستان کی بنا ہی دو قوموں کے نظریہ پر رکھی گئی تھی اور دو قوموں کے نظریہ کا بڑا ستون یہ ہی مسلم اور غیر مسلم کا مذہبی اختلاف ہے۔ الحاصل اگر کسی زمانہ میں دوسرے لوگ مادیت نفسانی جذبات اور ابلیسی وساوس کے پیچھے چل کر ایک اچھی چیز کی طرف سے منہ پھیر لیں یا جی چرانے لگیں تو کیا ضروری ہے کہ آپ بھی ان کی کورانہ تقلید کرنے لگیں بلکہ سچ پوچھئے تو وہ ہی وقت ہوتا ہے جب حق و صداقت کے علمبرداروں کو متوکلا علی اللہ باطل کے مقابلہ پر پوری ہمت و استقامت کے ساتھ بلا خوف لومہ لائم سینہ سپر ہو جانا چاہئے اور دکھا دینا چاہئے کہ ایسے سخت مخالفت حالات بھی خدا کے فضل سے ہم نیکی کی قوتوں کو ابھارنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اس موقع پر یہ بات بھی فراموش نہ کیجئے کہ آج دنیا میں معاشی اختلال اور اقتصادی عدم توازن کی وجہ سے ملحدانہ اشتراکیت (کمیونزم) کا سیلاب ہر طرف سے بڑھتا چلا آرہا ہے اس کا صحیح اور اصولی مقابلہ اگر دنیا میں کوئی نظام کر سکتا ہے تو وہ صرف اسلام کا اقتصادی نظام ہے۔ اگر ہم پاکستان یا عالم اسلامی کو اس بھیانک خطرہ سے بچانا چاہتے ہیں تو اس کی واحد صورت یہ ہی ہے کہ پاکستان میں صحیح اسلامی نظام کا اعلان و آغاز کریں اور تمام اسلامی ممالک کو اسلام کے نام پر اس کی دعوت دیں۔ اگر اس طرح تمام اسلامی ممالک آئینی طور پر متحد ہو گئے تو قدرتی طور پر وہ وحدت اسلامی قائم ہو جائے گی جس کی ہم سب مدت سے آرزو رکھتے ہیں اور جو اشتراکیت و سرمایہ پرستی دونوں کی روک تھام کے لئے مضبوط آہنی دیوار کا کام دے گی۔

ایک اور اہم ترین ہنگامی مسئلہ ہمارے سامنے کشمیر میں استصواب رائے عامہ کا ہے اس میں کامیابی بھی بڑی حد تک میرے نزدیک اس اعلان سے وابستہ ہے ورنہ ہند، علماء ہند اور شیخ عبداللہ کی حکومت کی جانب سے جو زبردست پروپیگنڈا ہو گا اس کے جواب میں پاکستان کا پہلو بہت کمزور رہے

گا اور اگر فرض کیجئے وہاں دوبارہ جنگ کی نوبت آگئی جو اغلبا کشمیر تک محدود نہ رہے گی تب بھی ہمارے دفاع کے لئے وہ ہی مذہبی اسپرٹ بہت زیادہ کام دے گی جو خدائی آئین اور اسلامی نظام حکومت کے اعلان سے مسلمانوں میں پیدا ہو سکتی ہے۔ بہر کیف جس پہلو سے نظر کیجئے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ ہماری مملکت کی خوبی و برکت اور تحفظ و استحکام کا راز اسلامی نظام کے نفاذ میں پوشیدہ ہے اور یہ کہ جس نام سے پاکستان حاصل ہوا اس نام پر یہ مضبوطی کے ساتھ باقی بھی رہے گا۔

سب لوگوں کو یہ خیال گزرتا ہے کہ ابھی تک ہمارا کاروبار جس ڈگر پر چل رہا ہے اسلامی نظام اور اسلامی آئین کا اعلان کر کے ہم اسے ایک دم کیسے بدل سکتے ہیں۔ یہ تو ہمارے اجتماعی حالات میں ایسا انقلاب عظیم ہوگا۔ جو ہماری قومی زندگی کی کایا پلٹ کر دے گا اور جس کے لئے ہمیں جدید کانسٹی ٹیوشن کے چلانے کے لئے کثیر تعداد میں مناسب رجال کار تیار کرنے پڑیں گے اور بہت طویل عرصہ درکار ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ ان حضرات کا یہ خیال ایک حد تک صحیح ہے لیکن اسلامی نظام حکومت کا مطالعہ کرنے والے بھی اسے بخوبی محسوس کرتے ہیں۔ اسلامی آئین و نظام کے اعلان سے غرض یہ ہے کہ مملکت کا اصلی نصب العین اور اس کی انتہائی منزل مقصود واضح اور مستحضر ہو جائے تاکہ اس کی روشنی میں ہمارا جو قدم اٹھے وہ ہم کو آخری منزل سے قریب تر کرنے والا ہو۔ یہ کام ظاہر ہے کہ بتدریج ہوگا اور بتدریج ہی ہو سکتا ہے۔ جو کام فی الحال کئے جا سکتے ہیں وہ فورا کرنے ہونگے اور جن کاموں کے لئے سردست حالات سازگار نہیں وہ فورا نفاذ پذیر نہ ہونگے بلکہ حکیمانہ اسلوب پر حالات کو سازگار بنانے کی ہر کوشش عمل میں لائی جائے گی۔ بہر حال انسان اس چیز کا مکلّف ہے جس کی وہ استطاعت رکھتا ہے۔ یہ ہی وہ بات ہے جو تقسیم سے قبل اپنے مختلف بیانات و خطبات میں کھول کر کہہ چکا ہوں چنانچہ لاہور کے خطبہ میں میں نے عرض کیا تھا” کہ اگر یہ پاکستان بن گیا تو وہاں نظام حکومت کس قسم کا ہوگا۔ اس کے متعلق ہم سردست بدون تفصیلات میں جائے ان ہی اعلانات پر اکتفا کرتے ہیں جو آل انڈیا مسلم لیگ کے قائداعظم مسٹر محمد علی جناح اس کے جنرل سیکرٹری نواب زادہ لیاقت علی خاں اور اس کی مجلس عمل کے صدر نواب محمد اسماعیل خان صاحب وقتا فوقتا کرتے رہے ہیں کہ

”سرزمین پاکستان میں قرآن کریم کے سیاسی اصول کی بنیادوں پر اسلام کی حکومت عادلہ قائم ہوگی جس میں تمام اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ بلکہ فیاضانہ برتاؤ کیا جائے گا۔“

ذمہ داران لیگ کے اعلانات پر اعتبار کرتے ہوئے مجھے اس قدر وضاحت کرنے کی

اجازت دی جائے کہ یہ اعلی اور پاک نصب العین ممکن ہے بتدریج حاصل ہو تاہم ہر دوسرا قدم جو اٹھایا جائے گا انشاء اللہ پہلے قدم سے زیادہ مسلم قوم کو اس محبوب نصب العین سے قریب تر کرے گا۔"

جس طرح رات کی تاریکی آہستہ آہستہ کم ہوتی اور دن کی روشنی بتدریج پھیلتی ہے یا جس طرح ایک پرانا مریض دھیرے دھیرے صحت کی طرف قدم اٹھاتا ہے دفعتہ وبغتہ بیماری سے چنگا نہیں ہو جاتا اس طرح پاکستان ہماری قومی صحت اور ہماری مکمل ترین آزادی کے نصف النہار کی طرف تدریجی قدم اٹھائے گا۔"

"بہر حال ہندوستان میں دس کروڑ مسلمان ایک مستقل قوم ہیں اس قوم کی وحدت اور شیرازہ بندی کے لئے ضرورت ہے کہ اس کا کوئی مستقل مرکز ہو جہاں سے اس کے قومی محرکات اور عزائم فروغ پا سکیں اور جہاں سے وہ مکمل آزادی اور مادی اقتدار کے ساتھ اپنے خدائی قانون کو بے روک ٹوک نافذ کر سکے بلکہ اس بے مثال قانون عدل و حکمت کا کوئی عملی نمونہ قائم کر کے دنیا کو وہ مشعل ہدایت دکھا سکے جس کی آج ہمیشہ سے زیادہ دنیا کو ضرورت ہے اس نصب العین کا جتنا حصہ جس حد تک ہماری قدرت میں آ سکے اور آتا جائے اس سے تغافل برتنا نہیں چاہئے۔

میرا ایک بیان جو "عصر جدید" کلکتہ مورخہ ۲۱ نومبر ۵ ۴ء میں شائع ہوا ہے اس میں پوری توضیح و تصریح کے ساتھ لکھا تھا کہ "پاکستان ایک اصطلاحی نام ہے۔ یہ نام سن کر کسی کو بھی یہ غلط فہمی یا خوش فہمی نہیں پیدا ہونی چاہئے کہ اس خطہ میں فوراً بلا تاخیر خلافت راشدہ یا خالص قرآنی و اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی۔ ضرورت سے زیادہ امیدیں دلانا یا توقعات باندھنا کسی عاقبت اندیش حقیقت پسند کے لئے زیبا نہیں۔ ہاں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان ایک ایسا ابتدائی قدم ہے جو انجام کار قرآنی اصول کے مطابق احکم الحاکمین کی حکومت عادلہ قائم ہونے پر کسی وقت منتہی ہو سکتا ہے جس کے قیام کا نام نہاد قومیت متحدہ کی حکومت کے ذریعہ بظاہر کوئی امکان نہیں۔

علماء سے خطاب:۔ اے حضرات علماء کرام یہ آپ کا کام ہے کہ اسلام کی خاطر اپنے چھوٹے چھوٹے اختلافات اور فروعی نظریات سے کنارہ کش ہو کر مسلم قوم کو سنبھالنے اور سنوارنے کے لئے اتحاد و یک جہتی کے ساتھ کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہو جاؤ اور قوم کو اس قابل بناؤ کہ وہ نظام شریعت کو اپنا نظام زندگی بنا لے۔ تعطل جمود اور کسل و بطالت کو چھوڑ دو۔ عمل صالح کے ہر میدان میں نکلو خدا ہماری مدد کرے گا۔ **قل انما اعظکم بواحدۃ ان تقوموا اللہ مثنی و فرادی**"

قومی نوجوانوں سے خطاب:- میرے نوجوانو وقت ہے کہ تم ہمت اور اولوالعزمی دکھاؤاور دریائے الحاد کے دھارے کے خلاف اگر تیرنا پڑے تو شیر ببر کی طرح سینہ سپر ہو جاؤاور ان ممسوخ زائغین کے فریب میں مت آؤجو تم کو پھر اس غار کے اندر دھکیلنا چاہتے ہیں جس سے نکلنے کے لئے تم تحریک پاکستان کے وقت سے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے- لامذہبوں اور نفس پرستوں کی اندھی تقلید کچھ قابل فخر نہیں- خدائی نظام کا احیاء تاریخ میں تمہارا نام روشن کرے گا اور اللہ ورسول کے سامنے سرخرو بنائے گا- یادرکھو کہ خدا کا دیا ہوا یہ موقع بھی اگر ہاتھ سے کھودیا تو دنیاوآخرت دونوں کی تباہی سے کوئی چیز نہیں بچاسکتی-

من آنچہ شرط بلاغ است باتومی گوئم تو خواہ از سخنم پند گیر یا کہ ملال

فستذکرون ما اقول لکم ما افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد-

میری دعاہے کہ اللہ تعالی سبحانہ ہمارے دلوں کو سیدھا کرنے کے بعد کج نہ ہونے دے اور پاکستان کے نظام حکومت کو اس طریقے پر چلانے کی توفیق بخشے جس سے اللہ ورسول راضی ہوں اور ان لاکھوں مردوں اور عورتوں کی روحیں مسرت وسکون سرمدی حاصل کریں جو اس راستے میں کام آچکے یاجو ابھی اس پاکستان یا اسلام کا نام لینے پر ہدف ظلم وستم بنے ہوئے ہیں- وہ سمجھ لیں گے کہ ہمیں اپنی کھوئی ہوئی جانوں مالوں اور لٹی ہوئی آبروؤں کا پورا معاوضہ مل گیا- **فکل امر بعد ذلك ذلل-**

اے اللہ تو عالم اسلام کو توفیق مرحمت فرما کہ وہ سب اس طرح یک دل ویک جان ہو کر تیرے کلمہ کو بلند کریں کہ ان میں سے ایک کی جنگ دوسرے کی جنگ اور ایک کی صلح دوسرے کی صلح ہو- اے اللہ پاکستان کو قوت واستحکام عطا فرما اور اسے ابھارنے سنوارنے اور نکھارنے کے کام میں ہماری مدد کر-

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمه انك انت الوھاب ط

شبیر احمد عثمانی مقیم کراچی

ربیع الثانی ۱۳۶۸ھ- فروری ۱۹۴۹ء

☆☆☆

طوبیٰ / ریسرچ لائبریری

خطبہ مولانا شبّیر احمد عثمانی رئیس الموتمر الدائم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على افضل الانبياء و المرسلين و اله و صحبه اجمعين. اما بعد فانى انتهز هذه الفرصة السعيدة فرص الفراغ من شئون الموتمر الاسلامى الدائم لاول مرة فى تاريخه فاحى العالم الاسلامى من هذا المنبر التاريخى الذى ولد فيه هذا الموتمر الاسلامى الخطير و اسال الله سبحانه لشعوب العالم الاسلامى اجمع السداد و التوفيق و جمع الشمل و نجاح القصد والا قاله من العثرات كما انى باسم الامه الباكستانيه المجيدة لا رحب بوفود الموتمر كضيوف اعزاء لدى الباكستان و اشكرهم على تكلفهم مصائب الاسفار من شتى الاقطار لتشجيع الموتمر وتدعيمه و انا معشر الباكستانين لنعتز بظهور هذا الموتمر فى العاصمه الباكستانيه كما نعتز بحكومتنا الباكستانيه التى احتضنت هذا الموتمر و شدت فى ازره و رشجعته اكرم تشجيع نقيم الدليل الاول على ان باكستان ان جديده بمكانتها فى الشرق كدوله الاسلاميه كبرى تحرض اشد الحرص على تحقيق رساله الاسلام الساميه فى هذا الارض ولا عجب فى ذلك فان باكستان هى اول امه فى العالم تمخض عنها الاسلام دولت من اسمه و نفخ فيها من روحه فاصبحت قوة له و اصبح روحا لها لا نعيش لابه و الى قبل تو ديع ضيوفنا المحترمين احب ان الفت الانظار الى ثلاث حقائق.

ہر قسم کی تعریف جہانوں کے پروردگار کے ہی لئے ہے اور درود و سلام افضل الانبیاء و المرسلین اور ان کی آل و اصحاب سب پر ہو۔ بعد ازاں پہلا خوش نصیب تاریخی موقع ہے کہ ہم ایک موتمر اسلامی دائم کے حالات سے دوچار ہو رہے ہیں اس لئے میں عالم اسلامی کو اس تاریخی منبر سے زندگی کا پیغام دے رہا ہوں جس میں یہ شاندار موتمر اسلامی عالم وجود میں آئی ہے اور میں خدائے پاک سے تمام عالم اسلامی کی مختلف شاخوں کے لئے استقامت اور توفیق اور انتشار کو اجتماع اور ارادہ میں کامیابی اور لغزشوں سے چشم پوشی کی دعا کرتا ہوں اور اس طرح صاحب عظمت امت پاکستانیہ کے نام پر پاکستان کے نزدیک محترم مہمانوں کی آمد پر خوش آمدید کہتا ہوں اور مختلف مقامات سے موتمر کو کامیاب بنانے کے لئے سفر کی تکالیف اٹھانے پر ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ہم پاکستانی لوگ دارالخلافہ (کراچی) میں اس موتمر کے انعقاد کو اسی طرح سے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جس طرح ہم اپنی حکومت پاکستان کو دیکھتے ہیں جس نے اس موتمر کی سرپرستی کی اور اس کو پروان چڑھایا اور اس کی بہترین طریقہ پر حوصلہ افزائی کی تاکہ ہم اس بات پر پہلی حجت قائم کر سکیں کہ پاکستان ایشیا میں ایک بڑی اسلامی سلطنت ہے جو اسلام کی تبلیغ کا اس سرزمین میں بہت زیادہ شوق رکھتی ہے اور جو اپنے بلند منصب کے لائق ہے اور اس میں کوئی تعجب نہیں کہ پاکستانی دنیا میں پہلی جماعت ہے کہ جس میں سے اسلام خالص ہو کر نکلا اور اسلام کے نام پر یہ قوم وجود میں آئی اور اس امت میں اسلام کی روح پھونکی گئی چنانچہ پاکستانی قوم اسلام کی قوت بنی اور اسلام کی روح بنی کہ ہم اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اور میں معزز مہمانوں کو رخصت کرنے سے پہلے اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ ان کو تین باتوں کی طرف متوجہ کروں۔

١. اولا۔ ان هذا الموتمر اخذ على نفسه ان لا يتصادم مع السياسه و ان لا لقوم فى اى طور من اطواره باعمال التسنى لاى حكومه من الحكومات بل لقد اخذ على نفسه فوق ذالك ان يكون حر باعلى الرحكات الهدامه و ان يكون عونا مخلصا يساعد الحكومات الاسلاميه من طريق الدين على تحفيق اغراضها الساميه و تقريب الطريق لخطواتها و نهضتها.

ا۔ اول یہ موتمر اپنے اوپر اس امر کو لازم کر لے کہ سیاست میں آپس میں نہیں ٹکرائیں گے اور کسی صورت میں بھی ایسا اقدام نہ کریں گے جو کسی حکومت اسلامی کے منافی ہوگا بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ کہ تخریبی حرکتوں کے خلاف ڈٹ جائیں گے اور مددگار مخلص بن کر اسلامی حکومتوں کی دینی طور پر ان کے بلند مقاصد کی حقیقت کے مطابق مدد کریں گے اور ان حکومتوں کی

ترقی کے لئے ان کے قدموں کے واسطے راستوں کو قریب کرنے کی کوشش کریں گے۔

۲. ثانیا. سیتعاون رجال الموتمر و انصار علی حصراعمالهم فی مسائل الاسلامیه المتفق علیها ابین الجمیع و علی تجنب النظریات التی کثر الکلام والاختلاف فیها والتی من شانها ان تثیر انقاش و تصدع کی ان الموتمر.

۲۔ دوم موتمر کے ممبران اور مددگار تمام مسلمانوں کے متفق علیہا مسائل میں محدود رہ کر باہمی تعاون سے کام لیں گے اور ایسے نظریات سے بچیں گے جن میں زیادہ بحث اور اختلاف کرنا پڑے اور جو باہمی اختلافات پیدا کریں اور موتمر کے متفقہ فیصلوں کو پارہ پارہ کر دیں۔

۳۔ ثالثا. نلاحظ ان هناك حقیقه مرة و هی ان العالم الاسلامی قد ابتلی بالاجتماعات و الخطاب المناهج و التصریحات التی لا طائل تحتها ولا عمل من ورائها والتی لا تثمر الا شئیا واحدا هو مضاعفه یاس الامه الاسلامیت وسوء ظنها بزعمائها و علماء ها و اعتقادها انه لم یبق شئی یمکن فیه انقاذ هامما فی فیه و بناء علی هذه الحقیقه المرة فار جوان یوطن رجال اموتمر انفسهم علی ان لا یخرجوا منه الا بنتائج عملیة و لوضیلة او ناقصه حتی یشعروا بالهم قدادوا شیا حقیقا من خدمة الاسلام و انی لعلی ثقه بان هذا الموتمر سیحخ بعون الله و یودی الطیب الثمرات و ان المسلمین و حکوماتهم فی اقطار الارض سیسنا عدونه لانه اول موتمر اسلامی من نوعه فی هذا العهد.

۳۔ سوم۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے سامنے ایک تلخ حقیقت ہے جو یہ ہے کہ دنیائے اسلام ایسی جماعتوں تقریروں، طریقوں اور وضاحتوں میں مبتلا ہے کہ جن کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اس کے پیچھے کوئی عمل نہیں ہے اور جو امت اسلامیہ میں رہبروں اور علماء کے ساتھ بدگمان اور ناامیدی کے سوائے کوئی نتیجہ نہیں رکھتی ان کا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں رہی کہ امت اسلامیہ جس مصیبت میں مبتلا ہے اس سے اس کو کوئی چھڑا سکے اس تلخ حقیقت کی بناء پر میں امید کرتا ہوں کہ موتمر کے اشخاص اپنے دلوں میں اس بات کو مضبوط کرلیں کہ وہ اس موتمر سے عملی نتائج کے بغیر خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو نہ اٹھیں حتی کہ وہ محسوس کریں کہ انہوں نے اسلام کی کوئی خدمت انجام دی ہے اور مجھے بھروسہ ہے کہ یہ موتمر اللہ کی مدد سے کامیاب ہوگی اور اچھے بتائج پیدا کرلے گی اور مسلمان اور اسلامی حکومتیں اطراف زمین میں اس کی مدد کریں گے کیونکہ یہ موتمر اس زمانہ میں اپنی نوعیت کی پہلی موتمر ہے۔

وعند ماحان وقت صلوة المغرب اذن موذن المفوضيه اذان المغرب فهرع المدعوون الى تاديه الصلوة حيث صلى بهم امام الفوضيه الشيخ محمد اكرام براده.

اور جب مغرب کی نماز کا وقت آیا تو سعودیہ سفارت خانے کے متعین موذن نے مغرب کی اذان دی تو تمام مدعووین نماز ادا کرنے کے لئے دوڑ پڑے جب کہ شیخ محمد اکرم برادہ نے امامت کرائی جو سعودیہ سفارت خانے کے مقرر امام تھے۔

نماز کے بعد شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی کی تقریر کا حسب ذیل الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے اور علامہ کی اس موتمر اسلامی کی صدارت کا بھی۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔

ثم خطب مولانا الشبّير احمد عثمانی بصفته رئيسا للموتر و بين الغايه منه والنتيجه التى وصل اليها ثم تلا البيان الذى اصدره الموتمر وهو يتضمن اهم قرارات الموتمر حيث يدعوالناس الى التوحيد الخالص و تجنب كل ما يو دى الى غضب الله من الشرك به و دعا غير الله. (الخطاب البلیغ ص ۱۹)

پھر مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی موتمر اسلامی کے صدر نے اپنی خاص شان میں تقریر فرمائی اور موتمر کی غایت و غرض بیان کی اور موتمر کے بارے میں وہ جس نتیجے پر پہنچے اس کو بیان کیا پھر اس بیان کو پڑھ کر سنایا جو موتمر نے صادر کیا اور جو اہم تجاویز پر شامل تھا۔ بایں معنی کہ لوگوں کو خالص توحید کی طرف دعوت دینا اور ہر اس چیز سے اجتناب کرنا جو اللہ کے غضب کو دعوت دے مثلاً شرک کرنا اور غیر اللہ سے مانگنا۔

یہ ہے اجمالی کارروائی اس پہلی موتمر اسلامیہ کی جو شیخ اسلام پاکستان کی کوششوں سے عمل میں آئی۔

☆☆☆

قائداعظم کی نماز جنازہ کے بعد علامہ شبیّر احمد عثمانی کی تقریر کا خلاصہ

الحمدللہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

”قائداعظم کی جدائی سے پاکستان ہی کو نہیں بلکہ سارے عالم انسان کو نقصان پہنچا ہے آپ نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا تھا اور ان پر آپ کی حکومت تھی۔ ایک مدبر کی حیثیت سے قائداعظم محمد علی جناح اعلیٰ تر اور ناقابل موازنہ حیثیت کا انسان تھا۔ آپ کو دنیا کا کوئی بھی انسان خرید نہیں سکتا تھا اور کوئی بھی انسان آپ کو کسی قانونی یا آئینی مسئلہ پر بے وقوف نہیں بنا سکتا تھا۔

قائداعظم ایک غریب اور بے علم قوم کا رہنما تھا اور تمام دنیوی آسائشوں کو ٹھکرا کر اپنی قوم کے پامال لوگوں کی بہتری کے لئے شب و روز مصروف خدمت رہتا تھا۔

اس نے عہد اورنگ زیب کی اسلامی شوکت کی یاد تازہ کر دی تھی اور اس سرزمین کے مسلمان ان تمام خدمات کے عوض جو آپ نے مسلم قوم کے لئے انجام دی تھیں آپ کے ہمیشہ خدمت گزار رہیں گے۔

قائداعظم مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ انشاء اللہ وہ دن قریب ہے جب کراچی اسلامی ممالک کا مرکز ہوگا کراچی سے لے کر انقرہ تک کراچی سے لے کر مراکش تک اور کراچی سے لے کر چین تک مسلمانوں کا ایک مضبوط بلاک بنایا جائے گا۔ جس کی قیادت کے فرائض انشاء اللہ تعالیٰ پاکستان ادا کرے گا۔

وہ نحیف انسان تھا لیکن وہ پہاڑوں سے ٹکرانے کی قوت رکھتا تھا۔ جب پہلے پہل انہوں نے پاکستان کا تخیل پیش کیا تو ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو یہ یقین رکھتا ہو کہ پاکستان کبھی حقیقت بن سکے گا لیکن اس مرد مجاہد کے استقلال، عزم، ایثار، سیاسی ذہانت اور تدبر نے خدا کے فضل و کرم سے ایک ناممکن امر کو ممکن بنا کر رکھ دیا۔

پاکستان بنا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا- " مولانا پاکستان صحیح معنوں میں ایک اسلامی جمہوریہ ملک ہوگا جس میں ہر شخص کو ابھرنے اور ترقی کرنے کے مواقع حاصل ہونگے- شریعت کا بول بالا ہوگا- "

یہی ان کی خواہش تھی، ان کی اس آخری خواہش کو جامہ عمل پہنانا اب ہم میں سے ہر ایک مسلمان کا مذہبی فرض ہے- آؤ ہم خدا کے حضور میں سر نیاز جھکا کر اس امر کا عہد کریں کہ ہم پاکستان کی ترقی استحکام سربلندی اور ظفرمندی کے لئے قائداعظم کے نقش قدم پر چل کر کسی قربانی سے دریغ نہ کریں گے-

قائداعظم محمد علی جناح ہم میں موجود نہیں ہوں گے لیکن ان کی روح ہمیشہ ہماری رہنمائی کرتی رہے گی آپ کی ہدایات اور آپ کا جذبہ پاکستانی عوام کے دل و دماغ میں ہمیشہ زندہ رہے گا اللہ تعالی سے میں دعا کرتا ہوں کہ وہ ان کی مغفرت فرمائے اور پاکستان کو پائندہ اور تابندہ رکھے اور پاکستانی قوم کو ان کی اس امانت کی صحیح طور پر حفاظت اور ترقی دینے کی توفیق ارزانی فرمائے- آئیے ہم عہد کریں کہ ہم مملکت پاکستان کے وفادار بن کر رہیں گے اور اللہ کے احکام پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کریں گے اور اس مملکت خداداد کو جس مقصد کے لئے حاصل کیا گیا یعنی کہ اس میں قانون خداوندی کا ہم نفاذ کر کے چھوڑیں گے اس کے لئے کمربستہ ہو جائیں گے-
(امروز و مغربی پاکستان)

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالى على خير
خلقه محمد واله واصحابه اجمعين

☆☆☆

toobaa-elibaray.blogspot.com

پاکستان کے استحکام کے لئے اسلامی اصولوں پر کاربند ہونا ضروری ہے

مولانا شبیّر احمد صاحب عثمانی کی تقریر

ڈھاکہ ۳-فروری-"برطانیہ اپنے مفاد کے پیش نظر پاکستان کے قیام کے خلاف تھا، ہندوؤں نے قیام پاکستان کے بعد بھی اس کی مخالفت جاری رکھی اور اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے اور اس کو تباہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن پاکستان قائم ہوا اور بے شمار رکاوٹوں کے باوجود قائم ہے اور رہے گا" لوگوں کو اس میں فطرت کے منشاء کو سمجھنا اور اس کا ادراک کرنا چاہئے جو قیام پاکستان کی صورت میں ہمارے سامنے ہے- قائداعظم نے فرمایا تھا کہ پاکستان قائم رہنے کے لئے بنا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ لوگ اسلامی اصولوں کو ترک کردیں تو بھی یہ ریاست قائم رہے گی-" یہ ہیں وہ الفاظ جو مولانا شبیّر احمد عثمانی نے یہاں ایک جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے کہے-

مولانا نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ لوگوں کو اپنی زندگی کی اصلاح کرنی چاہئے اور اس کے لئے عالم اسلام کے ان پیشرو حضرات کی زندگی کو نمونہ بنانا چاہئے جن کے مجاہدہ نے اسلام میں جوش اور زندگی کی روح پھونک دی تھی جو اپنے ذاتی مفاد بلکہ اپنی زندگی تک اسلام کی راہ میں قربان کرنے کو آمادہ رہتے تھے آپ نے کہا کہ صرف اسلامی اصول ہی پاکستان کو ایک مستحکم حکومت بنائیں گے اور دنیا پر ایک بار پھر یہ واضح ہو جائے گا کہ حکومت کا نظم و نسق کس طرح چلایا جاتا ہے-

اس کے لئے یہ بات بہت اہم ہے کہ ہم ہر قسم کی برائی کو دل سے نکال دیں جب مٹھی بھر مسلمان دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کو شکست دے کر ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر سکتے تھے تو ہم کروڑہا مسلمانان پاکستان یہ مقصد کیوں نہیں پا سکتے- اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم متحد ہو کر خدا کی اس راہ پر گامزن ہو جائیں جو مقدس نبی نے ہمیں بتائی ہے-

اگرچہ مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے ہزارہا میل دور ہے مگر یہاں اور وہاں کے باشندوں کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو ایک قوم سمجھیں اور جغرافیائی حدود کو نظر انداز کر دیں کیونکہ یقین محکم اس دوری کو پاٹ سکتا ہے اور اس کی بدولت ہم متحد ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔"

یہ تقریر ۳ فروری کے حوالے سے ڈھاکہ سے حاصل ہوئی۔ اس میں علامہ نے فرمایا

"پاکستان قائم ہوا اور بے شمار رکاوٹوں کے باوجود قائم ہے اور رہے گا۔"

پھر تقریر میں قائداعظم کے اس قول پر کہ پاکستان قائم رہنے کے لئے بنا ہے۔" علامہ نے فرمایا۔

"اس کا مطلب یہ نہیں کہ لوگ اسلامی اصولوں کو ترک کر دیں تو بھی یہ ریاست قائم رہے گی۔"

قارئین کرام علامہ عثمانی نے جن کے خطبے اور تقریریں آپ نے پڑھی ہیں ان خطبوں میں پاکستان کے ماضی اور حال اور مستقبل کے بارے میں سب ہی مسائل پر بحث کی ہے وہ بار بار ایک غیبی اطلاع سے ہمیں متنبہ کر رہے ہیں کہ اگر پاکستان میں اسلامی آئین کا اجراء اور نفاذ نہ ہوا تو اس کا قائم رہنا مشکل ہے۔ حکومت اور پاکستانی قوم کو یہ مرد مومن خطرے کا سرخ لیمپ بار بار دکھا رہا ہے اس پر غور کرنا چاہئے آج کل مشرقی پاکستان کے کناروں پر بھارت نے چھ لاکھ فوج ڈال کر اس کو گھیر لیا ہے اور ادھر مغربی پاکستان کی سرحدوں پر تقریباً ۷ ۳ ڈویژن فوج لا ڈالی ہے اور کشمیر میں بھی تقریباً ۶ – ۷ لاکھ فوج جمع کر دی ہے مزید برآں روس نے بھارت کا فوجی معاہدہ بھی ہو چکا ہے جس نے بھارت کو ہر قسم کے اسلحہ سے بھر دیا ہے اور مسلسل جنگ کی دھمکی دی جا رہی ہے۔ یہ نومبر کا ماہ اور اس کی آج ۸ تاریخ ہے۔ دونوں ملکوں کی فوجیں کئی ماہ سے آمنے سامنے کھڑی ہیں۔ مشرقی پاکستان پر بھارت مسلسل توپوں سے گولے برسا رہا ہے پاکستان بھی سرکوبی میں کوئی کسر نہیں رکھ رہا۔ اب عام جنگ ہو جائے اور اب جنگ ہو جائے کا کھٹکا ہر وقت لگا ہوا ہے۔ فاللہ خیرٌ حافظاً وھو ارحم الراحمین۔

☆☆☆

toobaa-elibaray.blogspot.com

nt Public Rawalpindi Cantt. (Trust)

toobaa-elibaray.blogspot.com

خطبہ عیدالفطر

۱۳۶۷ھ

از شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیّر احمد عثمانیؒ

یعنی

پاکستان کے عالم وجود میں آنے کے بعد شیخ الاسلام علیہ الرحمہ

نے

مسلمانان پاکستان کے لئے یہ خطبہ یا پیغام دیا تھا جس پر الجماعت اخبار کراچی کے ایڈیٹر سید سرور شاہ صاحب گیلانی نے علامہ عثمانی کی نظر ثانی کرالی تھی اور جس کو گیلانی صاحب نے عیدالفطر شوال ۱۳۷۳ھ مطابق مئی ۱۹۵۴ء میں مطبع فیروز سنز کراچی سے چھپواکر شائع کیا تھا۔ یہ خطبہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے علاوہ ہندوستان اور تمام اسلامی ریاستوں میں بقول گیلانی صاحب ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کیا گیا۔

☆☆☆

خطبہ عیدالفطر

۱۳۶۷ھ/۱۹۴۹ء

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ۔ واللہ اکبر۔ اللہ اکبر وللہ الحمد

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین و سائر الانبیاء و المرسلین و العاقبہ للمتقین۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔

عزیزان ملت

میرے لئے بڑی مسرت کا مقام ہے کہ میں عیدالفطر کی مبارک تقریب پر اپنی ملت سے خطاب کر رہا ہوں۔ وہی ملت جو آج سے چند سو سال پہلے انگریزی اقتدار کے ظلم واستبداد میں کراہ رہی تھی اور آج پروردگار عالم کے خاص فضل واحسان سے کرہ ارض کی سب سے بڑی اسلامی مملکت بن کر عالم وجود میں آچکی ہے۔ استقلال پاکستان رحمت ایزدی کے ظہور کا مقدس دن ہے اور آپ کو یاد ہوگا کہ پاکستان کے قیام کا اعلان ۱۹۴۷ء کے رمضان المبارک کے جمعہ الوداع (ستائیسویں تاریخ شب قدر میں) ہوا۔ آزادی اور استقلال اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے جس سے پاکستان کے ساڑھے سات کروڑ مسلمانوں کو جمعہ الوداع اور عیدالفطر کے موقع پر سرفراز کیا گیا۔ آج اسی عیدالفطر کی مبارک ومسعود تقریب پر اپنی ملت کے ہر فرد کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالی کی اس کرم گستری اور نعمت بخشی کا کس زبان سے شکریہ ادا کیا جائے کہ اس نے ہمیں صدیوں کی محکومی سے نجات دی اور ہر طرح کی خامیوں اور کوتاہیوں سے صرف نظر فرماکر محض اپنے فضل وکرم اور رحمت سے ہمیں قطعہ زمین پر اقتدار بخشا اور موقع دیا کہ ہم اپنی وہ

دیرینہ آرزوئیں پوری کر سکیں جو اسلام کو سر بلند اور زندگی کے ہر شعبے میں کار فرما دیکھنے اور دنیا پر ثابت کرنے کے لئے ہمارے دلوں میں موجزن رہی ہیں۔ اسلام اور حاملین اسلام کا غلبہ و اقتدار عالم انسانی کے لئے کن کن فیوضات و برکات اور کیسی کیسی کامرانیوں اور خوشحالیوں کا حامل ہوتا ہے۔ یہ رحمت ایزدی کا کرشمہ ہے کہ ہم اغیار کے تسلط سے آزاد ہو گئے اور دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کے مختار و کار فرما قرار پائے اس حصول آزادی نے وہ تمام رکاوٹیں دور کر دیں جو کم از کم زندگی میں اجتماعی شعبوں میں ہماری اس راہ میں حائل تھیں۔ جس پر چل کر ہم نہ صرف دنیائے اسلام کے سامنے بلکہ سارے عالم اسلام کے سامنے ایک معاشرہ اور ایک ایسی مثالی مملکت کا نمونہ پیش کر سکتے جس میں دجل و فریب کی جگہ صدق و صفا بد عہدی و خیانت کی جگہ پاس عہد و امانت، ہوا پرستی کی جگہ حق کوشی، ظن و تخمین کی جگہ ایمان و ایقان کی کار فرمائی ہو جہاں اخلاقی انتشار و ہوس رانی کی جگہ ضبط نفس اور پاکیزگی کا دور دورہ، جہاں اقتصادی چیرہ دستیوں کی جگہ معاشی توازن ہو۔ جہاں زیر دست بالادستوں کے ظلم و عدوان کے خوف سے مامون ہوں جہاں مخلوق کی گردنیں مخلوق کی غلامی سے آزاد ہوں۔ جہاں نیکی کی قوتوں کو ابھرنے پنپنے اور فروغ پانے کے لئے سازگار فضا میسر آسکے جہاں بدی کے سرچشمے بے آب ہو کر خشک ہو جائیں۔ جہاں کا ہر وفادار باشندہ بلا لحاظ مذہب و ملت اور بلا تفریق رنگ و نسل محسوس کرے کہ امن و آشتی عدل و انصاف، آزادی ضمیر، احترام انسانیت، تحفظ جان و مال اور بقائے ننگ و ناموس کے لئے صفحہ ہستی پر اس سے بہتر خطہ میسر نہیں۔

غرضیکہ پاکستان کی شکل میں ہمیں ایک خطہ زمین اس جنت ارضی کی تعمیر و تشکیل اور ان فرائض منصبی کی انجام دہی کے لئے مل گیا جو ہم پر خیر الامم ہونے کی حیثیت سے عائد ہوتے ہیں کہ ہم اچھائیوں کا حکم کریں اور برائیوں سے روکیں۔

حضورؐ اپنے گنبد خضرا میں استراحت فرماتے ہوئے عالم اسلام پر نگاہ کرم دوڑاتے ہیں کہ میری امّت قرآن کی حامل بن کر ایک ہزار سال تک کرہ ارض میں ہدایت و ارشاد کی مینار بنی رہی اقوام عالم کی امامت کا تاج امّت مسلمہ کے سر پر زینت بنا رہا۔ لیکن گزشتہ تین چار سو سال سے تمام عالم اسلام میں صرف قرآن کے پیغام ہدایت کو چھوڑ کر زوال کے آثار طاری ہو چکے تھے۔ دیکھنے کو ترکی، مصر، مراکش، شام، فلسطین، عراق، ایران، افغانستان، ہندوستان اور مشرق و مغرب میں ۷۰ کروڑ سے زائد ملت اسلامیہ پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن غلبہ و اقتدار امریکہ، انگلستان، اور روس کو حاصل تھا۔ اقوام عالم کی قسمتوں کے فیصلے اور اجارے ان اقوام کے ہاتھوں میں آچکے تھے۔ بحر و بر کرہ ہوائی میں ان کا سکہ رواں تھا اور ملت اسلامیہ جس کے بانی اور موسس اولی حضرت ابراہیم علیہ

السلام نے پروردگار عالم سے حضور قلب سے دعا مانگی تھی کہ واجعلنا للمتقین اماما۔ امامت اقوام کا منصب امت مسلمہ کو عطا کیا گیا تھا آج اپنے دین اور منصب امامت کو چھوڑ کر کروڑوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود زوال یافتہ امتوں میں شمار ہو رہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات کے روحانی تصرفات کی کرشمہ سازی دیکھئے کہ بارگاہ ایزدی سے عالم اسلام میں احیائے اسلام اور تجدید خلافت اسلامیہ کے لئے ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کا انتخاب ہوتا ہے ہندوستان کے مسلمانوں کے بخت کی فیروز مندی اور طالع کی ارجمندی کس قدر قابل رشک ہے کہ رسول اللہ کی نگاہ لطف و کرم ہندوستان کے بکھرے اور منتشر مسلمانوں پر پڑتی ہے۔ وہ مسلمان جن کے دل دو سو سال کی غلامی سے ٹوٹ چکے تھے انگریز اور ہندو ملک کی سیاست پر چھا چکے تھے متمول اور دولتمند مسلمان انگریز کے آستانہ سے وابستہ ہو چکے تھے اور ملت کے بعض غیر محتاط علماء دنیا طلبی اور جاہ پرستی کے لئے کفار اور مشرکین ہند کے وار دھائی حسن و جمال پر فریفتہ اور ملت اسلامیہ کے مستقبل سے بالکل مایوس ہو کر راہ حق و صداقت کو چھوڑ چکے تھے۔ ہندو اور انگریز سازش کر چکے تھے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اسپین کے مسلمانوں کی طرح سیاسی اقتدار سے محروم کر کے مشرکین ہند کی سیاست کے تابع فرمان بنا دیں گے۔ انگریز اپنی مغربی جمہوریت کے تجربات کے شوق میں ہندو اکثریت کو زمام اقتدار سپرد کرنے پر آمادہ ہو چکا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ادنیٰ غلام اور عاشق علامہ اقبال نے "نغمہ ہندی" کے ساتھ حجازی نے میں پاکستان کی اسلامی مملکت کا تصور ملت کے سامنے پیش کیا۔ عالم روحانیت اور عاطر ملکوت سے پاکستان کی اسلامی سلطنت کا نقشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے ملت اسلامیہ کے قلب پر نازل ہوا۔ ملک کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک ہر مسلمان کے دل میں ایمان اور عمل کے ولولے پیدا ہو گئے۔ بقول شاعر ؎

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

انگریز اور ہندو کے ناپاک عزائم کو دیکھ کر کسی کو یقین نہیں آتا تھا کہ مسلمانوں کو استقلال اور آزادی حاصل ہو گی لیکن بارگاہ ایزدی سے پاکستان کی جلیل الشان مشرقی اور مغربی حکومتوں کے قیام کا فیصلہ ہو چکا تھا محبوب رب العالمین کی دعائیں اپنی امت کے لئے مقبولیت سے سرفراز ہو چکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے اپنے حبیب پاک کی امت کو عزت و اقتدار اور استقلال عطا کر رہا تھا۔ پھر اس کی رحمتوں کو روکنے والا کون ہو سکتا تھا۔ مسٹر اٹیلی وزیر اعظم برطانیہ کو یہ معلوم نہ

تھا کہ ۱۴ اگست کو رمضان المبارک کا جمعۃ الوداع اور لیلۃ القدر ہے لیکن جو فیصلہ بارگاہ ایزدی میں ہو چکا تھا اس کے مطابق یہ دن جمعۃ الوداع کا مقدس دن تھا۔ جس روز ملت اسلامیہ کو عید سے دو دن پہلے آزادی اور استقلال کی خداوندی نعمتیں عطا ہوئیں۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد

الحمد للہ کہ پاکستان کی اسلامی مملکت قائم ہو چکی، اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستان کی مجلس دستور ساز میں "قرارداد مقاصد بھی منظور ہو چکی ہے کہ یہاں قرآن وسنت کے ماحول میں اسلامی نظام حیات جاری کیا جائے گا۔ پاکستان کے قیام کا حقیقی مقصد یہی تھا کہ ہمیں ایک ایسا خطہ ارضی مل جائے جہاں مسلم قوم کو قدرت حاصل ہو کہ وہ تمام وکمال اسلامی آئین وقوانین جاری کرے اور اللہ رسول کے دین کو غالب اور سر بلند کرے۔ بعض مغرب زدہ لوگ جو اپنی اسلامی بصیرت کھو چکے ہیں اور خفاش کی طرح ظلمت سے نکل کر روشنی میں آنے کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ اوروں کا بھی راستہ روکنا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ چودہ سو سال کا معاذ اللہ فرسودہ نظام اس نئی روشنی کی دنیا میں کہاں چل سکتا ہے لیکن جو نئی دنیا طرح طرح کی روشنیوں کے باوجود کروڑوں برس کے فرسودہ شمس وقمر سے ہنوز بے نیاز نہیں ہو سکی تو چودہ سو برس کے قرآنی نظام سے اس کا آنکھیں چرانا کہاں تک حق بجانب ہو سکتا ہے۔ قرارداد مقاصد سے پہلے بعض لوگوں نے جو مسلمانوں کی قیادت کا دم بھرتے ہیں یہ بھی کہا کہ قرآنی نظام چلانے کے لئے ابھی ماحول تیار نہیں لیکن قرآن جس وقت دنیا میں آیا اگر ماحول کی تیاری اور فضا کی سازگاری کا انتظام کرتا تو شاید قیامت تک بھی یہ ختم نہ ہوتا۔ قرآن تو اپنے لئے ماحول بناتا ہے اور قرآنی نظام کے نافذ ہونے سے بڑی حد تک فضا بدلنے لگتی ہے۔ آپ سعودی عرب کی حکومت ہی کو دیکھ لیجئے۔ صرف دو تین چوروں کا ہاتھ کٹنے سے حجاز جیسے ملک میں چوری کا بیج باقی نہیں رہا اور نہ متنورین کو یہ سن کر تعجب ہوگا اور شاید افسوس بھی کہ حجاز میں ٹنڈوں اور لنجوں کا کوئی بڑا شہر تو کجا چھوٹا سا گاؤں بھی کہیں نظر نہیں آتا آسمانی قانون کے اجراء کی یہی برکت ہے کہ اس جرم کی سزا جرم کو روکتی ہے مجرم و جیل میں بھیج کر پکا اور ڈگری یافتہ مجرم نہیں بنایا جاتا۔

بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہا تھا کہ مسلم لیگ نے سرکاری طور پر کب کوئی قرارداد منظور کی تھی یا وعدہ کیا تھا کہ پاکستان میں قرآنی نظام حکومت جاری کیا جائے گا۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس موقعہ پر زعمائے پاکستان کے چند اعلانات آپ کو یاد دلائے جائیں تاکہ ہر مسلمان کو معلوم ہو جائے کہ پاکستان کا تصور قائداعظم مرحوم اور ذمہ داران لیگ کے نزدیک کیا تھا ان اعلانات سے اندازہ ہوگا کہ ان دماغوں میں پاکستان کا کیا نقشہ تھا جسے بروئے کار لانے کے لئے وہ مسلمانوں کو دعوت

دے رہے تھے۔

عیدالفطر ۱۹۳۹ء کا پیغام

قائداعظم نے ۱۹۳۹ء میں بمبئی سے ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کو جو پیغام دیا تھا وہ یہ تھا:-

"مسلمانو! ہمارا پروگرام، قرآن پاک میں موجود ہے ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآن پاک پڑھیں اور قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کر سکتی۔"

قائداعظم بنام گاندھی اگست ۱۹۴۴ء

"قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے اس میں مذہبی، مجلسی- دیوانی-فوجداری عسکری-تعزیری- معاشی اور معاشرتی غرضیکہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں-مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ امور حیات تک روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر عقبیٰ کی جزاوسزا تک ہر ایک قول و فعل اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے- لہذا جب میں کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہے تو حیات ومابعد حیات کے ہر معیار اور ہر مقدار کے مطابق کہتا ہوں-

قائداعظم کا پیغام عید ستمبر ۱۹۴۵ء

میرے پچھلے عید کے پیغام کے بعد سے مسلمانوں میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس زیادہ سے زیادہ بڑھ رہا ہے- ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادت اور اخلاقیات تک ہی محدود نہیں بلکہ قرآن کریم سب مسلمانوں کا دین و ایمان اور قانون حیات ہے یعنی مذہبی اور معاشرتی، تمدنی، تجارتی، عسکری، عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم کو یہ حکم ہے کہ ہر مسلمان کے پاس اللہ کے کلام کا ایک نسخہ ضرور ہو اور وہ اس کو بغور مطالعہ کرے تاکہ یہ اس کی انفرادی واجتماعی ہدایت کا باعث بھی ہو-"

قائداعظم کی تقریر علی گڑھ ۱۹۴۴ء

"ہماری رہنمائی کے لئے ہمارے پاس اسلام کی عظیم الشان شریعت موجود ہے- درخشاں کارنامے تاریخی کامیابیاں اور روائتیں موجود ہیں" اسلام ہر شخص سے امید رکھتا ہے کہ وہ اپنا فرض بجالائے-"

جالندھر کی تاریخی تقریر

آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے اجلاس منعقدہ ۱۹۴۳ء کی صدارتی تقریر میں قائداعظم نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا---

"مجھ سے پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت کیا ہوگا؟ پاکستان کا طرز حکومت تعین کرنے والا میں کون ہوں؟ یہ کام پاکستان کے رہنے والوں کا ہے اور میرے خیال میں مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل قرآن حکیم نے فیصلہ کر دیا تھا۔"

سرحد کا ریفرنڈم

پاکستان کے اعلان کے بعد صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کے موقعہ پر جب اس بات پر رائے شماری ہوئی کہ صوبہ سرحد پاکستان میں شامل ہوگا۔ جولائی ۱۹۴۵ء میں قائداعظم نے مسلمانان سرحد کو پیغام دیتے ہوئے فرمایا: ان برادران نے اب یہ زہریلا پروپیگنڈہ شروع کیا ہے کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی شریعت اسلامی کے کے بنیادی اصولوں کو نظر انداز کر دے گی۔ آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ یہ سراسر جھوٹ ہے اور فریب ہے۔

قائد ملت کے اعلانات

نوابزادہ لیاقت علی خان نے جو مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری تھے مجلس عمل کے ارکان کی موجودگی میں اعلان کیا کہ

"پاکستانی علاقوں میں تمام نظام وانتظام حکومت قرآن پاک کے احکام اور اصولوں کے بموجب ہوگا۔"

جلسہ تقسیم اسناد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

اس وقت ہماری قوم کے سامنے جو سب سے اہم سوال درپیش ہے وہ یہ ہے کہ انگریز کے جانے کے بعد یہاں کیا صورت حال پیدا ہوگی۔ آیا ہم کو ایک آزاد اور خود مختار قوم کی حیثیت سے اسلامی نظام آئین و قوانین کے بموجب اپنی زندگی بسر کرنا ہے یا ہم کو غیر مسلموں کا محکوم اور غلام رہنا ہے ہمارے سامنے ایک نہایت اہم سوال درپیش ہے اور وہ یہ کہ تم کس نظام کے تحت زندگی بسر کرنا چاہتے ہو ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اپنی آئندہ زندگی اسلامی طریق و قوانین کے بموجب بسر کرنا چاہتے ہیں۔ مسلمان کے پیش نظر اس مقصد حیات کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہے جو حضرت محمدؐ نے آج سے تیرہ سو برس قبل دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ حضرت محمدؐ جو پیغام الٰہی

لے کر تشریف لائے تھے اب وہ ہمارے پاس ہے اور وہ دنیا کی عظیم المرتبت کتاب قرآن شریف ہے جس میں اب بھی بنی نوع کی ہدایت ورہنمائی کے احکام موجود ہیں۔ ہر مسلمان کا دین وایمان ہے کہ اس کی موت وحیات سب اللہ کے لئے وقف ہے۔ اللہ ہی ہمارا بادشاہ ہے اور وہی ہمارا حکمران ہے۔“

علمائے دین کا اسلامی اقتدار

کہا جاتا ہے کہ ملا حکومت واقتدار چاہتا ہے لیکن جب دوسرے لوگ دنیا کی نفع اندوزیوں کے ذریعے اقتدار چاہتے ہیں تو دینی اقتدار کے لئے ملا کا حکومت حاصل کرنا کیوں گناہ ہوگا درانحالیکہ اس حکومت کے قائم ہونے میں اس کا بھی کافی حصہ ہے۔ آخر یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے خود ہی کہا تھا کہ :

اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم۔ مجھے زمین کے خزانوں کا منتظم مقرر کردے کہ میں یقیناً نگہبان اور جاننے والا ہوں۔

اور صحیح تر بات یہ ہے کہ ملا حاکم بننے کا طلب گار نہیں ہے ہاں اپنے حاکموں کو تھوڑا سا ملا بنانے کا ضرور خواہاں ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں اور بعضوں نے مجھے خطوط لکھے ہیں کہ حصول پاکستان کے بعد علماء ومشائخ کی ان مساعی عظیمہ کو ارباب اقتدار نے قطعاً فراموش کردیا نیز مذہبی طبقہ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف تو درکنار بلکہ نشر واشاعت کے ان تمام ذرائع سے جو حکومت کے دامن سے وابستہ ہیں اس کا خاص طور پر لحاظ رکھا جاتا ہے کہ مذہبی عنصر زیادہ چمکنے یا ابھرنے نہ پائے اور جہاں تک ہو سکے اس کو خمول اور کسمپرسی کی حالت میں چھوڑ دیا جائے۔

مطلب یہ ہوا کہ وقت پڑنے پر علماء کو احمق بنالیا جاتا ہے اور جب کام نکل گیا تو ان سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔“

میں صفائی سے بتلادینا چاہتا ہوں کہ یہ صورت حال ہمارے لئے کوئی غیر متوقع چیز نہیں۔ ہم یقیناً پہلے سے جانتے تھے کہ ایسا ہوگا اور پاکستان کی زمام اقتدار کا بحالات موجودہ جن ہاتھوں میں پہنچنا ناگزیر تھا ان سے اس کے سوا کوئی توقع ہی نہیں کی جاسکتی تھی۔ ہم ان کی نسبت الحمد اللہ کسی فریب میں مبتلا نہ تھے ہم نے سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہوئے جداگانہ اسلامی قومیت اور اصول پاکستان کی مخلصانہ حمایت مذہبی نقطہ نظر سے حق اور صحیح سمجھ کر کی اور اگر اسے احمق بننا کہتے ہیں تو ہم جان بوجھ کر ایسے احمق بنے ہیں۔

کما قال ابن عمر (جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :-)

من خدعنا فی اللہ اتخدعنا لہ

جس نے اللہ کے کام میں ہم سے فریب کیا تو ہم اس کے فریب میں آگئے

اور آئندہ بھی انشاء اللہ تعالی پاکستان کی سالمیت اور حفاظت کے معاملے میں رجال حکومت کی کوئی ناپسندیدہ روش ہماری جدوجہد پر اثرانداز نہیں ہو سکتی خواہ وہ ارباب اقتدار ہمارے ساتھ کچھ ہی برتاؤں کریں ہم خالص خدا کی خوشنودی اور اسلام اور اہل اسلام کی برتری اور بہتری کے لئے اپنی اس نئی اسلامی مملکت کو مضبوط اور محفوظ بنانے میں امکانی کوشش کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔

ہم ایک ایسی اسلامی مملکت تعمیر کرنا چاہتے ہیں جس کی بنیاد اسلام اور قرآن کے اصولوں پر رکھی جائے جس کی تعمیر میں تقویٰ اور دین شامل ہو۔ ہاں ایک ایسی اسلامی سلطنت جو آگے چل کر خلافت راشدہ کے نمونہ کی مثالی حکومت بن سکے۔ ہم پاکستان کو اسلامی عدل وانصاف کا گہوارہ بنانا چاہتے ہیں۔ ہم پاکستان کو کرہ ارضی میں جنت ارضی بنانے کے آرزومند ہیں۔ ہم پاکستان کے ذریعہ خلافت اسلامیہ کا قیام واحیاء چاہتے ہیں یا ہم پاکستان ہی کے ذریعے عہد صحابہ کے اسلامی اور قرون اولی کے مسلمانوں کے حیات افروز اعمال کی یاد تازہ کرنا چاہتے ہیں ہمارا تو یقین ہے کہ انشاء اللہ پاکستان کے ذریعے ہی تمام اسلامی مملکتوں کا اتحاد اور خلافت اسلامیہ کا قیام عمل میں آئے گا۔

قرآنی نظام اور دستور کی ترتیب سے پہلے یہ ضروری تھا اور ہے کہ محکمہ شریعت کا قیام عمل میں لایا جائے۔ ویسے تو جب مکمل اسلامی نظام جاری ہوگا تو تمام وزارتیں ہی احکام دین کے مطابق کام کریں گی۔ لیکن اسلامی ماحول اور اسلامی فضا تیار کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مرکزی حکومت کے علاوہ پاکستان کے ہر صوبے میں محکمہ امور مذہبی کا قیام عمل میں لایا جائے اسلامی اوقاف تنظیم زکوٰۃ معارف اسلامیہ تبلیغ واشاعت دین مبلغین اسلام کی تعلیم وتربیت نو مسلموں سے تالیف قلوب نو مسلموں کی آبادی کا قیام اندھے اور اپاہجوں کے لئے محتاج خانوں کا قیام۔ مساجد کی تنظیم ائمہ مساجد کی تربیت۔ خطبات جمعہ کی ترتیب اور وحدت۔ ریڈیو پر درس قرآن اور تبلیغ اسلام۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تہذیب و معاشرت اسلامی کا اجراء۔ دینی مدارس کی نگرانی۔ مسلمانوں کے لئے قرآن مجید اور عربی زبان کی جبری اور لازمی تعلیم، نکاح۔ طلاق وراثت کے شرعی قوانین کا نفاذ، ممالک یورپ میں اسلام کے تبلیغی مشنوں کا قیام حاجیوں کے سفر حج کے سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ آسانیاں بہم پہنچانا حج کے لئے بری، بحری اور ہوائی سروسوں کا جدید ترین نظام، پاکستان ممالک خارجہ کے تمام سفارت خانوں میں اسلامی ثقافت دینی تبلیغ اور بہترین اسلامی لٹریچر

تیار کرنے کے لئے ماہرین اسلامیات کا سرکاری تقرر اور ساتھ ہی ممالک اسلامیہ میں اسلامی اخوت اور اتحاد کے رشتوں کو مضبوط بنانے کے لئے اسلامی وفود کی ترسیل اور مسلمانوں کو ارکان اسلام نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور جہاد کی عام تبلیغ اور تلقین، ملت میں مسلسل تبلیغ دین سے ایک ایسا اسلامی ماحول تیار کرنا جہاں دین اسلام کی پابندی میں ملت کا متمول اور دولت مند طبقہ بھی فخر محسوس کرے۔ پاکستان کے مسلمانوں کو جو کچھ حاصل ہوا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیضان ہے ؎

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

جہاد کشمیر

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

برادران عزیز! آج عید الفطر کے مبارک دن آپ کے قلوب نور ایمان سے لبریز اور اسلامی مسرتوں سے معمور نظر آتے ہیں۔ لیکن آج کے مقدس دن ہم کشمیر کے مسئلہ کو فراموش نہیں کر سکتے ہماری کوشش یہی ہے کہ یہ نازک مسئلہ ناخن تدبیر سے سلجھ جائے لیکن اگر گرہ آسانی سے نہ کھل سکے تو پھر اسے کھینچ کھینچ کر توڑ دیا جائے۔ تالا اگر چابی سے نہ کھل سکے تو پھر ہتھوڑے سے اسے توڑنا ہی پڑتا ہے۔ کشمیر کا مسئلہ عالم اسلام کا مسئلہ ہے اگر ضرورت پیش آئے اور استصواب رائے میں رکاوٹیں پیدا کی جائیں تو پھر آخری صورت جہاد ہی کی ہے ہمیں ہر قیمت پر کشمیر کو اسلام اور پاکستان کے لئے حاصل کرنا ہے ملت پاکستانیہ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرے کہ کشمیر کے بغیر پاکستان مکمل نہیں ہے۔ پاکستان کی زندگی کے سرچشمے کشمیر میں ہیں۔ دشمن آسانی کے ساتھ کشمیر سے اپنا فوجی تسلط نہیں چھوڑے گا۔ ہماری حکومت اور ساتھ ہی پاکستان کے تمام مسلمانوں کا دینی فرض ہے کہ وہ کشمیر کے مظلوم اور سسکتے ہوئے اپنے کشمیری بھائیوں کی آہ و فریاد سنیں وہ ہمارا خون اور گوشت ہیں حالات کا تقاضا یہی ہے کہ جلد سے جلد ہم اپنے کشمیری بھائیوں کو استبداد سے نجات دلائیں اور کشمیر کو اسلام اور پاکستان کے لئے حاصل کریں۔ کشمیر کے بغیر پاکستان کی سالمیت خطرہ میں ہے۔

صدقات، زکوٰۃ اور کمیونزم

آج عید کے دن ہم مہاجرین کی امداد اور ان کی آبادی اور بحالی کو بھی ملت کی سب سے

بڑی اہم ضرورت خیال کرتے ہیں۔ حکومت پاکستان کے علاوہ ہر ذی استطاعت مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی دولت اور ثروت میں مہاجرین کو بھی شامل کرلے۔ ہر غریب اور مہاجر کے لئے رہنے کو گھر کھانے کو روٹی اور پہننے کو کپڑا مہیا کرنا ہماری حکومت کا جہاں فرض ہے۔ وہاں ہماری ملت کے متمول طبقے کا اسلامی فرض ہے کہ مہاجرین کی آباد کاری ان کی نو آبادیاں قائم کرنے مکانات تعمیر کرنے اور دیگر ضروریات زندگی میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے صدقہ، فطر، زکوۃ اور صدقات کا نظام اسی لئے قائم کیا گیا تھا کہ ملت کے تمام طبقات میں زندگی کے معیار کا توازن قائم کیا جائے۔ دولت کی غلط تقسیم ہی سے کمیونزم اور دوسری ملحدانہ تحریکیں فروغ حاصل کرتی ہیں۔ جہاں معاشی ناہمواری کا دور دورہ ہوگا وہاں روسی اشتراکیت کے لئے گویا تیار میدان مل جاتا ہے۔ اس موقع پر یہ بات بالکل فراموش نہ کیجئے کہ آج دنیا میں معاشی اختلال اور اقتصادی عدم توازن کی وجہ سے ملحدانہ اشتراکیت کا سیلاب ہر طرف سے بڑھتا چلا آرہا ہے۔ اس کا صحیح اور اصولی مقابلہ اگر دنیا میں کوئی نظام کرسکتا ہے تو وہ اسلام کا اقتصادی نظام ہے۔ اگر پاکستان عالم اسلامی کو اس بھیانک خطرے سے بچانا چاہتا ہے تو اس کی واحد صورت یہ ہے کہ پاکستان میں صحیح اسلامی نظام کا نفاذ عمل میں لائیں۔

کشمیر کا مسئلہ ہو یا افغانستان یا پختونستان پاکستان کے دفاع کا معاملہ ہو یا کمیونزم کا مقابلہ، جس پہلو سے بھی نظر کیجئے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہماری مملکت کی خوبی اور استحکام کا راز اسلامی نظام حیات کے نفاذ میں پوشیدہ ہے اور یہ کہ پاکستان اسلام کے نام سے حاصل ہوا ہے اور اسی نام پر ہی مضبوطی کے ساتھ باقی بھی رہے گا اور اگر اس نعمت کی سچی قدر شناسی اور شکر گزاری میں ہم کوتاہی کریں گے تو یہ ایسا کفران نعمت ہوگا کہ اللہ تعالی ہمیں اس کے وبال سے محفوظ رکھے اور اگر ہم نے اس قدرت و مکنت کے بقا اور استحکام یا اس کے صحیح استعمال سے غفلت برتی تو یہ ہماری کھلی ہوئی بدبختی ہوگی۔ بارگاہ صمدیت میں جہاں سے ہمیں یہ نعمت ملی ہے سعی شکر گزاری کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ جس مالک الملک اور حاکم حقیقی نے ہمیں اپنے نائب امین کی حیثیت سے یہ امانت سپرد کی ہے اس کی منشاء و مرضی کے مطابق ہم اس پر تصرف کریں اور اس کے پیش کئے ہوئے معیار پر پورے اترنے کی جدوجہد میں مصروف ہو جائیں۔

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوۃ و امرو بالمعروف و نھوا عن المنکر۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین پر اقتدار اور غلبہ عطا کریں تو یہ نماز قائم کریں اور

زکوۃ ادا کریں۔ اچھی باتوں کا حکم کریں اور بری باتوں سے روکیں۔

اگر ہم نے ادائے شکر کی سچی کوشش کی تو حسب وعدہ الٰہی۔

لئن شکرتم لا زید نکم۔

اگر تم شکر کرو تو ہم تم پر اپنا انعام بڑھادیں گے انشاء اللہ ہم پر مزید فضل وانعام کی وہ بارش ہوگی کہ دنیا ششدر رہ جائے گی۔

ان بے شمار خاندانوں کی خانہ ویرانی جو اپنے صدیوں کے وطن سے صرف اس لئے نکلنے پر مجبور ہوئے کہ وہ اسلام کے نام لیوا تھے ایک دردناک حقیقت ہے جس سے اغماض نہیں برتا جاسکتا ان کے مصائب کا احساس سیل اشک سے زیادہ عملی ہمدردی اور مخلصانہ برادر نوازی کا تقاضا کرتا ہے کاش عید الفطر کا یہ مبارک موقعہ ارباب اختیار کے قلوب میں ان بے خانماں بھائیوں اور بہنوں کو آباد کرنے اور ان کے مصائب دور کرنے کی جدوجہد کو تیز تر اور موثر بنانے کا عزم پیدا کردے۔

اپنے ان چار کروڑ بچھڑے ہوئے بھائیوں کی یاد جو انڈین یونین میں اکثریت کے ظلم و استبداد کا ہدف بنے ہوئے ہیں وہ کسک ہے جو پاکستان میں رہنے والے ہر غیرت مند مسلمان کے دل کو محروم سکون کئے ہوئے ہے ہمارے دل اپنے اور ہندی بھائیوں کی یاد سے کس طرح غافل ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو اور پاکستان کو جلد اتنا طاقت اور استحکام حاصل ہو جائے کہ ہم اپنے بھائیوں کی حفاظت اور اعانت کرسکیں اور ان کو مظلومی کے چنگل سے نکال سکیں۔ اسی طرح کشمیر، حیدرآباد، جوناگڑھ کے مسلمانوں پر انڈین یونین کے نشہ نخوت نے ظلم وعدوان کی جو شکل اختیار کررکھی ہے ہمارے قبلہ اول کی سرزمین میں یہودی چیرہ دستیوں نے جو قیامت برپا کررکھی ہے مصر اور شمالی افریقہ کے مسلمانوں کے ساتھ جو معاملہ ہو رہا ہے یہ سب ایک طوفان ابتلا ہے جس کی لپیٹ میں عالم اسلام کا بیشتر حصہ آگیا ہے اور حالت یہ ہے کہ ع

تن ہمہ داغدار شد پنبہ کجا کجا نہم

لیکن بددلی اور مایوسی کا کوئی موقع نہیں انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں کہ یہ سیاہ بادل چھٹ جائیں گے اور اگر ہم نے ساری طاقتوں کے اصلی منبع کی طرف انابت وتضرع کے ساتھ رجوع کیا اور اتحاد باہمی، عزم صمیم اور صبر واستقامت پر گامزن ہوگئے تو انجام کار ہم ہی بامراد و کامران ہوں گے۔ والعاقبہ للمتقین۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

عزیزان ملت اس حقیقت کو فراموش نہ کریں کہ مشرقی اور مغربی پاکستان میں ایک ہزار

میل   کا فاصلہ ہے دونوں پاکستانوں کو ایک مستحکم اسلامی مملکت میں مربوط رکھنے کا واحد ذریعہ صرف اسلام اور کلمہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ہے۔ ہمارے اتحاد و ملت کی بنیاد کسی نسل، قوم، قبیلہ یا صوبے کی برتری پر نہیں ہم نے محض اللہ اور رسولؐ کے نام پر حاصل کیا پاکستان کے دونوں حصوں کو فکر و عمل کے اعتبار سے متحد رکھنے کے لئے اسلامی اخوت کا رشتہ ہی سب سے بڑی طاقت ہے اللہ اور رسول کا نام ہی دونوں مملکتوں کو پاکستان کی اسلامی وحدت میں مربوط رکھے گا دشمن کے ناپاک عزائم سے ہمیشہ خبردار رہیں وہ مسلمانوں میں زبان نسل اور صوبائی تعصب کو پرورش کر کے اتحاد اسلام کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے آپ نے دیکھا کہ دشمن نے افغانستان کے منہ سے پختونستان کا نعرہ بلند کرایا تاکہ ہمارے غیور اور جسور افغان مجاہدین میں نسلی اور قبیلوی بتوں کے پجاری پھر پیدا کر دے۔ مسلمانوں میں پختون اور غیر پختون، بنگالی اور پنجابی، سندھی اور بلوچی قومیتوں اور مختلف زبانوں کے جھگڑے پیدا کر دے اور سالمیت پاکستان اور وحدت ملت کو پارہ پارہ کر دے۔ قرآن نے اسی لئے تو ملت اسلامیہ سے خطاب کیا کہ :-

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا — اللہ کی رسی کو مضبوطی سے اکٹھے ہو کر سب پکڑ لو اور فرقے فرقے مت ہو جاؤ۔ اسلام اور قرآن کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا اسی لئے حکم دیا گیا کہ وہ اپنے دین کی وحدت کو زبان، رنگ، نسل اور صوبائی تعصب سے پارہ پارے کر کے مشرکوں کی طرح نہ بن جائیں (اسی لئے ارشاد ہوا) **ولا تکونوا من المشرکین الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعا** — اور تم مشرک نہ بن جاؤ۔ جنہوں نے اپنے دین میں تفریق ڈال دی اور فرقے فرقے میں تقسیم ہو گئے۔

ہمیں دشمنوں کی سازشوں کے علاوہ اپنے ملک کے داخلی فتنوں سے بھی پوری طرح ہوشیار اور خبردار رہنا چاہئے آج کل دنیا میں دشمن کی فوجوں اور ہوائی جہازوں اور دوسرے جنگی ساز و سامان سے زیادہ دشمن کا پروپیگنڈہ اور اندرونی سازشوں سے زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ ہمارا دشمن ہماری ملت کے گمراہ افراد کو اپنا آلہ کار بنا کر ملت میں افتراق اور انشقاق کی تحریکیں کھڑی کرتا ہے تاکہ ہماری وحدت کو پارہ پارہ کر دے زبان یا صوبائی تعصب کے نام پر بھی جو اختلافی تحریک شروع کی جائے اگر اس کا سرچشمہ غور و فکر سے تلاش کیا جائے گا تو وہ دشمن کی سازش اور دماغی کاوش کا نتیجہ ہو گا۔ ہمیں پاکستان کی اسلامی مملکت کو رسولؐ کے دین کا گہوارہ بنانا ہے۔ یہاں ہر تحریک کی بنیاد اللہ اور رسولؐ کے دین پر قائم ہونی چاہئے حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ وہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے مسلمانوں کے میل ملاپ، تبادلہ، خیالات، تبلیغ و اشاعت کے وسائل پر زیادہ سے زیادہ قوت صرف

کرے تاکہ پاکستان کے دونوں حصوں میں اسلامی اخوت کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جاسکے اس بات کو بھی فراموش نہ کیجئے کہ صرف اسلام کی روحانی قوت ہی سے پاکستان کے دونوں حصوں میں اخوت اسلامی کی برقی رو دوڑائی جاسکتی ہے-

پاکستان اللہ تعالی کے فضل وکرم سے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت ہے-پاکستان کا قیام ہی رحمت ایزدی کا ایک کرشمہ ہے اگر امریکہ کی اڑتالیس مختلف ریاستیں ملک کو ریاستہائے متحدہ امریکہ کی شکل اختیار کر سکتی ہیں اور علم، دولت و ثروت اور وسائل حیات کی فراوانی کے اعتبار سے عظیم طاقت حاصل کر سکتی ہے تو اسلامی ممالک کا اتحاد تو امریکی اتحاد سے بھی زیادہ پائدار بن سکتا ہے-لاہور سے مسجد اقصی تک اسلامی ریاستوں اور اسلامی ممالک کا ایک لامتناہی سلسلہ چلا گیا ہے- ہمارا یقین ہے کہ پاکستان کا قیام انشاء اللہ تمام ممالک اسلامیہ میں بین الملی اتحاد کا ذریعہ ثابت ہوگا اس اتحاد عالم سے اللہ تعالی کے فضل سے دنیا بھر میں پھر خلافت اسلامیہ کا احیاء ہوگا-امریکہ اور روس کے مقابلے میں حضور رحمہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کامل کا اسلامی نظام حیات عملی شکل اختیار کر کے کرہ ارضی میں ہدایت وارشاد کا مینار ثابت ہوگا-

؎اک ولولہ تازہ دیا میں نے دلوں کو لاہور سے تا قاہر ومغرب اقصی

آج عید الفطر کے مبارک دن میں علمائے کرام، ائمہ مساجد اور جامع مساجد کے خطیب حضرات سے خصوصیت کے ساتھ خطاب کرنا چاہتا ہوں اور اپنی حکومت کے سامنے بھی اس اہم مسئلے کو پیش کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان ہمیں اللہ کی رحمت سے مل گیا- قرآن مجید کا صاف اور واضح حکم ہے کہ :-

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير يامرون بالمعروف و ينهون عن المنكر-

اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو نیکی کی دعوت دے جو لوگوں کو بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے روکے-

ہدایت ورشد کا پیغام پہنچانا اب ہماری حکومت کا بھی فریضہ ہے اور جو کام حکومتیں کرتی ہیں وہ انفرادی طور پر سر انجام نہیں پاسکتے- پاکستان کے اندر مساجد اللہ کی تنظیم وقت کی اہم ضرورت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری تنظیم کی بنیاد مسجد میں رکھی اس وقت تو ایک ہی مسجد تھی- آج پاکستان کے ہر شہر میں قصبہ اور ہر گاؤں میں مسجدیں موجود ہیں- مسجدوں کے امام موجود ہیں ------- جمعہ کے اجتماع میں جمعہ کے خطبات حقیقت میں ہفتہ دار اسلامی

کانفرنسیں ہیں پھر عیدین کے عظیم اجتماع ہیں۔ مسجدوں کی تنظیم اور اس دینی نظام کو استوار کر دینے سے نشر و اشاعت کے ہزاروں دینی مراکز ہمیں حاصل ہو سکتے ہیں ہم محکمہ شریعت کے متعلق پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حکومت پاکستان اس دینی محکمے کے قیام سے تنظیم مساجد، تنظیم زکوۃ، قیام صلوۃ اور تبلیغ و اشاعت دین کے مراکز قائم کر سکتی ہے۔ اس دینی محکمہ کے ذریعے ملت کی جدید ضروریات کے مطابق ائمہ مساجد کی ٹریننگ ہو۔ جدید خطبات جمعہ شامل کئے جائیں۔ تبلیغ دین کا لٹریچر ہر زبان میں تیار کر کے مسلموں اور غیر مسلموں میں تقسیم کرایا جائے لیکچر تقریریں ان کی مفت تقسیم یورپ اور امریکہ میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے مشن غرضیکہ نشر و اشاعت دین کے تمام جدید ترین وسائل تیار کر کے پاکستان کے طول و عرض میں مسجدوں کے الٰہی نظام سے قرآن و سنت کا ماحول جلد سے جلد پیدا کیا جا سکتا ہے۔ سید سرور شاہ گیلانی سزاوار تبریک ہیں ملت کے سامنے خطبہ عید کے ساتھ تنظیم مساجد کا عملی پروگرام بھی پیش کر رہے ہیں اس دینی پروگرام میں ملت کی زندگی کا راز ہے۔

یہ آپ کا کام ہے کہ اسلام کی خاطر اپنے چھوٹے چھوٹے اختلافات اور فروعی قسم کے نزاعات سے کنارہ کش ہو کر مسلم قوم کو سنبھالنے اور سنوارنے کے لئے اتحاد و یک جہتی کے ساتھ کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہو جاؤ اور قوم کو اس قابل بناؤ کہ وہ نظام شریعت کو اپنا نظام زندگی بنانے تعطل اور جمود اور کسل و بطالت کو چھوڑ دو۔ عمل صالح کے ہر میدان میں نکلو خدا ہماری مدد کرے گا۔

دعا: میری دعا ہے کہ اللہ تعالی سبحانہ ہمارے دلوں کو سیدھا کرنے کے بعد کج نہ ہونے دے اور پاکستان کے نظام کو اسی طریقہ سے چلانے کی توفیق بخشے جس سے اللہ و رسول راضی ہوں اور ان لاکھوں مردوں اور عورتوں کی روحیں مسرت و سکون سرمدی حاصل کریں جو اس راستے میں کام آ چکے ہیں یا جو ابھی تک اسی پاکستان یا اسلام کا نام لینے پر ہدف ظلم و ستم بنے ہوئے ہیں وہ سمجھ لیں گے کہ ہمیں اپنی کھوئی ہوئی جانوں، مالوں اور لٹی ہوئی آبروؤں کا پورا معاوضہ مل گیا۔

اے اللہ تو عالم اسلام کو توفیق مرحمت فرما کہ وہ سب اس طرح یک دل اور یک جان ہو کر تیرا کلمہ بلند کریں کہ ان میں سے ایک کی جنگ دوسرے کی جنگ اور ایک کی صلح دوسرے کی صلح ہو۔ اے اللہ پاکستان کو قوت اور استحکام عطا فرما اور اسے ابھارنے سنوارنے اور نکھارنے کے کام میں ہماری مدد فرما۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذهديتنا و هب لنا من لدنك رحمه انك انت الوهاب۔

اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو بعد ازاں کہ تو نے ہمیں ہدایت عطا کی ٹیڑھا نہ کر اور اپنی جناب سے رحمت عطا فرما کہ بے شک تو عطا فرمانے والا ہے۔

شبیر احمد عثمانی
شوال ۱۳۶۸ھ
۱۹۴۹ء

☆☆☆

طوبیٰ ریسرچ لائبریری

تقریر علامہ شبّیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

ممبر مجلس دستور ساز حکومت پاکستان

روشنی کا مینار

قرارداد مقاصد کی تائید میں مولانا شبّیر احمد عثمانی نے ۹ مارچ
۱۹۴۹ء کو مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

جناب صدر محترم قرارداد مقاصد کے اعتبار سے جو مقدس اور محتاط تجویز آنریبل مسٹر لیاقت علی خاں صاحب نے ایوان ہذا کے سامنے پیش کی ہے میں نہ صرف اس کی تائید کرتا ہوں بلکہ آج اس بیسویں صدی میں (جب کہ ملحدانہ نظریات حیات کی شدید کشمکش اپنے انتہائی عروج پر پہنچ چکی ہے) ایسی چیز کے پیش کرنے پر موصوف کی عزم و ہمت اور جرات ایمانی کو مبارک باد دیتا ہوں۔

اگر غور کیا جائے تو یہ مبارکباد فی الحقیقت میری ذات کی طرف سے نہیں بلکہ اس پسی ہوئی اور کچلی ہوئی روح انسانیت کی جانب سے ہے جو خالص مادہ پرست طاقتوں کی حریفانہ حرص و آز اور رقیبانہ ہوسناکیوں کے میدان کارزار میں مدتوں سے پڑی کراہ رہی ہے۔ اس کے کراہنے کی

آوازیں اس قدر درد انگیز ہیں کہ بعض اوقات اس کے سنگدل قاتل بھی گھبرا اٹھتے ہیں اور اپنی جارحانہ حرکات پر نادم ہو کر تھوڑی دیر کے لئے امداد تلاش کرنے لگتے ہیں۔ مگر پھر علاج و دوا کی جستجو میں وہ اس لئے ناکام رہتے ہیں کہ جو مرض کا اصل سبب ہے اسی کو دوا اور اکسیر سے سوا سمجھ لیا جاتا ہے۔

یاد رکھئے دنیا اپنے خود ساختہ اصولوں کے جس جال میں پھنس چکی ہے اس سے نکلنے کے لئے جس قدر پھڑ پھڑائیگی اسی قدر جال کے حلقوں کی گرفت اور زیادہ سخت ہوتی جائیگی۔ وہ صحیح راستہ گم کر چکی ہے جو راستہ اب اختیار کر رکھا ہے اس پر جتنے زور سے بھاگے گی وہ حقیقی فوز و فلاح کی منزل سے دور ہی ہوتی چلی جائے گی۔

ہمیں اپنے نظام حیات کو درست اور کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارا انجن جس لائن پر اندھا دھند چلا جارہا ہے اسے تبدیل کریں اور جس طرح بعض دفعہ لائن تبدیل کرتے وقت گاڑی کو کچھ پیچھے ہٹانا پڑتا ہے ایسے ہی صحیح لائن پر آگے بڑھنے کی غرض سے ہم کو پیچھے ہٹنا پڑے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر ایک شخص کسی راستہ پر بے تحاشہ دوڑ رہا ہے اور ہم دیکھیں کہ چند قدم آگے بڑھنے پر وہ کسی ہلاکت کے غار میں جا پڑے گا تو ہم خاموش نہیں رہ سکتے۔ اسے ادھر سے پیچھے ہٹا کر صاف اور سیدھی شاہراہ پر ڈالنے کی کوشش کریں گے۔ یہ ہی حال آج دنیا کا ہے اگر ہماری اس نئی اور بے چین دنیا کو اپنے تباہ کن مصائب سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے تو اسے حالات کا بالکل جڑ بنیاد سے از سر نو جائزہ لینا ہوگا۔ کسی درخت کی شاخوں اور پتوں پر پانی چھڑکتے رہنا بیکار ہے۔ اگر اس کی جڑ جو سینکڑوں من مٹی کے نیچے دبی ہوئی ہے مضبوط نہ ہو۔ آج کے بہت سے بکھرے ہوئے مسائل خواہ ان سے آپ کو کتنی ہی دلچسپی اور شغف کیوں نہ ہو۔ کبھی ٹھیک طور پر سنور اور سلجھ نہیں سکتے جب تک ان کے اصول بلکہ اصل الاصول درست نہ ہو جائے۔ قدامت پرستی اور رجعت پسندی کے طعنوں سے نہ گھبرائیے بلکہ کشادہ دل و دماغ کے ساتھ ایک متجسس حق کی طرح الجھی ہوئی ڈور کا سرا پکڑنے کی کوشش کیجئے جو باتیں طاقتور اور ذی اقتدار قوموں کے زبردست پروپیگنڈا یا غیر شعور طور پر ان کے حاکمانہ اقتدار اور مسحور کن مادی ترقیات کے زور و اثر سے بطور مسلمات عامہ، اصول موضوعہ اور مفروع عنہا صداقتوں کے تسلیم کر لی گئی ہیں، ان ہی پر تجدید فکر و نظر کی ضرورت ہے۔ اس پکے ارادے کے ساتھ کہ جس چیز پر ہم صدیوں کی کاوشوں کے نتیجہ میں اعتقاد جمائے بیٹھے تھے، وضوح حق کے بعد ایک لمحہ کے لئے اس پر قائم رہنا ہم جرم عظیم سمجھیں گے۔ اگر دنیا کو انسانیت کی حقیقی فلاح کے لئے کسی نتیجہ پر پہنچنا ہے تو اسے ان قدیم اور اٹل نظریات

پر ضرور غور کرنا ہوگا جنہیں مادی و معاشی مسابقت کی بے تحاشا دوڑ میں بہت سی قومیں پیچھے چھوڑ آئی ہیں- اسے یوں خیال کیجئے کہ کتنی صدیوں تک سکون ارض کے متعلق بطلیموس کا نظریہ دنیا پر مستولی رہا- فیثا غورس کی آواز پر کسی نے توجہ نہ کی- پھر ایک وقت آیا کہ ہزاروں من مٹی کے نیچے دبا ہوا بیج جو فیثا غورس دبا گیا تھا زمین کے سینے کو چاک کر کے باہر نکلا اور برگ و بار لا کر رہا- سچائی کا پرستار کبھی اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کسی زمانہ یا طویل عرصہ تک لوگ اس کے ماننے سے آنکھیں چرائیں گے یا ناک بھوں چڑھائیں گے- حق اکیلا رہ کر بھی حق ہی رہتا ہے اسے یقین ہے کہ ایک دن ضرور آئے گا کہ جب اس کے جھٹلانے والے زمانہ کے دھکے کھا کر اسی کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہونگے- آج وہ دن قریب آرہا ہے اور جیسا کہ آنریبل جناب لیاقت علی خاں نے فرمایا روشنی کی تحریر افق پر ظاہر ہو کر طلوع ہونے والے روز روشن کا پیش خیمہ بن رہی ہے-"

ضرورت ہے کہ ہم اپنے کو خفاش صفت ثابت نہ کریں جو دن کی روشنی کو دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتی- پاکستان مادیت کے بھنور میں پھنسی ہوئی اور دہریت والحاد کی اندھیروں میں بھٹکی ہوئی دنیا کو روشنی کا ایک مینار دکھانا چاہتا ہے- یہ دنیا کے لئے کوئی چیلنج نہیں بلکہ انسانیت کے لئے پر امن پیغام حیات و نجات ہے اور اطمینان اور خوش حالی کی راہ تلاش کرنے والوں کے لئے سہولت مہیا کرتا ہے- ہمارا غیر متزلزل عقیدہ ہے کہ دنیا کے لئے عموماً اور پاکستان کے لئے خصوصاً کسی قسم کا نظام تجویز کرنے سے پہلے پوری قطعیت کے ساتھ یہ جان لینا ضروری ہے کہ اس تمام کائنات کا جس میں ہم سب اور ہماری یہ مملکت بھی شامل ہے- مالک اصلی اور حاکم حقیقی کون ہے ؟ اور ہے یا نہیں ؟ اب اگر ہم اس کا مالک کسی خالق الکل اور مقتدر اعلی ہستی کو مانتے ہیں (جیسا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ اس ایوان کے تمام ارکان و اعضاء کا یہ عقیدہ ہوگا) تو ہمارے لئے یہ تسلیم کرنا ناگزیر ہوگا کہ کسی مالک کی خصوصاً اس مالک علی الاطلاق کی ملک میں ہم اسی حد تک تصرف کرنے کے مجاز ہیں جہاں تک کہ وہ اپنی مرضی سے ہمیں اجازت دیدے- ملک غیر میں کوئی غاصبانہ تصرف ہمارے لئے جائز نہیں ہو سکتا- پھر ظاہر ہے کہ کسی مالک کی اجازت و مرضی کا علم اس کے بتلانے ہی سے ہو سکتا ہے- سو اللہ تعالی نے پیغمبر اسی لئے بھیجے اور وحی ربانی کا سلسلہ اسی لئے قائم کیا کہ انسانوں کو اس کی مرضی اور اجازت کے صحیح حدود معلوم کرا دئے جائیں اسی نقطہ خیال کے پیش نظر ریزولیشن میں "اسی کے مقرر کردہ حدود کے اندر" کے الفاظ رکھے گئے ہیں اور یہ ہی وہ بنیادی نقطہ ہے جہاں سے دینی اور خالص مادی حکومتوں کی لائنیں ایک دوسرے سے الگ ہو جاتی ہیں-

یہ نظریہ کہ دین و مذہب کا تعلق انسان اور اس کے مالک سے ہے بندوں کے باہمی

معاملات سے اسے کچھ سروکار نہیں نہ سیاست میں اس کا کوئی دخل ہے۔ اسلام نے کبھی تسلیم نہیں کیا۔ ممکن ہے دوسرے مذاہب جو آج کل دنیا میں موجود ہیں ان کے نزدیک یہ نظریہ درست ہو اور وہ خود کسی جامع وحاوی نظام حیات سے تہی دامن ہوں۔ مگر جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ایسے تصور کی اس میں کوئی گنجائش نہیں بلکہ اس کی تمام تر تعلیمات اس باطل تصور کی دشمن ہیں۔

قائداعظم مرحوم نے اگست ۴۷ء میں گاندھی جی کے نام جو خط لکھا تھا اس میں لکھتے ہیں :

قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی غرض کہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ کے امور حیات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق وفرائض تک دنیوی زندگی میں جزاوسزا سے لے کر عقبیٰ کی جزاوسزا تک، ہر فعل، قول اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہے تو حیات ومابعد حیات کے ہر معیار اور ہر مقدار کے مطابق کہتا ہوں۔"

"ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات واخلاقیات تک محدود نہیں بلکہ قرآن کریم مسلمان کا دین وایمان اور قانون حیات ہے۔ یعنی مذہبی، معاشرتی، تجارتی، تمدنی، عسکری، عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم کو یہ حکم ہے کہ ہر مسلمان کے پاس اللہ کے کلام پاک کا ایک نسخہ ضرور ہو اور وہ اس کو بغور وخوض مطالعہ کرے تاکہ یہ اس کی انفرادی واجتماعی ہدایات کا باعث ہو۔"

قائداعظم نے ان خیالات وعزائم کا بار بار اظہار کیا ہے۔ کیا ایسی واضح اور مکرر تصریحات کے بعد کوئی شخص یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہے کہ سیاست وحکومت، مذہب سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی یا یہ کہ اگر آج قائداعظم زندہ ہوتے تو یہ تجویز مقاصد پیش نہیں ہو سکتی تھی۔

قرآن حکیم میں صاف صاف ارشاد ہے"**فلا وربك لايومنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لايجدوا فى انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً** اور **ومن لم يحكم بما انزل الهيه فاولئك هم الكافرون .....الظالمون ....الفٰسقون**۔

اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام میں دینی حکومت کے معنی "پاپائیت" یا "کلیسائی حکومت" کے نہیں۔ بھلا جس بت کو قرآن نے **اتخذوا احبارهم ارباباً من دون الله** کہہ کر توڑا ہے کیا وہ اسی کی پرستش کو جائز رکھ سکتا ہے ؟

اسلامی حکومت سے مراد وہ حکومت ہے جو اسلام کے بتائے ہوئے اعلیٰ اور پاکیزہ اصول پر چلائی جائے۔ اس لحاظ سے وہ ایک خاص قسم کی اصولی حکومت ہوگی۔ ظاہر ہے کہ کسی اصولی حکومت کو چلانا خواہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی (جیسے روس کی اشتراکی حکومت) دراصل ان ہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو ان اصولوں کو مانتے ہوں جو لوگ ان اصولوں کو نہیں مانتے ایسی حکومت انتظام مملکت میں ان کی خدمات تو ضرور حاصل کر سکتی ہے مگر مملکت کی جنرل پالیسی یا کلیدی انتظام کی باگ ان کے ہاتھ میں نہیں چھوڑ سکتی

اسلامی حکومت اصل سے انسانی حکومت نہیں بلکہ نیابتی حکومت ہے اصل حاکم خدا ہے۔ انسان زمین پر اس کا خلیفہ (نائب) ہے جو حکومت در حکومت کے اصول پر دوسرے مذہبی فرائض کی طرح نیابت کی ذمہ داریوں کو بھی خدا کی مقرر کردہ حدود کے اندر پورا کرتا ہے۔

مکمل اسلامی حکومت، حکومت راشدہ ہوتی ہے۔ لفظ "رشد" حکومت کے انتہائی اعلیٰ معیار حسن و خوبی کو ظاہر کرتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ حکومت، حکومت کے کارکن، اور مملکت کے عوام کو نیکوکار ہونا چاہیے۔ قرآن نے حکومت اسلامی کی یہ ہی غرض و غایت قرار دی ہے کہ وہ انسانوں کو اپنے دائرہ اقتدار میں نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے۔ اسلام آج کل کی سرمایہ پرستی کے خلاف ہے۔ اسلامی حکومت اپنے خاص طریقوں سے جو اشتراکی طریقوں سے الگ ہیں جمع شدہ سرمایہ کی مناسب تقسیم کا حکم دیتی ہے اس کو دائر و سائر رکھنا چاہتی ہے۔ مگر اس کام کو اخلاقی و نیز قانونی طریقہ پر عام خوشدلی، عدل اور اعتدال کے ساتھ کرتی ہے۔ اسلامی حکومت شخصی ملکیت کی نفی نہیں کرتی۔ مناسب حد تک راس المال رکھنے کی اجازت دیتی ہے زائد سرمایہ کے لئے ملی بیت المال قائم کرتی ہے۔ جس میں سب کے حقوق مشترک ہیں اور اس سرمایہ کی تقسیم سے سرمایہ اور افلاس کے درمیان توازن اور اعتدال کو بحال رکھتی ہے۔

شوریٰ اسلامی حکومت کی اصل ہے (وامروهم شورىٰ بينهم) اسلامی حکومت دنیا میں پہلا ادارہ ہے جس نے شہنشاہیت کو ختم کر کے استصواب رائے عامہ کا اصول جاری کیا اور بادشاہ کی جگہ عوام کے انتخاب کردہ امام (قائد حکومت) کو عطا کی۔ محض جبر واستبداد کے راستوں سے بادشاہ بن بیٹھنا اسلام کے منشاء کے سراسر خلاف ہے۔ وہ جمہور کی مرضی اور ان ہی کے ہاتھوں سے اسٹیٹ کو اختیار دلاتا ہے، ہاں انہیں یہ حق نہیں دیتا کہ وہ امارت کی کوئی تنظیم نہ کریں اور اقتدار اپنے ہی پاس روک کر انتشار، ابتری اور طوائف الملوکی پھیلادیں۔ یہ اولیت کا ایسا شرف ہے جو اسلامی حکومت کو دنیا کی تمام جمہوریتوں پر حاصل ہے۔

اسلامی سلطنت کا بلند ترین منتہائے خیال یہ ہے کہ سلطنت کی بنا جغرافیائی، نسلی، قومی، حرفتی اور طبقاتی قیود سے بالاتر ہو کر انسانیت اور ان اعلیٰ اصولوں پر ہو جن کی تشئید و ترویج کے لیے وہ قائم کی جاتی ہے۔

اسلامی حکومت پہلی حکومت ہے جس نے اس منتہائے خیال کو پورا کرنے کے لیے اپنی خلافت راشدہ کی بنیاد انسانیت پر رکھی۔ یہ حکومت اپنے کاموں میں رائے عامہ، مساوات حقوق، آزادی ضمیر، اور سادگی کا امکانی حد تک خیال رکھتی ہے۔

اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اپنے قلمرو میں بسنے والے تمام غیر مسلموں سے جو شرائط طے ہوئے ہوں) جان، مال، آبرو، مذہبی آزادی اور عام شہری حقوق کی پوری حفاظت کرے۔ اگر کوئی طاقت ان کے جان و مال وغیرہ پر دست اندازی کرے تو حکومت اس سے جنگ کرے اور ان پر کوئی ایسا بار نہ ڈالے جو ان کے لئے ناقابل تحمل ہو۔ جو ملک صلحاً حاصل ہوا ہو وہاں کے غیر مسلموں سے جو شرائط طے ہوں ان کی پوری پوری پابندی کی جائے۔ پھر غیر مسلموں کے یہ حقوق محض اکثریت کے رحم و کرم پر نہیں بلکہ خدا کا عائد کیا ہوا ایک فرض ہے جس سے کسی وقت انحراف جائز نہیں۔

اس کے بعد دینی حکومت کی مزعومہ خرابیوں کا جہاں تک تعلق ہے۔ جواب میں اتنا کہنا کافی ہوگا کہ علم و تحقیق کی روشنی میں موجودہ ترقی یافتہ حکومتوں کے طور طریقوں کو خلفائے اربعہ کے بے داغ عہد حکومت کے مقابلہ میں رکھ کر مفاد عامہ کے لحاظ سے وزن کر لیا جائے۔ آج ظلم و جبر، عہد شکنی، مالی دست برد۔ کشت و خون، بربادی و ہلاکت، انسانی جماعتوں کی باہمی دشمنی۔ افراد کی عدم مساوات اور جمہور کے حقوق کی پامالی کی جو مثالیں دور بین سے دیکھے بغیر نظر آ رہی ہیں خلفاء کے ترقی یافتہ عہد میں اس کا خفیف سا نشان بھی نہ ملے گا۔ غرضیکہ بیان کردہ خرابیاں مذہبی طرز حکومت کی خرابیاں نہیں ہیں بلکہ ان انسانی گمراہیوں سے اخذ کی گئی ہیں جنہوں نے خالص مادی طرز حکومت کی داغ بیل ڈالی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ گاندھی جی نے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جب ۱۹۳۷ء میں آپ نے کانگریسی وزراء کو یہ ہدایات دیں کہ تم ابو بکرؓ اور عمرؓ کی سی حکومت قائم کرو۔ نیز قائداعظم مرحوم نے دستور کی اسی اساس کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جب ۴۳ء میں بمقام جالندھر آل انڈیا اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا کہ "میرے خیال میں مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل قرآن حکیم نے فیصل کر دیا تھا" انہوں نے نومبر ۴۵ء میں پیر صاحب مانکی شریف کے نام جو خط لکھا اس میں صاف صاف لکھ دیا تھا کہ

"اس بات کے کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ قانون بنانے والی جماعت جس میں بہت زیادہ اکثریت مسلمانوں کی ہوگی' پاکستان کے لئے ایسے قانون بنا سکے گی جو اسلامی قانون کے خلاف ہو اور نہ ہی پاکستانی غیر اسلامی قانون پر عمل کر سکیں گے" اس قسم کے اعلانات قیام پاکستان سے پہلے قائد اعظم اور دوسرے زعماء لیگ کی طرف سے برابر ہوتے رہے جن کا بخوف طوالت ہم استیعاب نہیں کر سکتے۔ بہر حال ان بیانات کے پڑھنے کے بعد کسی مسلم یا غیر مسلم کو ہمارے مقصد اور مطمح نظر کو سمجھنے میں کوئی ابہام واشتباہ نہیں رہ سکتا اور جس قدر باتیں آئین و نظام اسلامی کے متعلق بطور اعتراض آج کہی جارہی ہیں ان سب کے سوچنے کا وقت وہ تھا جب پوری صراحت کے ساتھ یہ اعلانات کئے جارہے تھے۔ جب یہ سب کچھ جان کر اور سمجھ کر دوسری قوم نے تقسیم ہند کے فیصلہ پر دستخط کئے اور پاکستان کی اقلیت نے ان مقاصد کو مانتے ہوئے ہمارے ساتھ اشتراک عمل کیا' اب پاکستان قائم ہونے کے بعد اس نقطہ نظر سے انحراف کی کوئی وجہ جواز ان کے پاس موجود نہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ انڈین یونین کا قیام تو ہندو اور نیشلسٹ مسلمانوں کی مخلوط مساعی سے عمل میں آیا ہے لیکن پاکستان کا حصول خالص مسلم قوم کی مساعی اور قربانیوں کا رہین منت ہے اور ان کی قومی خصائص و ممیزات کے تحفظ کا داعیہ اس کا محرک ہوا ہے۔ اب اگر ایسی سیدھی اور صاف بات کو بھی بھلا دیا جائے تو اس کا کچھ علاج ہمارے پاس نہیں۔

اس موقع پر یہ بات بھی فراموش نہ کیجئے کہ آج دنیا میں معاشی اختلال اور اقتصادی عدم توازن کی وجہ سے ملحدانہ اشتراکیت (کمیونزم) کا سیلاب ہر طرف سے بڑھتا چلا آرہا ہے اس کا صحیح اور اصولی مقابلہ اگر دنیا میں کوئی نظام کر سکتا ہے تو وہ صرف اسلام کا اقتصادی نظام ہے۔ اگر ہم پاکستان یا عالم اسلامی کو اس بھیانک خطرہ سے بچانا چاہتے ہیں تو اس کی واحد صورت یہ ہی ہے کہ پاکستان میں صحیح اسلامی نظام کا اعلان و آغاز کریں اور تمام اسلامی ممالک کو اسلام کے نام پر اسی کی دعوت دیں۔ اگر اس طرح تمام اسلامی ممالک آئینی طور پر متحد ہو گئے تو قدرتی طور پر وہ وحدت اسلامی قائم ہو جائے گی جس کی ہم سب مدت سے آرزو رکھتے ہیں اور جو اشتراکیت' سرمایہ پرستی دونوں کی روک تھام کیلئے مضبوط آہنی دیوار کا کام دے گی۔

بہت سے لوگوں کو یہ خیال گذرتا ہے کہ ابھی تک ہمارا کاروبار جس ڈگر پر چل رہا ہے اسلامی اور اسلامی آئین کا اعلان کر کے ہم اسے ایک دم کیسے بدل سکتے ہیں' یہ تو ہمارے اجتماعی حالات میں ایسا انقلاب عظیم ہوگا جو ہماری قومی زندگی کی کایا پلٹ کر دے گا اور جس کیلئے ہمیں جدید کانسٹی ٹیوشن کے چلانے کے لئے کثیر تعداد میں مناسب رجال کار تیار کرنے پڑیں گے اور بہت

طویل عرصہ درکار ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ ان حضرات کا یہ خیال ایک حد تک صحیح ہے۔ لیکن اسلامی نظام کا مطالبہ کرنے والے بھی اسے بخوبی محسوس کرتے ہیں۔ اسلامی آئین و نظام کے اعلان سے غرض یہ ہے کہ مملکت کا اصلی نصب العین اور اس کی انتہائی منزل مقصود واضح اور مستحضر ہو جائے تاکہ اسکی روشنی میں ہمارا جو قدم اٹھے وہ ہم کو آخری منزل سے قریب تر کرنے والا ہو۔ یہ کام ظاہر ہے کہ بتدریج ہوگا اور بتدریج ہی ہو سکتا ہے۔ جو کام فی الحال کئے جا سکتے ہیں وہ فوراً کرنے ہوں گے اور جن کاموں کے لئے سر دست حالات سازگار نہیں وہ فوراً نفاذ پذیر نہ ہوں گے بلکہ حکیمانہ اسلوب پر حالات کو سازگار بنانے کی ہر امکانی کوشش عمل میں لائی جائے گی۔ بہر حال انسان اسی چیز کا مکلّف ہے جس کی وہ استطاعت رکھتا ہے یہ ہی وہ بات ہے جو میں تقسیم سے قبل اپنے مختلف بیانات و خطبات میں کھول کر کہہ چکا ہوں۔ چنانچہ خطبہ لاہور میں میں نے عرض کیا تھا کہ یہ اعلی اور پاک نصب العین سے قریب تر کرے گا۔ جس طرح رات کی تاریکی آہستہ آہستہ کم ہوتی اور دن کی روشنی بتدریج پھیلتی ہے یا جس طرح ایک پرانا مریض دھیرے دھیرے صحت کی طرف قدم اٹھاتا ہے دفعتہً و بغتۃً بیماری سے چنگا نہیں ہو جاتا اسی طرح پاکستان ہماری قومی صحت اور ہماری مکمل ترین آزادی کے نصف النہار کی طرف تدریجی قدم اٹھائے گا۔

جناب صدر محترم! آخر میں ایوان ہذا کے معزز ممبران کی خدمت میں میں عرض کروں گا کہ اس ڈھیلے ڈھالے ریزولیوشن سے گھبرانے اور وحشت کھانے کی کوئی وجہ نہیں۔ اسلامی فرقوں کے اختلافات تحریک پاکستان کی برکت سے بہت کم ہو چکے ہیں اور اگر کچھ باقی ہیں تو انشاء اللہ برادرانہ مفاہمت سے صاف ہو جائیں گے کیونکہ تمام اسلامی فرقے اور ملک آج اسلامی نظام کی ضرورت کو بہت شدت کے ساتھ محسوس کر رہے ہیں اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے غیر مسلم دوست بھی اگر ایک مرتبہ تھوڑا سا تجربہ کر کے دیکھ لیں گے تو اگلی اور پچھلی سب تلخیاں بھول جائیں گے اور بہت مطمئن رہیں گے بلکہ فخر کریں گے کہ ہم سب پاکستانیوں نے مل کر عام ہیجان اور اضطراب کے زمانہ میں انسانیت عامہ کی اس قدر عظیم الشان خدمت انجام دی **وماذالك على الله بعزيز.**

اب بڑا اہم کام ہمارے سامنے یہ ہے کہ دستور سازی کی مہم ایسے قابل، فہیم، مضبوط اور محتاط ہاتھوں کے سپرد ہو جو اس ریزولیوشن کے خاص خاص نکتوں کی حفاظت کر سکیں اس کے فحوا کو بخوبی سمجھ سکیں اور جو دستور تیار کیا جائے وہ صحیح لائن سے ہٹنے نہ پائے۔ یہ بہت کٹھن مرحلہ ہے۔ جو اللہ ہی کی توفیق سے آسان ہوگا۔ بہر حال ہم آئندہ کام کرنے میں ہر قدم پر اس چیز کے منتظر رہیں گے۔ **و باللہ التوفیق**

☆☆☆

toobaa-elibaray.blogspot.com

مجلس شاہ ابن سعود میں علامہ عثمانی کی

پہلی تقریر، دین کے فروعی مسائل میں اختلاف

۱۴ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ ۴ بجے عربی ٹائم :- بندے نے ایک مبسوط تقریر کی جس میں ان (شاہ ابن سعود) کے مکارم اخلاق اور اکرام ضیف کو بیان کر کے اپنی جماعت دیو بند اور اپنے مسلک اور سلسلے کی تصریح کر کے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر زور دیا اور کہا :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں ہر چیز ہے اور یہ کہ کتاب و سنت کا استعمال اور سنن کے مظان و محال (مواقع اور محل) کی معرفت رائے اور اجتہاد کی محتاج ہے - ایک طرف زینب سے نکاح ہے دوسری طرف **لولا حدثان قومك بالجاهلية** الخ حدیث ایک طرف **جاهد الكفار و المنافقين و اغلظ عليهم** (اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے) ہے - دوسری جانب **فبما رحمه من الله لنت لهم** (اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہے کہ آپ ان کے لئے نرم ہو گئے اور قصہ جنازہ عبداللہ بن ابی ہے ان اخلاق کا ثمرہ ترقی اسلام ہوا چنانچہ عبداللہ بن عبداللہ (ابن محمد اللہ ابی) خود مسلمان ہو گئے - تغلیظ (سختی) اور لین (نرمی) کے محال (مواقع) کے سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے -)

چنانچہ اختلاف بہت سے ہیں۔ اختلاف بین الاسلام و الکفر، اختلاف، بین النفاق والاخلاص، اختلاف بین السنت والبدعۃ، اختلاف بین الطاعۃ ولمعیصۃ، اختلاف بین الاحکام، **هذاهو الذی هو رحمة الامة**(احکام دین کے فروع میں اختلاف امت کے لئے رحمت ہے) پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہر صنف کے ساتھ جداگانہ تھا۔ (اور اخلاق نبوی کے ماتحت ہر صنف کے ساتھ معاملہ جداگانہ اخلاق کے ماتحت تھا) باوجودیکہ (کفار کے ساتھ) **واغلظ علیهم** (کفار کے ساتھ جہاد میں سختی کرنے) کے آپ مخاطب تھے۔ لیکن **خشیه ان یقول الناس ان محمد صلی الله علیه وسلم یقتل اصحابه**(اس خوف سے کہ کوئی پیغبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہ کہ دے کہ آپ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں) بھی موجود ہے۔ اختلاف فروع (جزئیات دین میں اختلاف) مثلاً رفع یدین، قرات فاتحہ تامین آمین کہنا) بالجہر (زور سے) وغیرہ صحابہ تابعین تبع تابعین، خیر القرون اور ائمہ مجتہدین میں رہا۔ ہم ان چیزوں میں رواداری برتتے ہیں۔ **بسطه فی لعلم**(علم میں وسیع) سید سلیمان (مولانا سید سلیمان ندوی) جیسی اور **بسطه فی الجسم**(موٹے جسم والے) شوکت علی جیسی (صفت) نہیں رکھتا لیکن **انما الدین النصیحه لله و رسوله و للمومنین ولا ئمتهم و عامّتهم**(اس کے سوا نہیں کہ اللہ کے دین، اس کے رسول، مومنین اور ائمہ اور عوام کے لئے خیر خواہی ہے) پس جبکہ آپ نے ہم کو شرف بخشا اور خود دعوت دی تو ضروری ہے کہ ہم صاف صاف مشورہ دیں اور خیانت نہ کریں (کہ خوشامد کر کے غلط اور مافی الضمیر کے خلاف بات کریں) ہم جھوٹ نہیں کہیں گے (بلکہ سچ بول کر کلمہ حق کو بلند کریں گے) نہ اپنے بواطن امور (مافی الضمیر) کو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں بلکہ (ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم آپ کو) صاف مشورہ دیں گے۔ اگر آپ قبول کریں گے **فبها و نعمت** (بہت خوب)(اور اگر ہمارے مشورے کو) رد کریں گے تو ہم اپنے گھر واپس چلے جائیں گے۔ لیکن **بحول الله و قوة**(اللہ کی قوت اور طاقت کے ساتھ) اپنا فرض ادا کر کے جائیں گے۔

ہم ہندوستان سے بہت کچھ خیر و برکات کی امیدیں لے کر آئے ہیں۔ امید ہے کہ فائز المرام ہو کر واپس جائیں گے (یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کی حکومت کے بارے میں) ہندوستان کے مسلمان امن وامان کی خبریں سن کر بے حد مسرور ہیں لیکن ہم کو امید رکھنا چاہئے کہ ہم واپسی پر اگر مقدر ہے اس سے زیادہ مسرور ہوں گے جتنا آنے کے وقت تھے۔

علامہ کی دوسری تقریر قبر پرستوں کے متعلق

علامہ شبیر احمد صاحب کی تقریر کے بعد سلطان ابن سعود نے تقریر میں کہا کہ اصل

توحید کی دعوت تمام انبیاء علیہم السلام دیتے آئے ہیں اور تمسک بالکتاب والسنت سے ہم کو کوئی چیز نہیں ہٹا سکتی۔ یہود و نصاری کو اسی لئے کافر کہا جاتا ہے کہ وہ غیر اللہ کو پوجتے ہیں (لہذا قبر پرستی کی ہم حوصلہ افزائی نہیں کر سکتے۔ اسی لئے قبے اور مزارات گرائے گئے۔)

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک سب (انبیاء) نے توحید کی تعلیم دی اور شرک کو روکا اور ان **لا تعبدوا الا ایاہ** (اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو) کہا جس سے مراد توحید عبادت ہے۔ لیکن کلام عبادت کے معنی میں ہے۔

عبادت کے معنی :۔ مثلاً ہر سجود و غیر اللہ (اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا) ضروری نہیں کہ عبادت بغیر اللہ کے تحت میں آئے۔ اور (ایسا کرنا) ہماری شریعت میں مطلقاً حرام ہو۔ یہ جدا گانہ چیز ہے لیکن اگر سجود صنم (بت کو سجدہ کرنے) اور سجود صلیب (سولی کو سجدہ کرنے) کی طرح شرک جلی اکبر تھا تو عبادت اللہ ازلاً و ابداً کسی امت اور کسی نبی کے لئے ایک لمحے کے لئے جائز نہیں ہو سکتا تھا حالانکہ جواز منصوص ہے۔

سجدہ کے معنی :۔ بعض مفسرین سجدے کو انحناء (جھکنے) کے معنی میں لیتے ہیں اور بہت سے جبہ علی الارض (زمین پر پیشانی رکھنے) کے باوجودیکہ کسی ایک عالم کو بھی کہیں یہ خیال نہیں ہوا کسی زمانے میں شرک مباح تھا اور توحید کا ماننا ضروری تھا۔ سجود صنم و صلیب صنم صرف سجود بغیر اللہ ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ شعائر خاصہ اقوام کفار ہونے کی وجہ سے کفر قرار دیئے گئے ہیں۔ آپ ساجد قبر کو تادیب و تعزیر (سزا) کریں لیکن آپ اس کے دم (خون) اور مال کو عباد اصنام (بت پرستوں) کی طرح مباح نہیں کر سکتے۔ جس شخص کے ہاتھ میں خدا نے زمام حکومت دی ہے خصوصاً اس بقعہ مبارکہ (حجاز) کی اس کے لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ٹھنڈے دل سے ہمارے معروضات پر غور کیا جائے گا اور مزید گزارش کے واسطہ بھی جب آپ موقع دیں گے حاضر ہیں۔ یہ ہماری تمنا ہے کہ کلمہ اللہ بلند ہو اور مسلمانوں کا شیرازہ مجتمع ہو اور کفار سے موالات و تناصر (دوستی و تعاون) کی سب رگیں کاٹ دی جائیں اور اس کا استیصال ہو جائے۔ خدا تعالی ہم سب کو توفیق خیر عطا فرمائے۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ**۔

نوٹ :۔ علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کی تقریر پر شاہ اور دیگر علماء کی رائیں۔ (میری اس تقریر کو سن کر) امیر (شاہ ابن سعود) نے کہا کہ میں آپ کا ممنون ہوں۔ آپ کے خیالات اور بیان میں بہت رفعت اور علو ہے اور دقیق مسائل پر مشتمل ہے۔ عبدالعزیز عتیقی (نجدی عالم) نے میرا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے نہایت صراحت سے خیالات ظاہر کئے۔ سید سلیمان

(ندوی) نے کہا کہ تو نے اپنا فرض بے خوف و خطر ادا کر دیا۔ سب مجمع کو بہت خوشی ہوئی۔ شیخ عبدالعزیز عتیقی نے یہ بھی کہا کہ شاہ مولانا شبیر احمد صاحب کی تقریر سے بہت خوش ہوئے اور ان کی تقریر کے اپنے علماء سے نوٹس بھی لئے ہیں (ڈائری مولانا عثمانی اس مجلس کی کاروائی اخبار ام القری مکہ میں ١٦ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ کو چھپی ہے)

☆☆☆

علامہ عثمانی کی تیسری تقریر

(حنبلی، حنفی، اہل حدیث اور مبتدعین نیز اہل نجد کے افکار کا جائزہ)

تیسری تقریر مجلس شاہ میں ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ :- پہلے ہم آپ کی عنایتوں کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالی دلوں کے حال کو جانتا ہے میں متکلمین میں سے نہیں اور نہ میں حذاق سیاست اور رجال سیاست میں سے ہوں میں ملوکیت اور جمہوریت کے قصے سے تعرض کرنا نہیں چاہتا کہ دوسرے لوگ جو اس کے اہل ہیں وہ آپ سے اس میں کلام کریں گے اور مناظرہ بحث کر سکتے ہیں۔ ہمارا شغل تعلیم و تدریس ہے۔ ہندوستان (بھارت و پاک) میں ہمیں خبر پہنچی کہ آپ (شاہ سعود ابن عبدالعزیز) بلاد مقدسہ (مکہ و مدینہ) میں فاتحانہ داخل ہو گئے اسی کے ساتھ ہم کو بشارت ملی کہ شریف حسین (انگریزوں کا پٹھو اور خلافت عثمانی کا غدار) کے ذمائم اور قبائح سے یہ سرزمین (حجاز) پاک ہو گئی جیسا کہ مجھ سے پہلے شیخ رئیس الوفد (مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ) نے بیان کیا۔ ہم نے خدا کا شکریہ ادا کیا۔ ہم کو بشارت ملی کہ حجاز کے راستے مامون ہو گئے اور حجاج وزائرین کے لئے کوئی کھٹکا نہیں رہا ہم نے خدا کا شکر ادا کیا۔ ہمارے نزدیک سب سے عظیم بشارت جس نے ہمارے کانوں کو کھٹکھٹایا وہ یہ بھی کہ ایک بادشاہ خصوصا ان بلاد مقدسہ میں جو مہد اسلام ہیں اور جن سے ہدایت کے چشمے پھوٹے ہیں یہ پکارتا ہے کہ ہمارا قانون صرف کتاب و سنت ہے وہ صرف اسی کی طرف دعوت دیتا ہے اور اسی زمانے میں سب سے نادر آواز تھی۔ بسیط ارض پر آج کوئی ملک اور مسلمان بادشاہت نہیں جو یہ اعلان کرے کہ ہم یورپ کے اور انسانوں کے بنائے ہوئے اور تراشے ہوئے قوانین کی جگہ صرف کتاب و سنت کو دستور العمل بناتے ہیں۔ صرف آپ کی طرف سے یہ آواز ہم نے سنی اور اس لئے آپ کے ساتھ کلام کرنا ہمارے لئے سہل ہوا۔ جو شخص ہوا پر چلے اور ہوا پر بیٹھے اور ہوا پر کھڑا ہو اس سے کوئی معقول بات کہنا بے کار ہے۔ لیکن ہمارے اور آپ کے درمیان اگر نزاع ہو تو خدا کے فضل سے ایک مسلم حکم (جج) موجود ہے۔ اور وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ تعامل سلف صالحین اقوام ائمہ مجتہدین ہیں۔ آپ کے مکے

میں داخل ہونے سے پہلے آپ کی نسبت یعنی شعب نجدین کے متعلق ہندوستان میں بہت سے خیالات تھے۔ اگرچہ ہم ہمیشہ سے حافظ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے ہیں، ان سے مستفید بھی ہوئے ہیں اور بعض تفردات (ذاتی رائے) وغیرہ میں ان پر انتقاد (تنقید) بھی کرتے رہے ہیں۔ لیکن خاص طائفہ نجدیہ کے یہ معتقدات کا حال ہم کو محقق نہ تھا۔ چند روز ہوئے ہم نے دو کتابیں آپ کی پڑھیں "الھدیه السنیة" اور "مجموعة التوحید" ان کے مطالعہ سے بہت سی چیزیں جو آپ کی طرف منسوب ہو رہی تھیں ان کا افترا ہونا ثابت ہوا پھر بھی چند مسائل میں اختلاف رہا۔ بعض اختلاف چنداں وقیع اور اہم نہیں جیسا کہ مسئلہ شفاعت میں بعض میں قریب قریب نزاع لفظی کے ہے ہاں سخت اختلاف ان لوگوں کی تکفیر میں ہے جو قبر کو سجدہ کرتے ہیں یا اس پر چراغ جلاتے ہیں یا غلاف چڑھاتے ہیں ہم ان امور کو بدعت اور منکر سمجھتے ہیں اور ہمیشہ مبتدعین سے جہاد بالقلم واللسان کرتے ہیں لیکن عباد الاوثان (بت پرستوں) اور یہود و نصاری کی طرح مباح الدم والمال (جن کا خون کر دینا اور مال لوٹ لینا مباح ہو) نہیں سمجھتے جس کا ذکر میں پہلی ملاقات میں آپ سے تفصیلا کر چکا ہوں اور آئندہ اگر وقت نے مساعدت کی اور خدا نے توفیق بخشی تو شیخ عبداللہ (نجد کے قاضی القضاۃ چیف جج) وغیرہ سے اس پر مفصل کلام کیا جائے گا۔ ہمارے یہاں یہ مشہور تھا کہ نجدی تقلید (کسی امام کی پیروی) کے دشمن اور اس کو شرک سمجھتے ہیں اور ائمہ اربع کی کچھ پروا نہیں کرتے لیکن ہم نے الھدیہ السعیہ میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بیٹے شیخ عبداللہ کی تحریر پڑھی جس میں لکھا ہے کہ ہم دعویٰ اجتہاد کا نہیں رکھتے بلکہ فروع واحکام میں ہم امام احمد بن حنبل کے متبع ہیں الا یہ کہ کوئی نص جلی (صاف قرآنی حکم) صریح غیر مخصص غیر معارض یا قوی سند یا قابل تاویل آجائے تو مذہب احمد بن حنبلؒ کا چھوڑ کر ائمہ اربعہ میں سے کسی کا قول اختیار کر لیتے ہیں۔ بہر حال ائمہ اربعہ کے دائرے سے باہر نہیں جاتے۔ حتی کہ حافظ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کا قول طلاق ثلاث کے مسئلہ میں ہم نے اسی لئے چھوڑ دیا ہے کہ وہ ائمہ اربعہ سے علیحدہ تھا اگر آپ ایسے حنبلی ہیں تو ہم ٹھیک ایسے ہی حنفی ہیں۔ اور حنبلیت ایسی ہے کہ مسلمانوں کا سواد اعظم یعنی مقلدین ائمہ اربعہ کے نزدیک چنداں محل طعن نہیں ہو سکتی۔ اگر ہو گی تو اس شعذمہ قلیلہ (چھوٹی سی جماعت) کے نزدیک جو اپنے آپ کو "اہل حدیث" کہتی ہے اور ہمارے یہاں اس کا نام غیر مقلدین کی جماعت ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو ہر ایک امام کی تقلید سے علیحدہ رکھتے ہیں۔ بلکہ ان میں کے بعض تقلید ائمہ کو شرک (فی النبوۃ) بتلاتے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کی حنبلیت زیادہ نمایاں اور اس سے زیادہ مشہور ہو جتنی کہ اب تک ہوئی ہے۔

ہمارے ہندوستان میں مقلدین اور غیر مقلدین میں لڑائیاں ہوئیں اور قتال ہوئے لیکن آپ اس آگ کو زیادہ مشتعل ہونے سے بچائیں اور مسلمانوں کو عدم تقلید کی جنگ میں پڑنے سے بچائیں۔

پختہ قبریں بنانا اور مقدس شخصیتوں کے قبے گرانا:۔ چند ضروری امور اور ہیں۔ہم بناء علی القبر (قبر پر تعمیر کرنے) کو ناجائز سمجھتے ہیں ہم نے فتوے دیئے ہیں بحثیں کی ہیں لیکن ہدم قباب (صحابہ کی قبروں کے قبے گرانے) میں ضرورت تھی کہ بہت ثانی (سوچ بچار) اور حکمت سے کام لیا جاتا۔

جب ولید بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو حکم دیا کہ حجرات ازواجؓ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدم کر کے مسجد کی توسیع کریں تو انہوں نے ہدم کا حکم دیا حتی کہ تینوں قبریں کھل گئیں اس وقت عمر بن عبدالعزیز اتنے روئے تھے کہ کبھی اس قدر روتے ہوئے نہ دیکھے گئے۔حالانکہ خود ہی حکم دیا تھا۔ پھر نہ صرف قبر نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر بلکہ تینوں قبروں پر بناء (تعمیر) کرائی میری غرض اس وقت تجویز بنانا نہیں بلکہ یہ بتلانا ہے کہ قبو اعاظم واکابر کے ساتھ ہدم وغیرہ کا معاملہ ایسا ہے جس کو قلوب میں ایک تاثیر اور دخل ہے۔ مقابر کے معاملہ میں زائد نہیں کہنا چاہتا اور شیخ کفایت اللہ پہلے کہہ چکے ہیں۔

مسئلہ ماثر یعنی مقامات متبرکہ:۔ ماثر (آثار متبرکہ) کے متعلق میں کہوں گا کہ حدیث اسراء (معراج) میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ آپ کو جبرئیل علیہ السلام نے چار جگہ اتارا اور نماز پڑھوائی اور بتلایا کہ یہ یثرب یا طیبہ ہے **والهیه المهاجرة** (اور اس کی طرف ہجرت ہوگی) یہ طور سینا (کوہ طور) ہے۔ **حیث کلم الله موسی تکلیما** (جہاں اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔) یہ مدین ہے **حیث و ردموسی و مـ ـن شعیبا** (جہاں موسی علیہ السلام) مصر سے بھاگ کر آئے تھے اور حضرت شعیب علیہ السلام کا شہر ہے) یہ بیت اللحم ہے۔ **حیث ولد المسیح علیه السلام** (جہاں عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے) پر اگر طور پر اس لئے آپ سے نماز پڑھوائی گئی کہ وہاں حق تعالی نے موسی علیہ السلام سے کلام کیا تھا تو جبل النور (عرفات میں پہاڑ کا نام جہاں آدم و حوا کی ملاقات ہوئی تھی) پر جانے اور نماز پڑھنے سے ہم کیوں رو کے جائیں جہاں کہ اللہ کا کلام لے کر جبریل علیہ الصلوۃ والسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔سب سے پہلے جو مولد (جائے ولادت) مسیح پر حضور سے دو رکعتیں پڑھوائی گئیں تو کیا غضب ہے کہ امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مولد النبی میں دو رکعت نہ پڑھ سکے۔مدین میں شعیب علیہ السلام رہتے تھے اور

حضرت موسیٰ وہاں چند سال ٹھہرے تھے۔ پھر مسکن خدیجہؓ جہاں حضور علیہ الصلوۃ والسلام اٹھائیس برس رہے اور جس کو طبرانی وغیرہ نے افضل البقاع بعد مسجد الحرام (خانے کعبے کے بعد زیادہ افضل جگہ لکھا ہے) کیوں اس قابل نہیں کہ وہاں دو رکعتیں پڑھ لی جائیں یا جبل الثور جہاں آپ تین روز مخفی رہے۔ اس پر نماز کیوں نہ پڑھی یہ حدیث تبرک باثار الصالحین میں اصل اصیل ہیں۔ پھر قصہ عتبسان بن مالک کا ذکر کیا اور حدیبیہ (جہاں آنحضور علیہ الصلوۃ کی کفار سے ٦ھ میں صلح ہوئی تھی) کا قصہ جس میں نخامہ اور شعر ادرماء وضوو غیرہ کا متبرک ہونا مذکور ہے۔ پھر عبداللہؓ بن عمرؓ کی بخاری والی حدیث (میں نے) ذکر کی۔ پھر کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ ابن سعود نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے شجرۃالرضوان کو (جہاں صحابہ نے حدیبیہ کے مقام پر درخت کے نیچے جہاد پر بیعت لی تھی) کٹوا ڈالا تھا لیکن یہ صرف مصلحت تھی قطع ذرائع شرک اور حسم مادہ شرک کے لئے۔ اگرچہ یہ مصلحت اب بھی موجود ہے لیکن دوسری طرف آج مسلمانوں کے ائتلاف قلوب (دل جوڑنے) کی مصلحت ہے اور ان کو ان بلاد مقدسہ کی طرف اور اس حکومت کی طرف سے جو یہاں حکومت کرے نفور ہونے سے بچانا ہے اور تشتت و تفریق کو کم کرنا ہے۔ دونوں مصالح کا موازنہ آپ خود کر سکتے ہیں۔

بہر حال اب کلام اصل مسئلے میں نہیں ہے بلکہ مصالح کے توازن میں ہے۔ اس میں پوری احتیاط کرنی چاہئے آپ بدعات اور منکرات (گناہ کے کاموں) سے لوگوں کو روکیں، نصیحت کریں، تادیب کریں لیکن اصل چیز کو محو نہ کریں۔

و ایاکم و الغلّو فی الدین فان الغلو فی الدین قد اھلك من كان قبلكم او كما قال۔ و قال الله تعالی یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم و لا تقولوا علی الله الا الحق۔ فیسروا و لا تعسروا و بشروا و لا تنفروا و کونو عبادالله اخوانا۔

اور دین میں حد سے آگے بڑھنے سے بچو کیونکہ دین میں زیادتی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر چھوڑا ہے یا جیسے حضورؐ نے فرمایا اور اللہ تعالی نے فرمایا کہ اہل کتاب اپنے دین میں تم زیادتی مت کرو اور اللہ کے بارے میں وہی کہو جو حق ہے پس آسانی کرو اور تنگی مت کرو اور خوشخبری دو اور نفرت مت دلاؤ اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن کر رہو۔

ہماری غرض یہ ہے کہ آپ ان حقائق پر غور کریں۔ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں بلکہ صاف بات کرنے آئے ہیں آپ تعجیل نہ کریں اور ایسے کام کریں جو دلوں کو مطمئن کر دے واللہ التوفیق۔

(ڈائری علامہ شبیر احمد عثمانی)

☆☆☆

علامہ عثمانی موتمر مکہ کی ایک مجلس علماء کا ذکر کرتے ہوئے ڈائری میں لکھتے ہیں۔

۳۰ ذوالقعدہ ۱۳۴۴ھ کو قاضی القضاۃ اور نجد کے علماء میں سے سب سے زیادہ مشہور عبداللہ ابن بلیہد نے مدعو کیا۔ دونوں وفد (یعنی خلافت اور جمعیۃ العلماء) گئے۔ وہاں فلسطینی وفد کے ارکان اور بعض دوسرے معززین بھی تھے۔ کوئی خاص مسئلہ نہ تھا مختلف مذاکرات ادبی و علمی رہے۔

مجادلہ کی مشروعیت پر میں نے **قد جادلتنا فاکثرت جدالنا** پیش کیا اور امام ابوالحسن اشعریؒ کے استدلال کا حوالہ دیا اور کہا کہ کہیں اکثار مجادلہ کی ضرورت پڑتی ہے قوم نوح علیہ السلام نے کفر وضلالت میں تمادی (بہت سرکشی) کی اس لئے اکثار مجادلہ کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ دوسری جگہ **رب انی دعوت قومی لیلاً ونہارا** (الی آخر الآیات) اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن (دین کی طرف) آخری آیات تک۔

مجادلہ کے معنی کسی مسئلے یا معاملے میں زور اور جد (شدت) کے ساتھ کلام کرنا ہے **کمافی قولہ تعالیٰ** (جیسا کہ اللہ کے کلام میں ہے) (**یجادلنا فی قوم لوط ، ان ابراھیم لحلیم اواہ منیب** (ابراہیم علیہ السلام قوم لوط کے بارے میں بشدت ہم سے کلام کررہے تھے۔ بیشک ابراہیم البتہ بردبار، اللہ کے عاجز بندے اور اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے)

یہاں اس آیت میں مجادلہ کی مذمت نہیں ہے۔ نہ یہ مجادلہ فی آیات اللہ (اللہ کی آیات میں جھگڑنا) ہے البتہ اس مجادلے کے غیر موثر ہونے پر تنبیہ کردی ہے۔ (چنانچہ ارشاد الٰہی ہے)

یا ابراھیم اعرض عن ھذا انہ قد جاء امر ربك۔ اے ابراہیمؑ اس (مجادلہ) سے اعراض کرو کیونکہ آپ کے رب کا امر ہو چکا ہے (کہ قوم لوط پر عذاب نازل کیا جائے۔)

اختلاف مشاہد انبیاء کا ذکر آیا تو میں نے (علامہ عثمانی) یہ حدیث پڑھی۔

نحن احق بالشك من ابرھیم ولو لبثت فی السجن طول لبث یوسف لاحبت الداعی ویرحم اللہ لوطا لقد کان یاوی الی رکن شدید.

ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت ہم شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں اور اگر میں یوسف علیہ السلام کی طرح زیادہ عرصے تک قید رہتا تو بلانے والے کی دعوت رہائی کو قبول کرلیتا اور اللہ لوط علیہ السلام پر رحم کرے کہ وہ ایک رکن شدید کا ٹھکانا پکڑ رہے تھے۔

ماعاتب المرء الکریم کننسہ کے سلسلے میں نے کہا کہ میرے خیال میں اس کے معنی یہ ہیں کہ **ماعاتب المرء الکریم احداً معاتبتہ لننسہ. فان من شان الکریم ان ینظر**

الی معائب نفسه ويلومها ولعاتب عليها اشد كما يعائب ويلوم غيرها كما قال الله تعالى بل الانسان على نفسه بصيرة ولوالقى معاذ يرهة فالمرء الكريم لايلقى معاذ يره بل يلوم نفسه وان الانسان لربه لكنودٌ وانه على ذالك لشهيد"

ابن بلیہد نے ضیافت کے لئے کہا تو (مولانا محمد علی جوہر کے بڑے بھائی) شوکت علی صاحب نے کہا کہ میں اس کے لئے ہروقت تیار ہوں۔ میں (مولانا شبیر احمد صاحب) نے کہا

ان هذا هو ا مامنا فی العقل والاكل. بے شک یہ (شوکت علی صاحب) عقل اور اکل (کھانے) میں ہمارے امام ہیں۔ اس پر سب لوگ بہت محظوظ ہوئے میں نے کہا۔

لما نزلنا بجدة راينا الاطفال الصغار يقولون مشيراً الى شوكت على شف هذا الرجال كبير، قلت ولفظ الرجال وان كان من اغلاط العامة الا انه صحيح فى حقه فانه ليس رجل بل هو رجال

جب ہم جدہ میں اترے تو ہم نے چھوٹے بچوں کو کہتے ہوئے دیکھا (سنا) کہ شوکت علی صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہے تھے کہ اس بڑے رجال کو دیکھو۔ میں کہتا ہوں ایک رجال کو رجالی کا لفظ کہنا عوام کی غلطی ہے لیکن ان کے حق میں (موٹے) ہونے کی وجہ سے درست ہے کیونکہ وہ ایک رجل نہیں بلکہ کئی آدمیوں کے برابر ہے۔

۴ ذوالحجہ ۱۳۴۴ھ کو لجنۃ الاقتراحات (مجلس علما) میں کسوہ کعبہ (غلاف کعبہ) کا مسئلہ پیش ہوا کہ اس میں بہت اسراف ہوتا ہے اس کے مصارف گھٹا کر دوسرے وجوہ خیر میں صرف کئے جائیں۔ حریر اور ذہب (ریشم اور سونے کے تاروں وغیرہ) کا استعمال بالاتفاق حرام ہے۔ اس پر (مولانا) محمد علی صاحب (جوہر مرحوم) نے اور عبداللہ شیبی نے سختی سے مخالفت کی۔

پھر میں نے کہا کہ اس میں علماء نے بہت کلام کیا ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں دو ورق کے قریب اس پر لکھے ہیں اور تاریخی بحثیں کی ہیں کہ سب سے پہلے کعبہ پر کسوہ (غلاف) کس نے ڈالا اور کس کس چیز کا ڈالا گیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً دیباج وحریر کا کسوہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کی والدہ نے ڈالا اور بھی اقوال ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عہد میں دیباج وحریر کا غلاف تھا۔ پھر اس میں تکلفات ہوتے رہے۔ علماء نے کسی وقت منع نہیں کیا۔ بلکہ جن لوگوں نے اس کا زیادہ اہتمام کیا ان کو علماء نے دعائیں دیں کمافی الفتح (جیسا کہ فتح الباری شرح البخاری) میں ہے کعبے کا حکم دوسرے تمام بیوت اور مساجد سے مستثنی ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے اس کو بدعت یا منکر (حرام) قرار دینا صحیح نہیں۔

۵ ذوالحجہ ۱۳۴۴ھ کو لجنۃ الاقتراحات میں بڑی ردوکد کے بعد جزیرۃ العرب کی تجویز پیش ہوئی اس کی مخالفت میں رئیس وفد روسیہ (روسی عالم) نے طویل تقریر کی۔ اس میں زیادہ زور اس پر تھا کہ اس ریزولیوشن (جزیرہ عرب سے نصاری کے اخراج) کا نتیجہ حکومت حجازیہ اور موتمر کے حق میں برا ہوا۔ یہ اعلان کر کے تمام دول اجنبیہ کو تشویش اور ہیجان میں ڈالنا ہے ہم کو حکمت اور تدبیر کے ساتھ قدم اٹھانا چاہئے۔ ایسا کام نہ کریں جس سے یہ حکومت حدیثہ حجازیہ (حجاز کی نئی حکومت) جو چنداں قوی نہیں ہے فنا ہوجائے۔ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اخرجوا الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب) کا کسی کو انکار نہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت اس کے اعلان کا موقع بھی ہے اس کے نتائج کیا ہونگے۔ یورپ موتمر اور اس نئی حکومت کی طرف تاک رہا ہے اور اس کے اعمال کا مراقبہ کر رہا ہے۔ ہم اس کو فوراً مشتعل نہ کریں۔ باقی جو مقصد تجویز کا ہے وہ سب مسلمانوں کے سینوں اور دلوں میں ہے۔ دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں کس طرح صلح اور معاہدہ کیا۔ کیا اس میں ہمارے لئے اسوہ حسنہ نہیں ہے (روسی وفد کے رہنما کی (اس تقریر) کے بعد میں نے تقریر کی۔

toobaa-elibaray.blogspot.com

علامہ شبّیر احمد صاحب عثمانی کی چوتھی تقریر

جزیرۃالعرب کی تجویز کی تائید اور روسی وفد کے رہنما کی تردید

میں نے کہا کہ وصیت (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جزیرۃ عرب سے یہود و نصاری کو نکال دو) کے ثبوت سے کسی کو انکار نہیں۔ صحیح احادیث میں مذکور ہے اور مقترح (جرح کرنے والے روسی عالم) نے اسی وصیت پر اپنے اقتراح کی بنیاد رکھی ہے۔ آپ سب اس کی ضرورت واہمیت کو تسلیم کرتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ یہ ہر مسلمان کا عزیز ترین مقصد اور محبوب ترین تمنا ہے۔ لیکن آپ کہتے ہیں کہ حکومت حجاز کے لئے اس میں خطرہ ہے وہ اپنے آپ کو اس طرح کے خطرات میں کیسے ڈال سکتی ہے۔ نہ ہم اس کو ایسا مشورہ دے سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ حکومت کی طرف سے ایک ایسا چیز پیش کرتے ہیں۔ جس کو خود حکومت پیش نہیں کرتی۔ یہ غالباوہ ہماری اس مصلحت اندیشی سے راضی ہو گی ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو وصیتیں ہیں جو اس دنیوی حیات کے آخری لمحات میں آپ نے ساتھ ساتھ فرمائیں ہیں۔ ایک **اخرجوا الیهود النصاری من جزیرة العرب** دوسرے **لعن الله الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیاء هم مسٰجد یحذرهم ما صنعوا** (لعنت کی اللہ نے یہود و نصاری پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا اللہ ان کو اس کرتوت سے متنبہ کرتا ہے)

یہ دونوں وصیتیں آپ نے ساتھ ساتھ فرمائیں۔ فرق اتنا ہے کہ پہلی وصیت بصیغہ امر ہے مگر دوسری تحذیر کے پیرائے میں ہے۔ اب آپ دیکھئے کہ حکومت حجاز نے دوسری وصیت کے انفاذ اور اجراء میں جو قبور سے متعلق تھی کس قدر اہتمام اور مسارعت سے کام لیا۔ نہ عالم اسلامی سے مشورہ کیا نہ ان کے اجتماع کا انتظار کیا نہ علماء و فضلاء سے مبادلہ خیالات کی ضرورت سمجھی نہ اس کی قطعا پرواکی کہ مسلمانوں میں اس فعل سے بجایا بے جا کیسی تشویش اور ہیجان ہوگا۔ کتنی بڑی تعداد مسلمانوں کی اور کتنی قوی ----- بے جا طور پر ----- اس عمل سے متوحش اور نفور ہونگے حکومت نے کہا کہ ہم کتاب اور سنت سے تمسک (حجت) پکڑتے ہیں۔ جب سنت صحیحہ ہمارے

سامنے ہے تو پھر ہم کو کسی کا خوف نہیں۔ دنیا راضی ہو یا ناراض کوئی ہمارا ساتھ دے یا نہ دے ہم کو کچھ سروکار نہیں۔ ما کائنا ما کان (جو ہونا تھا ہو گیا) ایسی حکومت جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وصیت کے نفاذ میں کسی طرح کی مصلحت اندیشی اور اسلامی جماعتوں کی خوشی یا ناخوشی کی کوئی پروا نہیں کی، میں خیال نہیں کرتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری وصیت کے صرف اعلان کرنے میں کفار کی تشویش اور اضطراب کی پروا کرے گی، ہم حکومت کی طرف اس خوف کو منسوب کرتے ہیں، جسے خود حکومت اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہیں کرتی۔

میری غرض یہ ہے کہ موتمر کو یا حکومت حجاز کو جبکہ اس کا تعلق عالم اسلام سے ہے ہر کام میں تانی اور تدبیر اور مصلحت اندیشی سے کام کرنا چاہئے۔ ہم کو یہ مناسب نہیں کہ ہم ایک برائی کے دفع کرنے میں اس سے بھی بڑی برائی پیدا کر دیں۔ میرے نزدیک ریزولیوشن کے اعلان میں کوئی ضرر نہیں۔ الفاظ میں توسط اور تعدیل کا مضائقہ نہیں۔ لیکن اس ریزولیوشن سے بڑا فایدہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ تمام دنیا آگاہ ہو جائے کہ مسلمانان عالم باوجود اپنے غایت تفرق و تشتت احوال کے اور باوجود سخت اختلاف اجیال و اقوام کے پھر بھی ایک متفقہ نصب العین رکھتے ہیں۔ اور وہ

جزیرۃ العرب خصوصاً حجاز کی حفاظت و صیانت ہے

یہ ایک ایسا مقصد ہے جو حاکم و محکوم، ضعیف و قوی، مستقل اور غیر مستقل، آزاد اور غلام ہر مسلمان کا مطمح نظر ہے جو ان کے سینوں اور دلوں میں نقش فی الحجر ہے۔ جس کے لئے وہ اپنے تمام وسائل اور اپنی ہر چیز قربان کرنے کو تیار ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حکومت حجازیہ کے متعلق بہت سے لوگ ظنون (بدگمانیوں) اور اوہام میں مبتلا ہیں جن پر ہم ہندوستان میں مطلع ہو چکے ہیں (یعنی انگریزوں سے تعلق کے بارے میں) اس ریزولیوشن سے مسلمانوں کے قلوب، حکومت حجاز کی طرف سے مطمئن ہو جائیں گے اور ان کو شفائے صدور حاصل ہو جائے گی۔

صلح حدیبیہ کی سنت کا جو حوالہ (روسی عالم کی تقریر میں) دیا گیا ہے میں اس کو مانتا ہوں لیکن میں ایک دوسری سنت بھی یاد دلاتا ہوں کہ اس وقت جس سے بڑھ کر اسلام کے حق میں سختی اور مصیبت کا کوئی وقت نہ تھا اور جبکہ چند معدود سے نفوس آپ کے ساتھ تھے۔ اسی بلد اللہ الحرام (مکہ مکرمہ) میں جہاں آپؐ اور ہم مجتمع ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے اعلان حق اور دعوت الٰہیہ سے روکنا چاہا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ

"اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں محمد (صلعم) کی جان ہے۔ اگر وہ لوگ آسمان سے اتار کر سورج

کو میری ایک مٹھی میں اور چاند کو دوسری مٹھی میں رکھدیں تب بھی محمدؐ اس چیز سے ہٹنے والا نہیں ہے جس کے لئے اس کے پروردگار نے اسے بھیجا ہے۔"

پس میں کہتا ہوں مقترح کی تجویز دونوں سنتوں پر مشتمل ہے۔ پہلے جز میں اعلان حق کیا جاتا ہے جس میں کوئی پروا نہیں کہ کون اس سے خوش ہوگا اور کون ناخوش اور تجویز کے دوسرے جز میں سنت حدیبیہ کی رعایت ہے کہ کوئی اعلان جنگ نہیں کر رہے ہیں بلکہ جزیرۃ العرب کو ایک سلمی اور صلحی اور حیاوی مقام رکھنا چاہتے ہیں اور یہی ہماری کوشش ہے۔ **هذا ما كنت ازيد التكلم به والامر بيدالله سبحانه و تعالى۔**

شیخ قاضی ابوالعزائم نے اس کی بہت داد دی۔ ایک مصری نے کہا کہ ہم دونوں وصیتوں میں سے ایک کی استطاعت رکھتے ہیں دوسری کی نہیں اور حدیث میں آیا ہے **اذا امرکم بشئی فاتو منه مااستطعتم** (یعنی جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو جسکی تمہیں طاقت ہو اس کو بجالاؤ) میں نے کہا کہ اگر اخراج یہود و نصاری ہماری استطاعت میں فی الحال نہیں لیکن اپنے فریضے اور نصب العین کا اعلان تو ہماری استطاعت میں ہے اور اعلان میں جو فوائد ہیں وہ میں بیان کر چکا ہوں۔

عبداللہ شیبی نے کہا کہ اگر سلطان کو یہ معلوم ہوتا کہ قبور والی وصیت پر عمل کرنے سے اس قدر تشویش اور ہیجان مسلمانوں میں پیدا ہو جائے گا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے (ڈائری خود نوشتہ حضرت عثمانی)

علامہ شبّیر احمد صاحب عثمانی کی چھٹی تقریر

درد اسلامی میں ڈوبا ہوا بیان

(مولانا شبیر احمد عثمانی نے موتمر مکہ کے آخری اجلاس میں یہ تقریر فرمائی---- منقول از زمیندار اخبار)

الحمد اللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ برادران مکرم اب موتمر کے اختتام کا وقت آپہنچا ہے۔ حضرات! میرا عقیدہ ہے کہ آپ کی وہ تمام قراردادیں جو آپ نے موتمر میں منظور کی ہیں اور وہ ساری گفت و شنید جو آپ کے مابین جاری رہی اس وقت تک بے سود ہے کہ ارکان موتمر کے مابین اخوت اور دوستی کے رشتے استوار نہ ہو جائیں اور آپ کے توسط سے مسلمانان اکناف عالم اخوت و مودت کے ایک محکم رشتے میں مربوط نہ ہو جائیں۔ اس لئے ہمیں نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرنا لازمی ہے اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم میں سے ہر ایک فرد عامۃ المسلمین کے حالات کی نگرانی رکھے اور اپنے عزیز اوقات میں سے ایک حصہ اسلام کے مصالح عمومی پر غور و خوض کرنے اور مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کے اسباب و وسائل تلاش کرنے کے لئے وقف کر دے۔ میرے نزدیک اس مقصد کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ اور سب سے اہم وسیلہ وہ ہے جو اللہ و سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مکۃ مکرمہ اور اس کے ماحول کی تطہیر سے ہمارے لئے مہیا کر دیا ہے۔ سر زمین مقدس، باغیوں اور خائنوں کی خباثتوں سے پاک ہو گئی ہے۔ اب مسلمان آزاد ہیں کہ اخوت اسلامیہ کی توثیق و تجدید، شریعت محمدیہ کے احیا اور کلمہ اللہ کے اعلاء کے لئے بلا خوف و خطر بلاد مقدسہ میں جوق در جوق آئیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علم و قضا میں اس عظیم و جلیل کام کا انصرام صاحب الجلالۃ عبدالعزیز ابن سعود **نصرہ اللہ و ایدہ بروح منہ** کے ہاتھوں کا مرہون تھا۔ مرکز اسلام و قبلہ مسلمین کو شریف حسین اور اس کے پٹھوؤں سے آزاد کرانے اور بلد الامین میں عالم اسلامی کے ایک ایسے آزادانہ اجتماع کا دروازہ کھولنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے انہیں کو عطا فرمائی۔ اور اب مسلمانان عالم خدا کے اس گھر میں بیٹھ کر اپنے مصالح و منافع کے لئے باہم مشورہ کر سکتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ

کے خوف کو اپنے دل میں جگہ دے کر ملامت کنندہ کی ملامت سے بے پرواہو سکتے ہیں۔ یہ سب سے بڑا فضل اور سب سے بڑا کرم ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے سلطان عبدالعزیز کو سر فراز فرمایا اور یہ اللہ تعالیٰ کا وہ احسان ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے قرنہا قرن سے کسی فرد کو مشرف نہیں فرمایا۔ **ذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم**۔

حضرات! ہم نے موتمر کے سارے حالات مشاہدہ کئے۔ ان کے کیف و کم کا سارا منظر ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اجلاس پر کبھی انبساط کا نشاط افروز عالم طاری ہو جاتا تھا اور کبھی انقباض و کبیدگی چھا جاتی تھی۔ بعض اوقات ہم آپس میں ایسی باتیں بھی کرنے لگتے ہیں جن سے دلوں میں کدورت پیدا ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو جاتا تھا بلکہ اگر کسی بھائی کو مجالس کے امور کا تجربہ نہ ہو تو بعید نہیں کہ وہ بعض باتوں کو اپنی توہین و تذلیل پر محمول کرے لیکن ہمیں مسلمانوں سے حسن ظن رکھنے کا حکم ہے۔

جب موسیٰ علیہ السلام غصے اور افسوس سے بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو تورات کی الواح کو زمین پر دے ٹپکا اور اپنے بھائی کو ڈاڑھی اور سر سے پکڑ کر گھسیٹنے لگے۔ ہارون علیہ السلام نے یہ معذرت پیش کی کہ اے میرے ماں جائے بھائی مجھے ڈاڑھی اور سر سے نہ کھینچ مجھے ڈر تھا کہ کہیں تم یہ نہ کہنے لگو کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا۔

پس اگر ہم میں سے کسی نے موتمر میں اپنے بھائی کی ڈاڑھی پکڑ کر کھینچی ہے تو غصے کے فرو ہو جانے کے بعد لازم ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے یہ کہے۔

رب اغفرلي والاخي و ادخلنا في رحمتك و انت ارحم الراحمين۔

اے میرے پروردگار مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے ہم پر اپنی رحمت نازل فرما اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

مومنین قانتین کی یہی شان ہے وہ لوگ جن کے سینوں میں دولت اخلاق مضمر ہے اور وہ لوگ جن کی غرض و غایت اصلاح ہے ان کا یہی شیوہ ہے۔

مندوبین عالم اسلام کا یہ اجتماع جس طریقے پر وقوع پذیر ہوا اس کی نظیر زمانہ سابقہ میں مفقود ہے پس ہم پر لازم ہے کہ اس شہر کے پروردگار کا جس نے ہمیں خوف سے مامون اور ظاہر و باطنی نعمتوں سے مالا مال کیا اس عظیم الشان احسان پر سجدہ شکر بجالائیں۔ اس کے بعد ہم پر جلالۃ الملک السلطان عبدالعزیز کا شکریہ ادا کرنا بھی لازم ہے جن کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے یہ جلیل القدر کام انجام دلایا۔ بلاد مقدسہ کے خادم کی حیثیت سے ان کو خاص عزت و عظمت حاصل ہے اور

خصوصاً جبکہ عظمۃ السلطان عدل، دینداری، وسعت قلب اور حسن اخلاق کی گوناگوں صفات سے بھی متصف ہے۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوہ خلفاء راشدینؓ و سلف صالحین" وائمہ" متبوعین (اتباع کئے گئے) رضی اللہ عنہم اجمعین کے متبع ہیں۔ مزید براں اللہ تعالیٰ نے ظالموں، سرکشوں اور قطاع الطریق (رہزنوں) کے دلوں میں ان کا رعب ڈال دیا ہے حج و زیارت کے راستے بالکل مامون ہو گئے ہیں۔ جن لوگوں نے مکہ اور مدینے کے مابین سفر کیا ہے ان سے بالتواتر اسی شہادت کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ شہادت دینے والے مختلف جماعتوں اور فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اس ایک حقیقت میں وہ سب متفق اللسان ہیں کہ راستے بالکل مامون ہیں۔

جس طرح حجاز کی حکومت کو عالم اسلامی پر سیادت و قیادت میں برتری حاصل ہے اسی طرح اس پر ذمہ داریاں بھی اسی نسبت سے زیادہ اور وسیع ہیں۔ حکومت حجاز ان اسلامی قوئی کے لئے جو موتمر میں مدعو کی گئی ہیں وسیلہ ربط ہے اور امیر حجاز موتمر کی روح رواں ہے۔ اگر اس میں فساد پیدا ہو گیا تو ساری موتمر پر فساد طاری ہو جائے گی۔

حضرات! موتمر حجاز کی کامیابی زیادہ تر حجاز کی مقامی حکومت کی استقامت اس کی توجہ اور اس کے احساس پر منحصر ہے کہ وہ نجد کی نہیں بلکہ ساری مسلمانوں کی حکومت ہے۔ اور مسلمانان عالم اور حکومت جن دونوں پر ایک دوسرے کے حقوق ہیں، حکومت حجاز کو ان حقوق ادا کرنے میں خوف خدا، دینداری، صبر بالحق، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت ہے اور ان فرائض کی بجاآوری میں حکمت تسہیل، فراخدلی، فیاضی اور تدریج کی ضرورت ہے تاکہ کسی بات کے ازالہ کرنے سے کوئی ایسی بات نہ پیدا ہو جائے جو اس سے بھی زیادہ بری زیادہ ضرر رساں اور زیادہ پریشان کن ہو۔ ان بدعات اور منکرات کے ازالہ کو جو اسلامی ممالک اور ان بلاد مطہرہ میں پھیل چکی ہیں برا نہیں سمجھتے بلکہ ہماری مراد یہ ہے کہ اہم تر مقصد کو مقدم رکھا جائے جب دو آفتیں پیش نظر ہوں تو دونوں میں سے ایک کو اختیار کرنا بمقتضائے حالات لابدی ہو تو ان دو مصیبتوں میں سے اس مصیبت کو بدرجہ مجبوری اختیار کر لینا چاہئے جو مقابلتاً ہلکی ہو اور مصائب و آفات سے نجات حاصل کرنے میں حکمت و آہستگی کا شیوہ اختیار کرنا چاہئے اور غلو اور تعمق (گہرائی میں جانے) سے بچنا چاہئے کیونکہ تعمق فی الدین ہی پہلے لوگوں کے لئے باعث ہلاکت ہوا ہے۔ کسی چیز پر شرک و بدعت یا گمراہی کا حکم لگانے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے۔

حضرات! آپ میری تقریر کا مقصد جانتے ہیں یہ تفصیل کا موقع نہیں ہے عظمت السلطان (شاہ عبدالعزیز بن سعود) نے ہماری باتوں کو شرف سماعت بخشا اور ہماری تصریحات کو پسند

کیا اور اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ ہم علمائے نجد وغیرہ کے ساتھ بحث ومذاکرہ کریں۔ ہم نے اکثر علماء کے ساتھ گفتگو کی۔ اب تک پورے طور پر بات چیت تو نہیں ہوئی لیکن جس قدر مبادلہ خیالات ہوا ہے امید ہے کہ وہ ضرور بار آور ہوگا اور مسلمانوں میں اعتدال پیدا ہو جائے گا۔ موتمر کو چاہئے کہ یک زبان ہو کر حکومت حجاز کو اس بنیادی اصول کا احساس کرائے جماعت کی آواز میں جو تاثیر ہوتی ہے وہ افراد میں نہیں ہوتی۔ فذکر فان الذکری تنفع المومنین (وصلی اللہ علی خیر خلقه محمد و اله و اصحابه اجمعین والحمد اللہ رب العالمین)

(زمیندار اخبار مورخہ ۲۷ اگست ۱۹۲۶ء ص ۱)

☆☆☆

Public Library Rawalpindi Cantt

طوبیٰ ریسرچ لائبریری

بَیانات

بیانات

الیکشن کے متعلق اہم بیان

حضرت علامہ شبّیر احمد صاحب عثمانی مدظلہ العالی کا بصیرت افروز بیان

آج کل الیکشن کی ہماہمی بہت زوروں پر ہے۔ اس معاملہ میں اصل بات تو یہ ہے کہ مجھے کچھ خاص دلچسپی نہیں ہے۔ کونسلوں کے متعلق جس مسئلہ پر ہم نے بیس پچیس سال پہلے دستخط کئے اور بحثیں کی ہیں اس سے کسی وقت رجوع نہیں کیا۔ لیکن ہندوستان بلکہ دنیا میں جو طرز حکومت آج رائج ہے اس کی لپیٹ میں طوعاً یا کرہاً سب آرہے ہیں۔ بہت مشکل ہے کہ دریا کی موجوں میں گھر کر تر دامنی سے اپنے کو بچایا جائے اب جبکہ لوگ ناگزیر طور پر الیکشن میں مبتلا ہوگئے یا مبتلا کردئے گئے تو دیکھنا یہ ہے کہ کون سا پہلو قومی حیثیت سے ہمارے حق میں مفید اور باعتبار نتائج کے محفوظ و مامون ہے۔

نہ میں کوئی مفتی ہوں جو فتویٰ لکھ بھیجوں اور نہ ماہر سیاست ہوں جو ایسے امور کا لیڈرانہ فیصلہ کر سکوں۔ ہاں اسلامی برادری کا ایک ادنیٰ جز ہونے کی حیثیت سے اپنے اندازہ علم و فہم کے موافق سوچ سمجھ کر جو رائے قائم ہوئی ہے اپنے مخلصین کے پیہم اصرار پر بطور مشورہ عرض کر دیتا ہوں۔ بہت چاہتا تھا کہ اس معاملہ میں بالکل خاموش رہوں۔ لیکن کچھ تو لوگ خاموش رہنے نہیں دیتے اور کچھ اس وقت یہ دردناک منظر دیکھ کر دس کروڑ مسلمانوں کے قومی اور سیاسی استقلال کی روح کو کیسی سنگدلی سے مسلمانوں ہی کی چھری سے ذبح کرایا جارہا ہے۔ بالکل خاموش رہنا گوارا نہ ہوا بنابریں مسائل حاضرہ کے متعلق اپنے ناچیز خیالات ایک قدرے مفصل پیغام کے ذریعہ جو جمعیۃ

العلماء اسلام کلکتہ کے نام لکھ بھیجا ہے- پیش کر دیئے ہیں- وہ پیغام انشاء اللہ عنقریب پریس میں آجائے گا-

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کا مقصد اہم اپنے پیروؤں کے ذریعہ ایک ایسی قومیت کی تشکیل کرنا ہے جو وطنیت، نسل، رنگ، پیشہ اور مختلف اقوام کی قائم کردہ معاشرتی و تمدنی خصائص سے بالاتر ہو- ہندوستان میں چونکہ اس عظیم الشان قوم کے عناصر اس قدر عظیم ترین تعداد میں موجود ہیں جس کی نظیر کسی دوسرے خطے میں نہیں مل سکتی- اس لئے اشد ضروری ہے کہ یہاں اس قوم مسلم کا کوئی آزاد اور مستقل مرکز ہو- ایسے مرکز کا قیام دنیا کی موجودہ ریاست کے اصول مروجہ کے ماتحت صرف ان ہی صوبوں میں ممکن ہے جہاں اکثریت مسلمانوں کی ہو- اس مرکز کا نام اصطلاحی طور پر "پاکستان" یا کچھ اور ہو- بہر حال اس کے قیام سے یہ غرض نہیں کہ خواہ مخواہ ہمسایہ اقوام سے لڑائی مول لی جائے- بلکہ ایک مناسب منصفانہ اور معتدل تقسیم کے ذریعہ یہاں کے روزانہ پیش آنے والے فروعی مناقشات کا بڑی حد تک سدباب مقصود ہے اور سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ آزاد اور طاقتور مرکز سے کسی دوسری قوم کے ساتھ صلح یا جنگ کی جو کچھ تجویز ہوگی وہ طاقتور موثر اور منظم ہوگی اور پورا ملک ہند جو فوائد وفاقی حکومت سے حاصل کرتا وہ "پاکستان" اور "ہندوستان" کے نہایت مستحکم معاہداتی سسٹم سے کر سکے گا-

آنے والا الیکشن چونکہ مسلم لیگ اسی اصول پر لڑنا چاہتی ہے اور دوسری جماعتیں اس کے توڑ پر ہیں- اس لئے اگر بعض ووٹ دینے والے مجھ سے مشورہ چاہتے ہیں یا چاہیں گے تو میرا ناچیز مشورہ یہی ہوگا کہ اس بارے میں دونوں جانبوں سے میرے نزدیک مسلم لیگ کی جانب کو ترجیح ہے- لہذا شخصیات سے بے پرواہو کر اس کے نامزد کردہ امیدوار کو ووٹ دینا چاہئے- بلاشبہ لیگ اور اس کے قائدین نے اپنے نقطہ نظر سے غلطیاں کی ہیں اس کا سبب جہاں ان لوگوں کی احکام شرعیہ سے بے خبری یا لاپروائی ہے وہیں ہمارے علماء مصلحین کی ان سے کنارہ کشی اور نبرد آزمائی بھی ہے- اگر قابل ترین علماء اپنے مذہبی اثرات کے ساتھ جو عامہ مسلمین کے قلوب میں وہ اب بھی محسوس کرتے رہتے ہیں- لیگ کے نظام میں شریک رہتے اور افہام و تفہیم نیز جمہور کی اخلاقی طاقت سے کام لے کر قائدین لیگ کی بے راہ روی کو دور اور ان کی غلطیوں کو درست کرنے کی سعی پیہم کرتے تو قابل اعتراض چیزیں ختم یا بہت کم ہو جاتیں- کیا کانگریس کے دائرہ میں جہاں ہندو عناصر کے کھلے ہوئے غلبہ سے کوئی انکار نہیں کر سکتا مٹھی بھر مسلمان داخل ہو کر تو یہ امید کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے معاملات میں ان سب کو راہ راست پر لے آئیں گے لیکن مسلم لیگ کے متعلق جو

خالص مسلمانوں کی جماعت ہے ایسی امید کے سب دروازے بند ہو چکے ہیں- یہ چیز کم از کم میری سمجھ سے باہر ہے- اچھا مان لو کہ ایک نے وہ سب غلطیاں کی ہیں جو اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں- مگر کیا ترکوں نے شرعی نقطہ نگاہ سے اس سے کچھ کم غلطیوں کا ارتکاب کیا تھا- تاہم جب کبھی معاملہ ترکی کی سلطنت کا ہمارے سامنے آتا ہے تو ہم صرف یہ دیکھتے ہیں کہ ان تمام غلط کاریوں کے باوجود وہ کلمہ گو ہیں، مسلمان ہیں، اس لئے ہم دوسری غیر اسلامی طاقت کے مقابلہ میں اس کی طرف جھکتے ہیں-

آج ہندوستان میں مسلم لیگ کلمہ گو مسلمانوں کی جماعت ہے- اس میں ہزار عیب سہی تاہم غیر مسلم قوموں کی نسبت وہ ہم سے قریب تر اور مفید تر ہے ادھر جوں جوں اب عام مسلمان اس میں بکثرت شامل ہوتے جاتے ہیں اس کے قائدین بھی پہلے کی نسبت ذرا احتیاط سے کام کرنے لگے ہیں- پھر اس وقت جس اصول پر وہ الیکشن لڑ رہی ہے وہ عقلی اور شرعی حیثیت سے مرجح اور بے غبار ہے اگر مسلم لیگ موجودہ الیکشن میں ناکامیاب ہو گئی تو قوی اندیشہ ہے کہ ایک سچا اصول ہی شاید ہمیشہ کے لئے دفن ہو جائے اور مسلمانوں کے قومی و سیاسی استقلال کی آواز فضائے ہندوستان میں پھر کبھی نہ سنائی دے- پاکستان ایک اصطلاحی نام ہے- یہ نام سن کر کسی شخص کو بھی یہ غلط فہمی یا خوش فہمی پیدا نہیں ہونی چاہئے کہ اس خطہ میں فورا بلا تاخیر خلافت راشدہ یا خالص قرآنی اور اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی- ضرورت سے زیادہ امیدیں دلانا یا توقعات باندھنا کسی عاقبت اندیش حقیقت پسند کے لئے زیبا نہیں- ہاں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان ایک ایسا ابتدائی قدم ہے جو انجام کار قرآنی اصول کے مطابق احکم الحاکمین کی حکومت عادلہ قائم ہونے پر کسی وقت منتہی ہو سکتا ہے-- جس کے قیام کا نام نہاد قومیت متحدہ کی حکومت کے ذریعہ بظاہر کوئی امکان نہیں- کانگریسی ہندو اگر قومیت متحدہ کا نام لے کر یہ ارادہ رکھتے ہیں (جیسا کہ شملہ کانفرنس کے بعد صاف نظر آتا ہے) کہ خود غلام رہتے ہوئے مسلم قوم کو غلاموں کا غلام بنائے رکھیں تو یہ یاد رکھئے کہ اب انشاء اللہ یہ آرزو پوری نہیں ہو سکتی- کیوں کہ مسلم قوم آزادی کامل کے بلند بانگ دعاوی کے پس منظر کو بخوبی سمجھ چکی ہے- اب اس کو دوبارہ بے وقوف نہیں بنایا جا سکتا- **لا یلدغ المومن من جحر واحد مرتین** (مسلمان ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا) (منشور دہلی ۱۲ نومبر ۱۹۴۵ء)

* *

مملکت پاکستان کی حفاظت اور حمایت وامداد واجب ہے

علامہ شبیّر احمد صاحب عثمانی کا فتویٰ

استفتاء :- کیا مملکت پاکستان کی حفاظت وحمایت اور اس کی بقا کی مقدور بھر کوشش کرنا اور کفار کے شر سے اس کو محفوظ رکھنا مسلمانوں پر واجب ہے اور کیا یہ فریضہ حفاظت و حمایت مسلمانوں پر دوسروں سے زیادہ موکد ہے جو پاکستان یا اس کے متصل علاقوں میں آباد ہیں ؟---- اور کیا مسلمانوں کے لئے اس مملکت کو ضعف و نقصان پہنچانے کی کوئی کوشش کرنا حرام ہے ؟ اور کیا پاکستان کی مخالفت اور اس کے دشمنوں کی اعانت اس مکاری سے جائز ہو سکتی ہے کہ پاکستان کے موجودہ ارکان سلطنت، اسلاف امّت کے انداز و طریق سے مختلف ہیں اور یہ کہ انہوں نے اپنے ملک میں ابھی تک احکام شرعیہ نافذ نہیں کئے- نیز اپنے اعمال و افعال کی اصلاح میں غفلت یا لاپرواہی برتتے ہیں ؟

فتویٰ از علامہ شبیّر احمد صاحب عثمانی :- ہاں بلا شک وشبہہ پاکستان اور اس کے متصل علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں پر اور ان اسلامی سلطنتوں پر جو پاکستان کے متصل ہیں، پاکستان کی حفاظت اور دشمنوں کا دفاع فرض عین ہے جیسے نماز، روزہ وغیرہ اور ان کے علاوہ تمام ممالک کے مسلمانوں پر فرض کفایہ-

اللہ تعالی کا ارشاد ہے "اے ایمان والو! ان کفار سے جہاد کرو جو تمہارے قریب ہیں اور (تم اپنی دفاعی قوت ایسی بناؤ) کہ کفار تمہارے اندر سختی اور شدت محسوس کریں-" یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو مسلمان کفار اہل حرب کے متصل رہتے ہیں ان پر جہاد فرض کفایہ ہے

(یعنی) اگر ایک جماعت اپنے متصل علاقے کے کفار سے جہاد کے لئے کھڑی ہو جائے اور وہ مدافعت کے لئے کافی ہو تو دوسرے مسلمان سبکدوش ہو جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل روم کے کھڑے ہونے سے اہل ہند ماوراء النہر اس فریضے سے سبکدوش نہیں ہو جاتے بلکہ وہ اپنی جانب کے دشمنوں پر جہاد کے لئے مامور ہیں (شامی)

نیز شامی میں بدائع سے نقل کیا ہے کہ اگر ایک علاقے کے مسلمان کفار کے مقابلے سے عاجز ہو جائیں اور ان کو دشمنوں کے غلبے کا اندیشہ ہو تو ان کے آس پاس کے مسلمانوں پر اور پھر ان کے قرب وجوار کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ ہتھیاروں اور سامان حرب اور مال اور جان سے ان کی امداد کو پہنچیں۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ ہر مسلمان جو جہاد کی صلاحیت رکھتا ہے اس پر جہاد فرض ہے لیکن اگر مسلمانوں کی ایک جماعت مقابلہ کفار کے لئے کافی ثابت ہو تو باقی مسلمانوں سے جہاد ساقط ہو جاتا ہے اور اسی کتاب میں اس کے بعد "درر" سے نقل کیا ہے "اور جہاد فرض عین ہے اگر کسی سرحد پر اسلامی سرحدات میں سے کفار نے حملہ کیا تو فرض عین ہو جائے گا ان مسلمانوں پر جو اس کی سرحد والوں سے قریب رہتے ہیں اور جہاد پر قدرت رکھتے ہیں اور صاحب "نہایہ" نے "ذخیرہ" سے نقل کیا ہے کہ جب جہاد کے لئے اعلان عام ہو جائے تو جہاد فرض عین ان لوگوں پر ہوتا ہے جو دشمن کے قریب تر اور ان کے علاوہ دوسرے مسلمان جو دشمن سے مسافت بعیدہ پر رہتے ہیں ان پر فرض کفایہ ہوتا ہے یہاں تک کہ جب تک ان کی ضرورت نہ پڑے ان کے لئے گنجائش ہے کہ شریک جہاد نہ ہوں لیکن اگر ان کی ضرورت محسوس ہو اس وجہ سے کہ جو لوگ دشمن کے قریب تھے وہ ان کے مقابلے سے عاجز آگئے یا عاجز نہیں ہوئے لیکن سستی و غفلت سے جہاد چھوڑ بیٹھے ہوں تو جو لوگ ان سے قریب تر ہیں ان پر جہاد فرض عین ہو جائے گا مثل نماز، روزہ، وغیرہ کے جس کا ترک ان کے لئے جائز نہیں۔ پھر جو لوگ ان کے قریب ہیں، پھر ان کے قریب (شامی)

لیکن یہ حیلہ کہ حکام اس حکومت کے فاسق ہیں اور وہ احکام اسلامیہ اپنی مملکت میں جاری نہیں کرتے سو یہ حیلہ فریضہ جہاد کے ترک کر دینے کے لئے حجت نہیں بن سکتا (بچند وجوہ)

اول اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا ہر ایک نیک وبد آدمی کے ساتھ۔

اور امام جصاص نے احکام القرآن میں آیت **انفروا خفافا و ثقالا** کے تحت میں فرمایا ہے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جہاد کرنے والے اگر فاسق بھی ہوں تو ان کے ساتھ مل

کر بھی جہاد کرنا واجب ہے جیسے دیندار متقی کے ساتھ واجب ہے۔ اور سیر کبیر امام محمدؒ کی شرح میں ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ مسلمان اہل سنت خوارج کے ساتھ مل کر مشرکین اہل حرب سے جہاد کریں کیوں کہ اس وقت بمقابلہ مشرکین خوارج کا جہاد بھی فتنہ کفر کے دفع کرنے اور اسلام کو سربلند کرنے کے لئے ہے تو یہ جہاد بھی شرعی ہے جو اعلاء کلمہ اللہ کے لئے کیا جاتا ہے (شرح سیر)

دوسرے اس لئے بھی یہ حیلہ صحیح نہیں کہ مملکت پاکستان کے علما اور عوام کی سعی برابر اس کام کے لئے جاری ہے کہ یہاں نظام اسلامی اور احکام شرعیہ جاری ہوں اور اللہ تعالی سے امید ہے کہ وہ ان کو ان کی مساعی میں ناکام نہ فرمائیں گے۔

اس لئے عام مسلمانوں پر عموماً اور ارکان پاکستان پر خصوصاً واجب ہے کہ اول اس سلطنت کی حمایت اور دشمنوں کی اس سے مدافعت کریں۔ پھر اس میں سعی بلیغ کریں کہ یہاں احکام اسلامیہ اور نظام شرعی جاری ہوں اور یہ کہ ان کوششوں میں وہ اپنی پوری قوت جماعتی اور انفرادی طاقتوں کو خرچ کردیں۔ اور جیسا کہ مسلمانوں پر اس حکومت کی حمایت واجب ہے اسی طرح ارکان حکومت پر بھی فرض ہے کہ شعائر اسلام کو قائم کریں اور احکام اسلامیہ شرعیہ کو جاری کریں۔ اس مملکت میں جس کی بنیاد ہی کفر و اسلام کے تفرقے پر رکھی گئی ہے اور اس کے زعما کے ان وعدوں پر کہ جب ان کو آزادی مل جائے گی تو اس مملکت میں نظام قرآن اور قوانین اسلام جاری کریں گے۔ تو اب جبکہ اللہ تعالی نے ان کی مراد پوری کردی اور ان کا مرتبہ بلند کردیا تو ان پر لازم ہے کہ اللہ تعالی کا شکریہ ادا کریں اور اپنے وعدوں کو پورا کریں اور اللہ تعالی کو نہ بھولیں ایسا نہ ہو کہ اللہ بھی ان کو بھلادے جس سے ان کی دنیا و آخرت تباہ ہو جائے۔ نعوذ بالله من ذالك والله سبحانه و تعالى اعلم۔

شبیر احمد عثمانی

(منقول از اخبار زمیندار لاہور ۷ جون ۱۹۴۹)

* * *

بیان مولانا شبیّر احمد عثمانی فی المو تمر الاسلامی کراتشی

لقد اجتمع الموتمرون علی برکة اللہ من جمیع الاقطار الاسلامیه ینشدون شئیا واحد وهو خدمة الاسلام ولما كان هذا المقصد متعدد النواحی فی تقاصیله و بحوثه فقد انهمك عصی دراستة نخة من اعضاء الموتمر لیقدموا الموضوع الی العالم الاسلامی تاما کاملا صالحا لان یکون اساسا اللتعاون من رجال الدعوة الاسلامیه فی اتحاد الارض-

اللہ کی مہربانی سے اطراف ممالک اسلامیہ سے افراد موتمر کا اجتماع ہوا جو سب کے سب ایک ہی راگ الاپ رہے ہیں یعنی خدمت اسلام اور چونکہ یہ مقصد اپنی تفصیلات اور مباحث کے اعتبار سے متعدد پہلو رکھتا ہے اس لئے اسی پر بعض مخصوص افراد موتمر نے زور دیا ہے تاکہ وہ پورے کامل اور درست طریق پر مقصد کو مسلمانان ممالک اسلامیہ کے سامنے پیش کر سکیں اور تاکہ اطراف ارض میں دعوت اسلامیہ دینے والوں میں تعاون کی بنیاد کا سبب ہو-

ولکنا رائنا جما هیرالناس متعطشین الی ان یقرء وا شئیا من مفردات الموتمر سریعا قریبا الی افهاهم فاستحسنا ان تقدم الیهم مایاتی-

لیکن ہم نے لوگوں کی اکثریت کو اس بات کا پیاسا پایا ہے وہ موتمر کی تجویزیں جو ان کی عقلوں کے لئے آسان ہوں جلد پڑھیں اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ ان کے سامنے آئندہ خیالات پیش کریں-

ان کل اسباب المصائب والنکبات علی الامة الاسلامیة تجع جملتها الی

شی واحد هو ضعف الایمان بالله و الثقه به وفساد العقیده فسادا قتل روح الاسلام فی قلوب المسلمین- فلو ان العقیدة الاسلامیه کانت عتمکنه فی قلوبهم کما کانف فی قلوب السلف الصالح لما انحرفوا قید شعرد عن تعالیهم الاسلام ولما غیر الله من حالهم شیئا و محقق وعده لهم و مکن لهم دینهم الذی ارتضی لهم و بدلهم من بعد خوفهم امنا یعبدونه ولا یشرکون به شئیا ران هذا هو جوهر الدعوة الاسلامیه بل هو اساس ادیان السماویه کلها فعلی المسلمین ان یبدا و باصلاح انفسهم من هذ الناحیه حتی یرسخ التوحید و یتمکن کل المتکن فی قلوبهم و تظهر اثاره الطیبه علی السنَتهم و جوارحهم فاذا بدء دابه فالله کفیل لهم بالمزید ‘من التوفیق والهدایه والامدار (ان تنصروالله ینصرکم) الخ ثم (ان ینصرکم الله فلا غالب لکم و ان یخدلکم فمن ذالذی ینصرکم من بعده علی الله فلیتوکل المومنون)

یقین کیجئے کہ امتّ مسلمہ کی بد بختیوں اور مصیبتوں کے تمام اسباب کی جڑ صرف ایک چیز ہے اور وہ اللہ ہے پر اعتماد اور ایمان کی کمزوری اور عقیدے کی وہ خرابی جس نے اسلام کی روح کو مسلمانوں کے دلوں کو قتل کر ڈالا ہے اگر اسلامی عقیدہ ان کے دلوں میں اس طرح جڑ پکڑے جیسا کہ ہمارے صالحین بزرگوں کے دلوں میں تھا تو پھر مسلمان ایک بال برابر بھی اسلام کی تعلیم سے نہ ہٹیں اور اللہ تعالی ان کی حالت کچھ بھی تو نہ بگاڑیں اور ان کے لئے اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے کہ اللہ ان کے جس دین سے راضی ہو چکا اس پر ان کو قائم رکھے اور ان کو خوف کے بعد امن نصیب کرے کہ وہ اس کی ہی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور یہی یقیناً (دعوت اسلامیہ کا جوہر ہے بلکہ تمام آسمانی دینوں کی بنیاد ہے اس لئے مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسی سرزمین سے اپنی خود اصلاح کا آغاز کریں حتی کہ ان کے دلوں میں توحید راسخ ہو جائے اور پوری طرح جم جائے جس توحید کے پاکیزہ آثار ان کے اعضاء اور زبانوں پر صاف ظاہر نظر آئیں- جب وہ اس کی طرف قدم اٹھائیں گے تو اللہ ان کے لئے مزید ہدایت وامداد کی توفیق کے ذمہ دار ہو جائیں گے (اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کریں گے (الخ) پھر (اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہیں آئے گا- اور اگر وہ تمہیں ذلیل کرے تو بعد ازاں کوئی بھی نہیں جو تمہاری مدد کر سکے اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیئے)

لقد کان رسول الله علیه الصلوة والسلام یحافظ علی جوهر هذه الدعوة کل المحافظة و ینکر کل شئی ینقص منها اویکون ذریعه للاخلال بها امن کل ما

یصرف الناس عن التوجه الی الله الرکون الهیه بحیث یقوت الاتفات التامه انی الخالق سبحانه و تعالی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی جوہر توحید کی تبلیغ پر کڑی نگرانی اور کوشش فرماتے تھے اور ہر اس چیز کی مخالفت فرماتے تھے جس سے توحید میں خلل پیدا ہو یا جو چیز خداوند تعالی کی طرف دھیان اور توجہ سے مانع ہو کر اللہ تعالی کی طرف پوری توجہ سے مسلمان کو روک دے۔

ونذکره علی سبیل التمثیل مارواه الامام احمد رحمه الله فی مسنده ان رجلا قال الرسول الله صلی الله علیه وسلم فیما قاله (ما شاء الله و شئت) فتغیر وجه رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال (اجعلتنی لله ندا قل ماشاء الله وحده و هذا ردمنه صلی الله علیه وسلم علی سوء تعبیره فی بیان مقام التوحید المحض و نذکره ایضاما روی عن ابی واقد اللیثی قال اخرجنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم الی حنین و نتحن عدثاء عهد بکفر و للمشرکین سدرة یعکفون عندها و ینوطون بها اسلحتهم یقال لها ذات انواطر رنا بسدرة فقلنا (یا رسول الله اجعل لنا ذات انواط کمالهم ذات انواط) فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم، الله اکبر انها السنن قلتم والذی نفسی بیده کما قالت بنواسرائیل لموسی اجعل لنا الها کما لهم الهه قال انکم قوم تجهلون لترکبن سنن من کان قبلکم رواه الترمذی و صححه

ہم مثال کے طور پر امام احمدؒ کی اس روایت کا ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی مسند میں پیش کی ہے کہ "ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے بارے میں جو آپ نے اس سے فرمایا۔ عرض کیا (جو کچھ اللہ نے اور آپ نے چاہا) اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا اور فرمایا (کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ صرف ماشاء اللہ کہو۔ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس شخص کی اس غلط تعبیر کا رد ہے جو توحید خالص سے ہٹ گئی تھی اور ہم اس کا بھی ذکر کئے دیتے ہیں۔ جو ابی واقد لیثی سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ حنین کے لئے نکلے اور ہم نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور مشرکین کی ایک بیری تھی جس کے پاس وہ اعتکاف کیا کرتے تھے اور ان میں اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے جس کا نام ذات الانواط تھا (کھونٹیوں والی) پس ہم ایک بیری کے پاس سے گزرے تو ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی ایسی ہی بیری کھونٹیوں والی مقرر فرما دیجئے جیسی کہ ان کی ہے اس پر آنحضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ اکبر! خدا کی قسم تم نے انہی باتوں کی خواہش کی جیسی کہ بنی اسرائیل نے موسی علیہ السلام سے

ظاہر کی تھیں کہ "اے موسی ہمارے لئے بھی ایسے ہی معبود تجویز کر دیں جیسا کہ ان کے ہیں موسی علیہ السلام نے کہا تم تو جاہل قوم ہو تم اپنوں سے پہلے لوگوں کے راستہ پر چلنا چاہتے ہو- اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے-

ونذکر ایضا ان دعوة کل الانبیاء کانت تبدا بقولهم یا قوم عبدوالله مالکم من اله غیره و نحن فی مستها دعوة هذا الموتمرتدعوا المسلمین باول مادعاهم الٰهیه انبیاء هم فنقول لهم- یا قوم عبدوالله مالکم من اله غیره ورتدعوا مع الله احدا و معهذا یجب ان تحفظوا ان اسقاط الاسباب الطبیعیه راسا و تعطیل الوسائل المشروعة لیس من التوحید ولا من التوکل الشرعی المحمود فی شئی بل القیام بها و اعتبار ها و انزالها فی منازلها التی انزلها الله فیها هو محض التوحید والعبودیة و اجمع القوم علی ان التوکل لاینا فی القیام بالاسباب فلا یصح التوکل الا مع القیام بها والافهو بطاله و تعطل و توکل فاسد فاملوحد المتوکل یلتفت الی الاسباب بمعنی انه لا یسقطها ولا یهلمها و یلغیها بل یکون قائما بها ملتفتا الیها ناظرا اذا مسبها و مجریها فلا یصح التوکل شرعا و عقلا الا علیه سبحانه وحده ولا نخوف الا منه والا الرجاء الا لدیه ولا الطمع الا فی رحمة کما قال اعرف الخلق به (اعوذ برضاك من سخطك و اعوذ بمعا فانك من عقوبتك و اعوذبك منك) و قال (لا ملجا و لا ملجا منك الا الیك) فاذا جمعت بین هذا التوحید و بین اثبات الاسباب استقام قبلك علی السیر الی الله تعالی و وضح لك الطریق الا عظم الذی معنی علیه جمیع رسول الله و انبیاء و اتباعهم وهو الصراط المستقیم صراط الذین انعم الله علیم و بالله التوفیق-

اور ہم یہ بھی یاد دلاتے ہیں کہ تمام انبیاء دعوت و تبلیغ کی ابتداء یہاں سے کرتے تھے کہ "اے قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ہم بھی اس موتمر کی دعوت کا آغاز انبیاء کے اسی قول کے مطابق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "اے قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوائے تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو" اس کے باوجود یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ اسباب طبیعیہ کو معطل کر دینا نہ تو توحید سے ہے اور نہ ہی اسباب کا چھوڑ دینا شرعی توکل کا نام ہے بلکہ ان ذرائع کو قائم رکھنا اور ان کا لحاظ رکھنا اور ان کو ان کے ان مقامات میں رکھنا جن میں للہ تعالی نے رکھا ہے وہی خالص توحید اور عبادت ہے اور قوم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ توکل اسباب کو حرکت میں لانے کے مخالف نہیں بلکہ اسباب دنیاوی کو عمل میں لانے کے بعد ہی

توکل صحیح ہوتا ہے ورنہ تو وہ بیکاری اور تعطل اور فاسد توکل ہے کیونکہ توحید پرست متوکل اسباب کی طرف اس معنی میں متوجہ ہوتا ہے کہ وہ ان کو ساقط نہیں کر رہا اور چھوڑ نہیں رہا اور لغو نہیں کر رہا ہے بلکہ ان اسباب کے ساتھ قائم رہتے ہوئے اور متوجہ ہوتے ہوئے اس کے مسبب کی طرف دیکھتا ہوتا ہے لہذا شرعا اور عقلا سوائے ایک خدا کے توکل کسی پر کرنا صحیح نہیں اور اس کے سوائے کسی سے خوف نہ کھانا اور امید نہ رکھنی چاہئے اور اسی کی رحمت کی طمع رکھنی چاہئے جیسا کہ اللہ کو مخلوق میں سب سے زیادہ پہچاننے والے نے فرمایا (میں اے اللہ تیری رضامندی کی تیرے غصے سے اور تیری معافی کی تیری سزا سے پناہ چاہتا ہوں اور تیری ہی پناہ چاہتا ہوں - تیری گرفت سے) اور حضورؐ سے فرمایا (نہ تو جائے نجات ہے اور نہ جائے پناہ ہے تجھ سے مگر تیری ہی طرف) پس اگر تم اس توحید اور اسباب کو باہم یکجا کرو گے تو تمہارا دل اللہ کی طرف جانے کے لئے مستقیم ہو جائے گا-

اور تم پر ایک شاہراہ صاف ہو جائے گی جس پر تمام انبیاء اور رسول چلا کئے ہیں اور وہی صراط مستقیم ہے جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے اور اللہ ہی کے ہاتھ میں توفیق ہے-

ثم ان من الاسباب المشروعه التی امر اللہ بالقیام بها کما امر باقام الصلوة ایتاء الزکوة الصیام والحج و غیرها من العبادات هو ماحض علیه عباده و ندبهم الیها بقوله سبحانه (واعدوا لهم مااستطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترهبون به عدواللہ و عدوکم الایه و نبههم علے ان اعداد الاسباب الحربیه التی تجلب القوة و تلقی الرعب و توقع الرهبه والهیبه فی قلوب اعداء الاسلام حسب ما تقضیه الضرورة فی کل زمان و مکان هو عین الذین و محض الاسلام ومن لوازم التوحید فانه تعالی حیث ذکر ارسال الرسل و انزال الکتب فی کتابه العزیز قرن معه انزال الحدید و ذکر غایته بقوله و لیعلم اللہ من ینصره و رسله بالغیب-

پھر وہ اسباب مشروعہ جن کے قائم کرنے کا حکم دیا ہے مثلاً نماز قایم کرنا، زکوۃ دینا، روزہ رکھنا اور حج وغیرہ عبادات کرنا جس کی رغبت دلائی ہے اور اپنے بندوں کو ان کی طرف بلایا ہے جیسا یہ اللہ کا قول (اور تم تیاری کرو حسب استطاعت طاقت کی اور گھوڑے وغیرہ کی جن کے ذریعہ اپنے اور اللہ کے دشمنوں کو تم ڈرا سکو) اس آیت میں اللہ نے مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے کہ سامان جنگ کی تیاری جو قوت کا باعث ہو اور جو اعدائے اسلام کے دلوں میں رعبت، ہیبت پیدا کرے زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ہر جگہ اور ہر وقت عین دین اسلام اور خالص اسلام اور توحید کے لوازمات سے ہے کیونکہ

اللہ تعالی نے جس جگہ رسولوں کے بھیجنے اور قرآن کریم میں کتابوں کے نازل کرنے کا ذکر فرمایا ہے وہاں لوہے کے بھیجنے کا بھی ذکر کیا ہے اور لوہے کے پیدا کرنے کی غرض بھی بیان کی ہے اور وہ یہ کہ اللہ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے کون مدد کرتا ہے۔"

و انی اری ان ترك الامة الاسلامیه الامّتثال بهذه الا وامر منذقرون من اکبر اسباب ضعفها و انحطاطها– و انا لن نجح فی مقاصد نا الدینویه الا بتحقیق التوحید الخالص و مباشرة الاسباب و تهیاها الی افرحد الاستطاعة الانفرادیه و الاجتماعیه جسب ما اسلفنا ذکره من طریقه اسلافنا الاولین الاکرمین من الجمع بین ما تقتیضه قدرة الله العامله الشامله و ما تقتضبه حکمة البالغة الکاملة وهذا هوالذی یجب علینا ان نعفن علیه بالنواجذ والانغفل عنه ولا نتساهل فیه والله الموفق الارب غیره وصلی الله علی خیره خلقه محمد و اله و اصحابه اجمعین (الخطاب البلیغ ص ۱۳ تا ۱۶)

اور میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ امّت اسلامیہ کے کئی صدیوں سے ان احکام کو چھوڑ بیٹھنے سے امّت میں کمزوری اور انحطاط پیدا ہو گیا ہے اور ہم کبھی بھی دینوی مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ خالص توحید اور اسباب کی بحد امکان تیاری نہ کریں خواہ وہ تیاری انفرادی ہو یا اجتماعی ہو جیسا کہ ہمارے اسلاف کے ذکر میں گزرا کیونکہ ہمارے قابل احترام بزرگ ان اسباب کو اللہ تعالی کی کامل اور شامل قدرت کے تقاضوں کے ماتحت اور اس کی حکمت بالغہ کے مطابق مہیا کرتے تھے۔ یہی وہ عمل ہے جس کو ہمیں چاہئے کہ مضبوطی سے اس کو اپنے لئے لائحہ عمل بنائیں اور اس سے قطعاً غافل نہ ہوں اور اس میں بالکل تساہل نہ کریں اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے کہ اس کے سوائے کوئی رب نہیں ہے۔ وصلی الله علی خیر خلقه محمد وآله و اصحابه اجمعین۔ (الخطاب البلیغ ص ۱۳تا۱۶)

یہ تو تھا حضرت عثمانی کا عربی مختصر بیان لیکن جو خطبہ استقبالیہ آپ نے اس موتمر میں پڑھا اور جو تجویزیں پیش کیں وہ اپنی جگہ تاریخی حیثیت رکھتی ہیں اور خطبہ میں تو ادبیت کا خاص جوہر چمک رہا ہے۔

☆☆☆

پاکستان میں اسلامی آئین کے اجراء کے متعلق میری گزارشات

اور

اسمبلی کی کارروائی کا اردو زبان میں ہونے کا مطالبہ

از شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی

قیام پاکستان کے بعد سے اب تک مجھے ہزاروں تار اور خطوط ملک کے مختلف گوشوں سے اس مضمون کے موصول ہوتے رہے کہ پاکستان میں اسلامی آئین و قوانین کا نفاذ کرایا جائے بہت سے لوگوں نے اس پر بھی زور دیا کہ اگر میں ایسا نہ کرا سکوں تو مجھے مجلس دستور ساز کی رکنیت سے مستعفی ہو جانا چاہئے-

میں اپنے بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے نہ کبھی اپنی رکنیت کی استدعا اور خواہش کی نہ مجھے اس چیز کا شوق ہے بلکہ مجلس مذکور میں شامل ہونے کے بعد میں ہمیشہ اس سے کنارہ کش رہا ہوں- کیونکہ اسمبلی کی زبان اور اس کے طور و طریق عملی حیثیت سے اب تک مغربیت میں غرق ہیں جن میں فٹ ہونے کی اہلیت قطعاً میں اپنے اندر نہیں پاتا- انگلش کے ایک حرف سے میں واقف نہیں- ادھر میری ساری زندگی پرانی طرز کے مدارس و مشاغل اور قدیم مذہبی ماحول میں گزری ہے- پارلیمنٹری طریقوں سے کبھی کوئی مناسبت نہیں رہی- بار بار کی کوششوں اور تقاضوں کے بعد اب چند روز سے ایجنڈا اور اس کے متعلقہ کچھ کاغذات ایک خاص قسم کی اردو میں، خراب قسم کے ٹائپ شدہ ضرور میرے پاس آنے لگے ہیں لیکن عین اجلاس کے موقع پر چونکہ صدر محترم اور

اراکین عموماً انگریزی بولتے ہیں۔ مجھے پتہ بھی نہیں چلتا کہ کس موضوع پر بحث ہو رہی ہے اور موافق و مخالف حضرات کیا دلائل پیش کر رہے ہیں اور بحث کا آخری نتیجہ کیا رہا؟ اس لئے میں بحث میں حصہ لینے سے قاصر رہتا ہوں اور اندھیرے میں یوں ہی لاعلمی و جہ البصیرہ کچھ بولنا میری افتاد طبع کے خلاف ہے۔ بنا بریں رائے شماری کے وقت نہ میں کبھی کسی طرف ہاتھ اٹھاتا ہوں نہ تائید و تردید میں حصہ لے سکتا ہوں۔ آخر عاجز ہو کر اس مرتبہ دسمبر ۱۹۴۸ء کے سیشن میں دو تین دن شرکت کے بعد اجلاس کی شمولیت بھی ترک کر دی ارادہ برابر یہ رہا کہ رکنیت سے استعفیٰ پیش کر کے کسی اہل کے لئے جگہ خالی کر دوں۔ مگر صرف ایک چیز مانع رہی اور وہ وہی ہے جس کا مطالبہ جمہور مسلمانان پاکستان کر رہے ہیں۔ یعنی مجلس دستور ساز سے آئین و قوانین اسلام کے اجراء کو تسلیم کرایا جائے بہت سے مخلصین نے بھی یہی مشورہ دیا کہ مذکورہ بالا مقصد کے حصول تک میں رکنیت سے علیحدہ نہ ہوں۔ چنانچہ اس انتظار میں استعفاء کا ارادہ ملتوی کرتا رہا۔ اس سلسلہ میں یہ اظہار کرنا ضروری ہے کہ میں نے ایک سال پہلے سے دو تجویزوں کا نوٹس دے رکھا تھا۔ ایک یہ کہ پاکستان کا آئین شریعت اسلامی کے مطابق مرتب ہونا چاہئے اور اس کی تدوین و ترتیب کے لئے جید علماء اور مفکرین کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے دوسرا یہ کہ سردست بطور ایک ابتدائی اور فوری اقدام کے سرکاری طور پر ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو اسلامی اداروں (مساجد، مدارس، مقابر او قاف وغیرہ) کا تحفظ نیز علوم اسلامیہ اور تعلیمات اسلام کی ترویج و اشاعت اور اس کام کے لئے مالی اور غیر مالی ذرائع کا انتظام کرے۔

خدا خدا کر کے ایک سال کے بعد تجویز نمبر ۲ کو ۲۱ دسمبر کے بعد ایجنڈا میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ مگر اسمبلی کے اجلاس میں لانے سے پہلے جو بحث پارٹی میٹنگ کی مقرر کردہ سب کمیٹی میں ترمیمات پر ہوئی، اس کے نتیجہ میں میں نے مناسب نہ سمجھا کہ اسے اجلاس میں پیش کیا جائے بلکہ یہ ہی صورت بہتر نظر آئی کہ اب صرف ریزولیوشن نمبر ۱ ہی کو لانے کی کوشش کی جائے جو تجویز نمبر ۲ اور اس کے علاوہ دوسرے متعلقہ مسائل سب پر حاوی ہے۔ دوسرے دن مجھے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ ۲۳ دسمبر کے ایجنڈا میں میرا وہ ریزولیوشن نمبر ۱ شامل کر لیا گیا ہے لیکن پھر اطلاع ملی کہ ۲۴ دسمبر کی کارروائی ۳ جنوری کے اجلاس پر ملتوی کر دی گئی۔ اسی اثناء میں میرے ریزولیوشن سے الگ ہو کر لیکن اس کے محتویات و مضمرات کے پیش نظر پارٹی میٹنگ میں یہ مسئلہ زیر بحث آگیا کہ پاکستان کا دستور مرتب کرنے سے پہلے ایک اصل الاصول اور جنرل نصب العین کے طور پر یہ طے ہونا چاہئے کہ "دستور اساسی" کی نوعیت کیا ہوگی اور اس کا جوہری مطمح نظر

جو گویا ساری دستور کا سنگ بنیاد اور "خشت اول" کی حیثیت رکھے گا کیا ہونا چاہئے۔ معمولی بحث و تمحیص کے بعد قرار پایا کہ اس سلسلہ میں آبجیکٹ ریزولیوشن کا مسودہ تیار کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی بنادی جائے جو تیرہ ارکان پر مشتمل ہو، آخر اس کمیٹی کی میٹنگ کئی مرتبہ ہوئی اور سب ارکان نے کھلے دل ودماغ سے اس میں حصہ لیا۔ مختلف مسودے پیش ہوئے پھر سب کی کاٹ چھانٹ کے بعد ایک مسودہ زیر بحث لانے کے لئے مرتب کیا گیا۔

میں نے اپنے نقطہ نظر کی تائید میں جو فی الحقیقت جمہور مسلمانان پاکستان کا نقطہ نظر ہے وہ سب دلائل ایک ایک کرکے کمیٹی کے سامنے رکھے جو میرے دماغ میں تھے یا جو آج تک جرائد، مذاکرات اور خطوط کے ذریعہ میرے سامنے آچکے تھے۔ اراکین کمیٹی نے عموماً ہمارے اصل مقصد کی مخالفت نہیں کی نہ مسلمان ہوتے ہوئے ایسی مخالفت کی کوئی گنجائش تھی۔ ہاں عنوانات و تعبیرات اور اظہار مافی الضمیر کی حدود میں خاصا اختلاف رہا۔ بحث کے دوران میں وہ تمام پہلو اجاگر ہوگئے جو اس مسئلہ کے رد عمل کے طور پر مسلم قوم اور دوسری اقوام کی طرف سے سامنے آسکتے ہیں۔

جہاں تک میری رائے اور کوشش کا تعلق ہے پورے غور وفکر کے بعد میرا مطمح نظر یہ ہے کہ بانی پاکستان اور دوسرے زعماء لیگ کے دماغوں میں تاسیس پاکستان کے دواہم مقصد تھے۔ ایک اس عظیم الشان اور تباہ کن خطرہ کا انسداد جو اس ملک میں غیر مسلم اکثریت کی طرف سے دس کروڑ مسلمانوں کو اکھنڈ ہندوستان رہنے کی صورت میں ہوسکتا تھا۔ دوسرا یہ عزم کہ آزادی خود مختاری حاصل ہونے کی تقدیر پر پاکستان میں ایک ایسی اسلامی مثالی مملکت قائم کی جائے جہاں اسلام کا سکھایا ہوا وہ مکمل نظام حیات عملاً بروئے کار لایا جاسکے۔ جو ہماری زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اور جو نہ صرف عالم اسلامی بلکہ تمام دنیا کے مستقبل کو سنوارنے میں ایک "مشعل فروزاں" کا کام دے سکتا ہے۔

قائداعظم سے لے کر لیگ کے ایک ادنیٰ کارکن تک پاکستان کا یہ یہ نقشہ پبلک کے سامنے پیش کرتے رہے اور قدرتی طور پر مسلمانوں نے اس کا وہ ہی مطلب سمجھا جو ان اعلانات سے سمجھنا چاہئے تھا۔ یہ ہی سمجھ کر انہوں نے تاریخ کی بے مثال قربانیاں پیش کیں اب جبکہ عوام اپنا فرض ادا کرچکے وقت آگیا ہے کہ ارباب اقتدار وارکان اسمبلی جو جمہور کے نمائندے ہیں۔ اپنا فرض ادا کریں اور پاک دستور ساز اسمبلی کی زبان سے فوراً بلا تاخیر اعلان کردیں کہ۔

ا۔ حکومت اور اقتدار اعلیٰ صرف خدائے واحد احکم الحاکمین کا ہے۔

اس نے جو اقتدار جمہور کے توسط سے اس مملکت (اسٹیٹ) کو بخشا ہے وہ ایک مقدس امانت الہیہ ہے- جو اسی خدا کی مقرر کردہ حدود کے اندر بطور نیابت استعمال کیا جائے گا- بنابریں یہ اسمبلی ملک کے لئے ایسا آئین اور دستور اساسی مرتب کرے گی جس کی رو سے اس کا موثر انتظام کیا جائے گا کہ مسلم قوم اسلام کے انفرادی اور اجتماعی تقاضوں اور تعلیمات اسلام کے مطابق (جو قرآن وسنّت سے ثابت ہوں) اپنی زندگی منظّم ومرتب کر سکے اور کوئی ایسا قانون، بل اور آرڈی نینس منظور یا نافذ نہ ہو سکے گا- جو احکام اسلام کے خلاف ہو-اس آئین کی رو سے اقلیتوں کے طے شدہ حقوق محفوظ ہوں گے-وہ قانون واخلاق عامہ کے تابع رہتے ہوئے اپنے مذہب پر آزادی کے ساتھ عقیدہ رکھ سکیں گے میں سر دست اسی قدر کہہ سکتا ہوں کہ "مسودہ" کمیٹی کی حالیہ کارروائی میرے مذکورہ بالا خیالات کی روشنی میں مایوس کن نہیں رہی بلکہ اچھی توقعات کی حامل ہے-

اگر ہماری دستور ساز اسمبلی نے "آئین پاکستان" کے "سنگ بنیاد" کے طور پر مذکورہ بالا نکات پر مشتمل کوئی تجویز منظور کرلی تو جمہور کے لئے یہ امر موجب اطمینان اور پاکستان کے تحفظ و دفاع کے لئے جان ومال کی قربانی کا تازہ وبے انداز جوش ان میں پیدا ہو جائے گا-اس طرح خدا کے فضل سے وہ نیک مقاصد حاصل ہو سکیں گے جو پاکستان کی تعمیر سے مطلوب ہیں-

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے کہ دستور ساز اسمبلی آئندہ سیشن میں اس قسم کی تجویز کو ایجنڈا میں شامل کر کے منظور کرے- نیز اس بنیاد پر دستور اساسی مرتب کرنے کے لئے جید علماء اور مفکرین کی ایسی کمیٹی بنائی جائے جو مضبوطی اور احتیاط کے ساتھ تجویز مذکورہ کے بنیادی نکتوں کو سمجھ سکے اور پوری طرح محفوظ رکھ سکے-دوسری طرف اسمبلی کی زبان بدلنے کے بنیادی نکتوں کو سمجھ سکے اور پوری طرح محفوظ رکھ سکے-دوسری طرف اسمبلی کی زبان بدلنے کی پرزور کوشش کی جائے میں امید کرتا ہوں کہ اگر آئین سازی کے متعلق مذکورہ بالا نصب العین اسمبلی نے منظور کرلیا اور تدوین وآئین کا کام مضبوط اور قابل ہاتھوں کے سپرد ہوا تو وہ نیک امیدیں پوری ہو سکیں گی-جو پاکستان کے وجود سے وابستہ رہی ہیں- **وما ذالك على الله العزيز •**

شبیر احمد عثمانی-کراچی (اخبار زمیندار مورخہ ۴ فروری ۱۹۴۹ء ص ۳-۴)

☆ ☆

سیاسی مکتوباتؒ

toobaa-elibaray.blogspot.com

سائلین کے چودہ مکتوبات اور علامہ عثمانی کے جوابات

فہرست مکتوبات بترتیب تاریخ

۱-مکتوب سعیدالدین صاحب بہاری-
۲- پہلا مکتوب علامہ عثمانی بجواب سعیدالدین صاحب بہاری (مورخہ ۲ذوالحجہ ۱۳۶۴ء ۸نومبر ۱۹۴۵ء)
۳-مکتوب شورش صاحب بنام علامہ عثمانی
۴--دوسرا مکتوب علامہ عثمانی بجواب شورش صاحب (۶ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۱۲ نومبر ۱۹۴۵ء
۵-مکتوب حکیم رشید علی مراد آبادی بنام علامہ عثمانی
۶- تیسرا مکتوب علامہ عثمانی بجواب حکیم رشید علی- [illegible]الحجہ ۱۳۶۴ھ ۱۲نومبر ۱۹۴۵ء
۷-مکتوب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی (۱۲ذوالحجہ ۱۳۶۴ء)
۸-چوتھا مکتوب علامہ بجواب مولانا لدھیانوی (۱۴ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۲۰نومبر ۱۹۴۵ء)
۹-مکتوب مولوی ارشادالحق بنام علامہ (۱۴ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۲۰نومبر ۱۹۴۵ء بروز منگل)
۱۰-پانچواں مکتوب علامہ بنام مولوی ارشادالحق (بغیر تاریخ)
۱۱-مکتوب دوم حکیم رشید علی مراد آبادی بنام علامہ (۱۰ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۱۶نومبر ۱۹۴۵ء)
۱۲-چھٹا مکتوب علامہ عثمانی بنام حکیم رشید علی (۱۶ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۲۳نومبر ۱۹۴۵ء)
۱۳-مکتوب مولانا عبدالحنان صاحب بنام علامہ عثمانی (بغیر تاریخ)
۱۴-ساتواں مکتوب علامہ بنام مولانا عبدالحنان صاحب (۱۷ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۲۳نومبر ۱۹۴۵ء)
۱۵-مکتوب مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی بنام حضرت علامہؒ (۱۸نومبر ۱۹۴۵ء ۱۲ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ)
۱۶-آٹھواں مکتوب علامہ عثمانی بنام مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی (۱۷ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۲۳نومبر ۱۹۴۵ء)
۱۷-مکتوب مولوی عبدالاحد صاحب قاسمی بنام علامہ (بغیر تاریخ)
۱۸-نواں مکتوب علامہؒ بنام مولوی عبدالاحد صاحب (۱۸ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۲۴نومبر ۱۹۴۵ء)
۱۹-مکتوب بشیر الدین احمد صاحب بنام علامہؒ (بغیر تاریخ)
۲۰-دسواں مکتوب علامہؒ بنام بشیر الدین صاحب (۱۸ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۲۴نومبر ۱۹۴۵ء)
۲۱-مکتوب مولانا بہاءالحق قاسمی بنام علامہ (بغیر تاریخ)
۲۲-گیارہواں مکتوب علامہ بنام مولانا بہاءالحق (۱۹ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۲۵ نومبر ۱۹۴۵ء)
۲۳-مکتوب (۲) مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی بنام علامہ (بغیر تاریخ)
۲۴-بارہواں مکتوب علامہؒ بنام مولانا حبیب الرحمٰن صاحب (۲۳محرم ۱۳۶۵ھ ۲۹دسمبر ۱۹۴۵ء)
۲۵-مکتوب مولانا منظور احمد نعمانی بنام علامہ عثمانی (۲۰ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۲۶نومبر ۱۹۴۵ء)
۲۶-تیرہواں مکتوب علامہ عثمانی بنام مولانا منظور احمد نعمانی (۲۳محرم ۱۳۶۵ھ ۲۹دسمبر ۱۹۴۵)
۲۷-مکتوب مولانا احمد علی بنام علامہ عثمانی (بغیر تاریخ)
۲۸-چودہواں مکتوب علامہ عثمانی بنام مولانا احمد علی (بغیر تاریخ)

سیاسی مکتوبات

علامہ شبّیر احمد عثمانی

بجواب مکتوبات معترضین وسائلین

(نوٹ) ذیل میں ہم سائلین اور معترضین کے مکتوبات اور علامہ عثمانی ؒ کے جوابات پیش کر رہے ہیں- اس سے قبل یہ مکتوبات شعبہ نشر واشاعت آل انڈیا مسلم لیگ دہلی نے مراسلات سیاسیہ کے نام سے شائع کئے تھے-

مکتوب از سعید الدین صاحب بہاری

بنام علامہ شبّیر احمد صاحب عثمانی

محترم المقام حضرت علامہ شبّیر احمد صاحب زید مجد کم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ کل ہند جمعیۃ العلمائے اسلام کانفرنس کے اجلاس کلکتہ منعقدہ ۲۶-۲۷-۲۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں ایک روح پرور پیغام یہ کہہ کر سنایا گیا کہ یہ پیغام حضرت علامہ شبّیر احمد صاحب کا ہے اور وہی پیغام اخبار روزانہ "عصر جدید" (کلکتہ) میں بھی شائع ہوا جو عریضہ ہذا کے ساتھ نظر انور سے گزرے گا اور ایک ریزولیشن کے ذریعہ جناب والا کو کانفرنس ہذا کا مستقل صدر بھی منتخب کیا گیا ہے جناب والا کا پیغام اور انتخاب صدارت کی پاس شدہ تجویز کو پڑھ کر مجھ کو تعجب ہوا کیونکہ مجھ کو آج تک یہی معلوم تھا کہ آنجناب بھی جمعیۃ العلماء ہند دہلی کے رکن و ممبر ہیں اور جمعیۃ مذکور کا رکن و ممبر ہوتے ہوئے یہ پیغام جناب نے کیسے ارسال فرمایا اور نو مولود جمعیۃ علمائے اسلام کی صدارت کیوں کر آپ کو تفویض کی گئی- بنابریں چند سوالات میرے دل میں پیدا

ہوئے جو درج ذیل ہیں- امید ہے کہ جواب باصواب عنایت فرماکر رہبری فرمائیں گے- یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ سوالات ذیل سے میرا منشا صرف تحقیق حق ہے- خدانخواستہ کسی قسم کا اعتراض کرنا مقصد نہیں-

سوالات -۱- جمعیۃ العلماء ہند دہلی میں آپ شریک ہیں یا نہیں ؟

۲- جناب نے کل ہند جمعیۃ علماء اسلام کانفرنس منعقدہ کلکتہ کے اجلاس میں پیغام بھیجا ہے یا نہیں اور اگر بھیجا ہے تو بعینہ وہی پیغام ہے جو اخبار "عصر جدید" میں شائع ہوا ہے یا اس میں تحریف کی گئی ہے-

۳- کل ہند جمعیۃ علماء اسلام کی صدارت منظور فرمالی ہے یا نہیں ؟

۴- عصر جدید میں شائع شدہ پیغام اگر جناب نے ارسال فرمایا ہے اور اس میں قائداعظم کے خیالی پاکستان کی حمایت فرمائی ہے تو وہ پاکستان کیا ہے- کیا جناب نے اس پر غور فرمالیا ہے ؟

۵- ایک طرف جمعیۃ علماء ہند دہلی ہر صوبے کی اندرونی مختاری کی زبردست حامی ہے اور مسلمانوں کی اکثریتی والے صوبوں میں کسی قیمت پر بھی انکی اکثریت کو فنا نہیں کرنا چاہتی- ہاں مرکز کو چند شرائط و قوانین کے ماتحت ایک رکھنا چاہتی ہے وہ بھی اس طرح کہ اگر کوئی صوبہ مرکز سے علیحدہ ہونا چاہے تو علیحدہ ہو سکتا ہے- دوسری جانب مسٹر جناح صاحب کا پاکستان ہے جو میری فہم ناقص کے مطابق ہندوستان کے چند ٹکڑے کر کے حاصل ہو گا بلکہ خود پاکستان بھی دو حصے یعنی مغربی پاکستان، مشرقی پاکستان پر منقسم ہو گا- تو کیا جناب یہ بہتر خیال فرماتے ہیں کہ ہندوستان پاش پاش کر دیا جائے یا یہ بہتر ہے کہ وحدت بھی برقرار رہے اور اقلیت و اکثریت والی سب قوموں کو پھلنے پھولنے اور اتحاد و اتفاق کے ساتھ باعزت زندگی گذارنے کا موقع ملے-

۶- کیا جناب والا کی نظروں سے مسٹر جناح کی وہ تقریر گذری ہے جو کوئٹے کے جلسے میں فرمائی- جس میں ارشاد ہوا ہے کہ پاکستان حاصل ہونے کے بعد بھی اس وقت تک انگریزوں کو ہندوستان سے جانے نہ دیا جائے گا جب تک پاکستانی مسلمان مضبوط نہ ہو جائیں- گویا موصوف کو کمزوری کا اعتراف ہے اور پاکستان کو بھی محفوظ نہیں سمجھتے- اگر بالفرض پاکستان مل گیا اور مسلمان زیر سایہ انگریزی کچھ عرصہ تک اپنی طاقت کی درستگی میں مصروف رہ کر دس بیس برس میں طاقتور ہو جائیں تو کیا اس عرصے میں برادران وطن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے یا وہ بھی مضبوط سے مضبوط تر ہو جائیں گے اس کا مطلب یہ ہوا کہ نہ کبھی مسلمانوں کی طاقت ہندوؤں کے برابر ہو گی نہ کبھی انگریزوں کو ہندوستان چھوڑنے کی نوبت آئے گی- ہمیشہ ہندوستانیوں کے سروں پر مسلط رہیں گے-

۷- ہندوؤں کی طرف سے تو صرف مسلمانان ہند کو خطرہ ہے اور انگریزوں کا غلبہ و تسلط سارے یورپ اور ایشیا پر ہے اور تمام عالم انسانی ان کے جبر و تشدد کی چکی میں پس رہا ہے- نہ عرب محفوظ ہے نہ عجم، نہ شام کو آرام میسر ہے نہ فلسطین کو آزادی، نہ مصر کو پناہ ہے نہ عراق کو اور یہ سب کچھ ہندوستان کی بدولت ہو رہا ہے- اگر ہندوستان آزاد ہو جائے تو ان کی ساری طاقتوں کا جنازہ نکل جائے اور کم از کم پورا ایشیا ان کے پنجہ ظلم سے نجات پا جائے جب صورت حال یہ ہے تو اگر خدانخواستہ ہندوستانی مسلمانوں کو کچھ اپنا نقصان کر کے بھی ہندوستان کو آزاد کرانا پڑے تو کیا ایسا نہ کیا جائے اور اپنے ساتھ ساتھ پورے ممالک اسلامی کو غلام رکھا جائے-

۸- اگر بغیر پاکستان دئے ہوئے برٹش حکومت ہندوستان کو آزادی عطا کرنا چاہے تو مسلمانوں کو خیر مقدم کرنا چاہئے یا ٹھکرا دینا چاہئے- امید کہ مندرجہ بالا سوالات کے جوابات کامل غور و توجہ کے بعد ارسال فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں تاکہ رفع شکوک ہو جائے اور ایک مخلص مسلمان کو سیاست کا درس حاصل ہو- جواب کے لئے لفافے کے اندر ٹکٹ بھی حاضر خدمت ہے فقط والسلام مع الاکرام

مکرر عرض یہ ہے کہ اگر ہفتہ عشرہ کے اندر جناب نے تسلی بخش جواب سے سرفراز نہ فرمایا تو بندہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو گا کہ جناب والا یہی مناسب خیال فرماتے ہیں کہ عوام آپ کی پالیسی کی طرف سے تذبذب اور گومگو کی حالت میں رہیں-

خادم

(سعید الدین بہاری)

☆☆☆

جواب علامہ عثمانی بجواب سعید الدین صاحب بہاری

(۱) میں کچھ مدت سے جمعیۃ العلماء دہلی سے علیحدہ ہو چکا ہوں اور سہارنپور سیشن کے بعد ادھر سے جو رکنیت کی دعوت دی گئی تھی میں نے لکھ دیا تھا کہ اب میں اس کا رکن بننا پسند نہیں کرتا۔

۲-جو پیغام "عصر جدید" کلکتہ میں میرے نام سے شائع ہوا ہے وہ حرف بحرف میرا بھیجا ہوا ہے کوئی تحریف اس میں نہیں ہوئی۔

۳- صدارت کا ریزولیشن بھی باقاعدہ میرے پاس نہیں پہنچا اس کے پہنچنے پر منظوری یا نامنظوری کے متعلق کوئی رائے قائم کرونگا۔

۴-پاکستان ایک اصطلاحی نام ہے جس کا سادہ مطلب یہ ہے کہ جن صوبوں میں مسلم قوم کی اکثریت ہے وہاں اس کی آزاد حکومت قائم ہو- آگے وہاں کے دستور و آئین کی تشکیل کس نوعیت کی ہوگی یہ وہاں کے احوال و ظروف کی مناسبت سے اہل حل و عقد کی مشاورت کے بعد وقت پر بروئے کار آئے گی اور وہاں کی اکثریت اس بارے میں اپنی قدرت کی حد تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مکمل ترین قانون عدل و حکمت اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے استنارہ و استفادہ کی پوری سعی کرے گی۔

۵-جمعیۃ العلماء کے فارمولے کے موافق مرکز سے جو امور مہمہ متعلق ہونگے ان میں مسلم قوم محض اکثریت کے رحم و کرم پر رہے گی اور کوئی آزاد طاقت یہاں ایسی نہ ہوگی جو ان کو عام مسلم مطالبات کے ماننے پر مجبور کر دے۔

اس کے برخلاف جب دو قومیں الگ الگ اپنے اپنے مستقر میں آزاد ہونگی تو ہر ایک قوم کو دوسری قوم کے ساتھ اپنا معاملہ درست رکھنا پڑے گا اور آزاد قوموں کے باہمی تحالف اور معاہدات

کے ذریعہ وہ تمام کام باحسن اسلوب انجام پائیں گے جو ایک وفاقی مرکز کے ذریعہ انجام پاسکتے۔ اگر ملک کی تقسیم اس طرح ہو جائے تو کیا نقصان ہے ملک کی تقسیم تو اب بھی کئی وجوہ سے قدرتی طور پر موجود ہے۔

نیز قوموں کی تقسیم اس سے زیادہ صاف اور واضح کسی دوسرے ملک میں کہاں مل سکتی ہے کہ ایک قوم پر دوسری قوم کا سایہ اگر پڑ جائے تو وہ شودروں اور کتوں سے زیادہ اسے نجس سمجھتی ہے اور لطف یہ ہے کہ مسٹر گاندھی نے اچھوت سدھار کی اتنی جان توڑ کوشش کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ اس چھوت چھات کو دور کرنے کا کبھی ہلکا سا اشارہ بھی اپنی قوم کو نہیں کیا۔ اب پاکستان اور جمعیۃ العلماء کے فارمولا میں فرق یہ ہے کہ جمعیۃ بزعم خود ایک خاص درجے میں ملک کی قومی وحدت ایک مخلوط مرکز کے ذریعہ قائم رکھنا چاہتی ہے جس میں اقلیت میں ہونے کے اعتبار سے مسلم قوم کا عمومی نقصان ہے اور پاکستان کے حامی جو دو قوم کا صحیح نظریہ رکھتے ہیں ملک کی ان ہی ضروریات میں مستحکم اور مساویانہ معاہدات کے ذریعہ عملی وحدت کو استوار کرنا چاہتے ہیں۔ پھر غور کیجئے کہ جمعیت کے فارمولے نے جب یہ اجازت دے دی کہ جو صوبہ مرکز سے علیحدہ ہونا مناسب سمجھے علیحدگی کر سکتا ہے تو ملک کی تقسیم کا جواز تو انہوں نے بھی تسلیم کر لیا اب اگر دوسرے لوگ ابتدا سے ایسا کرنا چاہیں تو ایک جائز چیز کو اختیار کر لینا کیوں جرم ہو گیا۔

آخر میں یہ گزارش ہے کہ کم از کم جمعیت کے اس فارمولے کے تسلیم کرنے کا اعلان اگر جمعیت والے آج کانگریس سے کرا دیں تو شاید بہت سے مسلمان ایک درجے میں مطمئن ہو جائیں اور عجب نہیں کہ بہت سے آدمی لیگ کو چھوڑ کر جمعیت العلماء کے دائرے میں آجائیں۔ مشکل تو یہ ہے کہ یہ فارمولا تو بڑی چیز ہے آج تک واردھا سکیم وغیرہ کی تنسیخ بھی وہ کانگریس سے نہ منوا سکے، جس کی مذمت بالاجماع تمام مسلمان جماعتوں نے کی تھی۔

۶۔ مسٹر جناح کی یہ تقریر میں نے نہیں پڑھی ممکن ہے نقل کرنے والوں نے کوئی تحریف کی ہو۔ اسکی تحقیق خود مسٹر جناح سے ہو سکتی ہے ان کی سینکڑوں تقریریں اس کے خلاف علانیہ ہو چکی ہیں وہ مسلمانوں کے لئے کافی ہیں۔

یہ مطمح نظر تو ہندوؤں کا ہے جبکہ پنجاب کے وزیر سر چھوٹو رام نے کہا تھا کہ بحالت موجودہ اگر انگریز اپنی خوشی سے نکلنا بھی چاہے تو ہندو کم از کم عدن تک جا کر اس کو واپس لانے کی کوشش کریں گے کیونکہ ہندوستان کو خالی دیکھ کر اگر آزاد قبائل اور کوئی آزاد اسلامی سلطنت یہاں کے مسلمانوں کی مدد سے حملہ کر بیٹھے تو ہندو بحالت موجودہ اس قابل نہیں کہ اس کی موثر مدافعت

کر سکیں-اسی لئے ان کا منصوبہ یہ ہے کہ ایک مدت تک انگریز کے تسلط اور نگرانی میں بتدریج آئینی طور سے اکثریت کی بناء پر حکومت کے شعبوں کو اپنے قبضے میں لیتے چلے جائیں تا آنکہ وہ ایسی طاقت اندرونی طور پر مہیا کرلیں کہ انگریز کے چلے جانے کے بعد کوئی خطرہ انہیں دوسری طرف سے باقی نہ رہے جو مسلمان ان کے آلہ کار بن رہے ہیں وہ اپنی سادہ دلی سے ان کی چالوں پر دھیان نہیں دیتے اور آزادی کامل کے زبانی دعووں پر مفتون ہو جاتے ہیں اور شملہ کانفرنس کے صریح مشاہدات کی بھی تاویلیں کرنے لگتے ہیں- کیا عجیب بات اور افسوس کا مقام ہے کہ ان کی ساری بدگمانیاں اپنے بھائی مسلمانوں کے حصے میں آگئیں اور مشرکین کو کمال حسن ظن کی بناپر بطانہ (ہمراز) بنالیا گیا-

۷- مسلم لیگ اور مسٹر جناح یہ چاہتے ہیں کہ خارجی اور داخلی دونوں قسم کے خطرات اور نقصانات کا سدباب ہو جائے- آج اگر سب مسلمان بشمول نیشنلسٹ متحد ہو کر کانگریس سے پاکستان کا منصفانہ مطالبہ تسلیم کرالیں تو مسٹر جناح وغیرہ کے اعلان کے مطابق کل کی صبح کا آفتاب طلوع ہونے سے پہلے دونوں قومیں مل کر جنگ آزادی لڑیں گی اور اس میں مسلمان پیش پیش ہونگے-اب ایسے صاف اعلان کو ٹھکرا کر اور پاکستان کے صحیح مطالبے کو مسترد کر کے ہندو قوم ہی ملک کی آزادی میں روڑے اٹکا رہی ہے اور جو کچھ تاخیر اس معاملے میں ہو رہی ہے اور اسکی ذمہ داری اسی پر ہے بلکہ یہ چیز اسکی دلیل ہے کہ ان کی نیت میں کھوٹ ہے-ان کا اولین نصب العین یہ ہے کہ پوری آزادی ملے یا نہ ملے مگر مسلمان کے گلے سے اکثریت کی حکومت کا طوق کبھی نکلنے نہ پائے گویا مسلمان یہاں انگریز اور ہندو کی ڈبل غلامی میں پستے رہیں-

اور ہندوستان سے باہر اسلامی ملکوں پر استعمار پرست انگریزوں کی دست درازیاں بھی بدستور قائم رہیں- خود اسلامی ممالک اس کو محسوس کرتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں کو پاکستان حاصل ہونا ان ممالک کی آزادی میں بھی ممدومعاون ہے اسی لئے عرب لیگ نے مسٹر جناح کو اس کی تائید میں تار دیا- آخر ہندو منصفانہ تقسیم اور اس کے بعد آزادانہ معاہدات کے قبول کرنے سے کیوں گریز کرتے ہیں- یاد رکھئے اگر آزاد پاکستان سے وہ معاہدہ کرنا نہیں چاہتے تو پاکستان سے متصل دوسرے ملک ہیں جن سے پاکستان بسہولت معاہدات کر سکتا ہے جو اس کے حق میں زیادہ نافع ہو سکتے ہیں-بنیادی حقیقت تو یہ ہے کہ اگر پاکستان آزاد اور طاقتور ہوگا پھر نہ اسے ہندوستان سے کوئی خوف ہو سکتا ہے اور نہ اپنے اجزائے بعیدہ (دور کے علاقوں یعنی مشرقی پاکستان) کی حفاظت دشوار ہے-ان سب صورتوں اور طاقت حاصل ہونے کے ذرائع پر پاکستان کے حامیوں نے اچھی طرح غور کر لیا ہے-

۸- اس کا فیصلہ آزادی کی نوعیت معلوم ہونے اور اس وقت کے حالات کا جائزہ لینے پر موقوف ہے- ابھی سے کچھ کہنا قبل از وقت اور نا تمام ہو گا- والسلام

شبیر احمد عثمانی

از دیو بند

۲ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۸نومبر ۱۹۴۵ء

☆☆☆

مکتوب شورش صاحب رسولپورہ بنام علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

اسلامی شریعت میں قیادت وامارت کا سوال

مالیگاؤں- ۳نومبر ۱۹۴۵ء

محترم قبلہ مولانا شبیر احمد صاحب مدظلہ العالی- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ عصر جدید کلکتہ میں آپ کا وہ پیغام جو آپ نے جدید جمعیۃ العلماء اسلام کے اجلاس کے لئے روانہ فرمایا، دیکھا- مضمون کے آغاز میں آپ نے جتنی باتیں لکھی ہیں اس سے ہمیں کچھ اختلاف نہیں لیکن بعد میں مسلم لیگ کی حمایت میں جتنے دلائل پیش کئے ہیں میری ناچیز رائے میں مسلم لیگ اس کی اہل نہیں- میں مانتا ہوں کہ اس وقت مسلم لیگ کے ساتھ سواد اعظم ہے بعینہ اسی طرح جس طرح امام لمت حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف مسلمانوں کی اکثریت یزید کے ساتھ تھی- اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سواد اعظم کا ہر حکم مسلمانوں کیلئے واجب التعمیل ہے تو نعوذ باللہ حضرت امام حسینؓ صاحب نے اس حکم سے کیوں سرتابی کی-

اسلامی شریعت میں جماعت کی تشکیل کس نہج پر ہونی چاہئے آپ نے اپنے بیان میں اس کی تصریح نہیں فرمائی- قرآن مجید "حبل اللہ" کے متعلق جو آیت نازل ہوئی تو کیا وہ مسلم لیگ پر صادق آتی ہے جبکہ قائداعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ ہائی کمان کے اکثر ارکان شعائر اسلامی کی علی الاعلان بے حرمتی کرتے ہیں- کیا اسلامی جماعت کا قائد کسی فاسق وفاجر کو بنایا جاسکتا ہے جبکہ سواد اعظم بھی مصر ہو کہ ہمارا قائداعظم مسٹر جناح ہی ہے- کیا ہندوستان میں ہزاروں علماء اور نائبین رسول کے ہوتے ہوئے مسٹر جناح مسلمانوں کے قائداعظم ہو سکتے ہیں- برائے مہربانی ان تمام سوالوں کے جوابات براہ راست میرے پاس روانہ فرمائیں یا بمبئی کے روزناموں میں شائع

فرمائیں۔ آخر میں، میں آپ سے معافی چاہتا ہوں کہ مجھ جیسا گناہگار انسان آپ جیسے جید عالم سے اس قسم کے سوالات کرنے کی جرات کر رہا ہے۔ اس قسم کے سوالات کرتے وقت میرے سامنے حضرت عمر فاروقؓ کا اسوہ حسنہ ہے کہ ایک معمولی بدو خلیفہ وقت حضرت عمر فاروقؓ سے بھری مجلس میں سوالات کرتا ہے اور حضرت فاروق اعظم نہایت نرمی سے اس کا جواب دیتے ہیں اسی طرح آج بھی ہر مسلمان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ محمد علی جناح اور مسلم لیگ ہائی کمان سے بازپرس کرے۔

فقط شورش مالیگانوی۔ رسولپورہ، مالیگاؤں (ضلع ناسک) (بمبئی)

جواب از علامہ عثمانی بجواب شورش صاحب مالیگانوی

از دیوبند-۶ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ

مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۴۵ء

برادر مکرم-بعد سلام مسنون آنکہ

میں نے اپنے مضمون میں سواد اعظم سے کوئی بحث نہیں کی اس لئے اس کی جوابدہی کی مجھے ضرورت نہیں- آیت "حبل اللہ" سے مراد قرآن مجید لیا ہے- مسٹر محمد علی جناح اور دوسرے اکابر لیگ برابر اعلان کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کی نجات اسی میں ہے کہ قرآن کریم کی ہدایات و تعلیمات کا اتباع کریں اگر ان کا عمل اس کے خلاف ہے تو فسق ہوگا- ہم جیسے کتنے ہی علماء ہیں جو دوسروں کو شب و روز نصیحت کرتے ہیں مگر عملدر آمد بہت سی چیزوں میں اس کے موافق نہیں- حافظ شیرازی نے اسی کا شکوہ کیا تھا ؎ واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند

مقصد یہ ہے کہ محض بد عملی سے کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا- باقی ارکان اسلام اور شعائر اللہ کی علی الاعلان بے حرمتی مجھے معلوم نہیں- اس کی تفصیل آپ نے کچھ نہیں کی تاکہ رائے قائم کی جاتی-

بلاشبہ ہندوستان میں بڑے بڑے علماء دین اور نائبین رسول موجود ہیں لیکن آج دنیا میں جو سیاسی داؤ پیچ چل اور عصری سیاست جن دوررس اصول مکرو کید پر مبنی ہے اس کی مہارت ہمارے

بہت سے علما کو حاصل نہیں بلکہ اس کا سمجھنا بھی دشوار ہے اس لئے اس کا توڑ بھی مشکل ہوتا ہے۔ فرض کیجئے ایک بڑے سے بڑا زبردست عالم باوجود اپنے عظیم علم و تقویٰ کے ٹینک یا ہوائی جہاز کا استعمال کرنا نہیں جانتا تو اگر ایسے شخص سے یہ کام لیا جائے جو اس سے واقف ہو گو علم دین کا ماہر نہ ہو تو اس میں علماء کی کچھ تنقیص نہیں۔

آپ نے شاید سنا ہوگا کہ غزوہ قسطنطنیہ کی جو بشارت صحیح بخاری کی حدیث میں آئی ہے اس کا امیر لشکر یزید بن معاویہ تھا اور اس کی کمانڈ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ متعدد صحابہ کام کر رہے تھے۔ اس غزوے میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور قسطنطنیہ کے پھاٹک کے قریب دفن کئے گئے۔ تو کیا کوئی مسلمان یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہے کہ حضرت ابوایوب جیسے صحابہ اور ہزارہا تابعین کی موجودگی میں یزید سب سے زیادہ افضل تھا۔ پھر اس کی قیادت میں جنگ کرنا کس طرح ان بزرگ ترین افراد نے قبول کیا۔ اور دور کیوں جایئے خود حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور دوسرے اکابر جمعیت العلماء ہند نے ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ میں شریک ہو کر اسی جناح کی صدارت و قیادت میں کس قدر شدومد سے حصہ لیا اور جس قسم کے بیانات آج اس کے خلاف دئے جا رہے ہیں اس وقت اس کی موافقت میں دیئے۔ حالانکہ یہ سب احوال جو آپ مسٹر جناح اور لیگ والوں کے بیان فرما رہے ہیں اس وقت بھی موجود تھے۔ اب اگر کوئی مسلمان ان کے ساتھ لیگ میں شرکت کرتا ہے تو کیوں مورد اعتراض ہے۔ والسلام

شبیر احمد عثمانی از دیوبند
۶ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۱۲ نومبر ۱۹۴۵ء

☆☆☆

مکتوب حکیم رشید علی صاحب مراد آبادی بنام علامہ عثمانی

مخدومی و مکرمی حضرت مولانا دام مجدکم العالی

السلام علیکم - بندہ ناچیز آپ کے متوسلین میں ہے اور جماعت دیو بند سے منسلک ہے مگر موجودہ سیاسی خلفشار میں سخت پریشان ہے - خدارا میری مدد کیجئے -

اس وقت ان لوگوں کی زندگی بہت تلخ ہے جو علماء سے اپنے دامن کو وابستہ رکھتے ہیں - مغربی تہذیب والے تمام علما کے وقار کو بلا کسی تفریق کے مٹانے اور مذہب کو پامال کرنے میں کوئی دریغ نہیں کرتے - اگر مولانا حسین احمد صاحب کو ہندوؤں کا زر خرید شیخ الہنود کہنے میں بے باک ہیں تو ان کے سیاسی مسلک کے مخالف بڑے سے بڑے مولوی کو اپنی جیب میں بتانے سے نہیں چوکتے - کھلے لفظوں میں " مولوی کا مذہب غلط، یہ گروہ دنیا سے مٹ جانے کے قابل ہے - " کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں - ایسے نازک دور میں آپ جیسے جید عالم، ہمدرد ملت کی بڑی سخت ضرورت ہے کہ ہماری رہنمائی کی جاوے - اس لئے کہ بلا تفریق علما سے نفرت مذہب سے دور ہٹاتی ہے کیا یہ واقعی بات ہے کہ مولانا حسین احمد صاحب اور مفتی کفایت اللہ صاحب جیسے حضرات اپنے ذاتی مفاد کی بناء پر ہندوؤں کے ساتھ ہیں اور ان کی اتباع ہمارے لئے کفر و بے دینی ہے اور وہ اپنے استاد کے مسلک سے ہٹ گئے اور مسٹر محمد علی جناح کی اتباع ہمارے لئے سراسر رحمت ہے اور وہ ہمارے صحیح قائداعظم ہیں اور کسی موقع پر آپ نے قائداعظم کے حد درجہ ایماندار ہونے کا اظہار فرمایا ہے -

امید ہے کہ خدا کے واسطے ان حضرات سے جو مجھ کو پریشان کر رہے ہیں اپنی صحیح رہنمائی فرما کر مجھے نجات دلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا۔ فقط جواب کے لئے لفافہ اس خط میں ہے۔

خادم
حکیم رشید علی (بغیر تاریخ)

☆☆☆

جواب از علامہ عثمانی بجواب حکیم رشید علی صاحب

برادر مکرم دامت مکارمہم۔ بعد سلام مسنون آنکہ کئی روز ہوئے آپ کا خط ملا۔

بیشک بہت سے انگریزی تعلیم یافتہ جن کو دین کی خبر یا دین سے زیادہ لگاؤ نہیں علما کے وقار واقتدا کو پسند نہیں کرتے بلکہ اس کو مٹانے کی سعی میں رہتے ہیں لیکن ان کا یہ حال کچھ ۱۹۴۵ء کے ساتھ خاص نہیں بلکہ سر سید کے زمانے سے چلا آتا ہے اور سیاسی کش مکش بھی بیسیوں برس سے قائم ہے۔ اس کے باوجود آپ کو معلوم ہے کہ حضرت الاستاذ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے مالٹا سے واپسی کے بعد انتہائی شدت مرض کے باوجود علی گڑھ کا سیاسی سفر انہی انگریزی پڑھے ہوئے حضرات کی درخواست پر گوارا فرمایا اور جو خطبہ حضرت کی طرف سے وہاں پڑھا گیا اس میں یہ الفاظ بھی تھے کہ

"اے نونہالان ملت! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غمخوار جس سے میری ہڈیاں پگھلی جا رہی ہیں، مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور سکولوں اور کالجوں میں زیادہ ہیں تو میں نے اور میرے چند احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا۔"

اس کے بعد ۱۹۳۶ء میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور دوسرے بڑے بڑے علماء جمعیت نے پورے زور و شور کے ساتھ مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ میں جو اسی مسٹر محمد علی جناح کی قیادت اور صدارت میں تھی شریک ہو کر لیگ کی انتہائی حمایت شرعی اور سیاسی حیثیت سے

فرمائی جبکہ عامہ مسلمین اس میں اس قدر تعداد میں شریک نہ تھے۔ اس وقت بھی یہی مغرب زدہ لوگ اپنے انہی اعمال و عقائد کے ساتھ پیش پیش تھے۔ اس وقت یہی خیال کیا گیا کہ محمد علی جناح آج کل کی سیاست کا ماہر ہے اور انگریز اور ہندو کی چالوں کو خوب سمجھتا ہے۔ اس لئے کسی نے یہ خیال نہ کیا کہ اس کے ہمنوا مغربی تعلیم یافتہ رفقا کے ذاتی حالات اور شخصی افعال سے تعرض کیا جائے اور ساتھ ہی ادھر سے بھی علما کی شان میں اس قسم کی بے ادبی نہیں کی گئی۔ پھر جب علما ادھر سے کٹ کر کانگریس کے بلا شرط و معاہدہ حامی بن گئے تب لیگی لوگوں نے کانگریس کے ساتھ اس کی حمایت میں غلو کرنے والوں کی برائی بھی شروع کر دی۔ جو علماء ۱۹۳۷ء والے مسلک پر قائم رہے ان کی طرف ان کا روئے سخن نہیں تھا اگر الفاظ میں کبھی عموم ہوا تو وہ ایسا ہی ہوگا جیسے آپ نے مغربی تہذیب والوں کو علماء کے وقار کا دشمن بتلایا ہے۔ حالانکہ مغربی تہذیب والے بھی سب ایسے نہیں۔

پھر اصل چیز اس بات کا دیکھنا ہے کہ ایک طرف اگر علما کے وقار کا سوال ہے تو دوسری طرف انگریز اور ہندو کی ملی بھگت سے ہندوستان میں اسلام اور مسلم قوم کے استقلال و اقتدار کو ایک دائمی خطرہ درپیش ہے بالکل اسی طرح کا بلکہ اس سے زائد جو نہرو رپورٹ کے سامنے آنے پر خود ہمارے علماء کو بڑی شدت کے ساتھ محسوس ہوا تھا۔ اب ضرورت یہ تھی کہ مسلم قوم اور اس کے ملی استقلال کو مضبوط اور مامون بنانے کے لئے سب مسلمان بشمول نیشنلسٹ یکزبان ہو کر اس خطرے کے انسداد کی کوشش کرتے اور علماء کو جو شکایات انگریزی تعلیمیافتہ لوگوں سے ہیں تبلیغ و تفہیم اور جمہور کی اخلاقی طاقت کے ذریعہ انکے ازالہ کی سعی بلیغ عمل میں لاتے۔ اس کا علاج یہ نہ تھا کہ ہم کلمہ گو بھائیوں سے خفا ہو کر کسی دوسری قوم کی گود میں جا بیٹھیں۔ کیا ہم کو انگریز یا ہندو سے یہ توقع ہے کہ اپنی کاربرآری کے سواوہ علماء کی عظمت و احترام کا پاس کریں گے اور ان مغرب زدہ گمراہوں سے زیادہ علماء کے وقار و اقتدار کے قائم کرنے یا بڑھانے کی سعی کریں گے۔ بہر حال میں قواعد شریعت کی روشنی میں حالات حاضرہ پر غور کرنے اور فیمابینی و بین اللہ تعالی سب پہلوؤں پر نظر ڈالنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس وقت صرف مسلم لیگ کے نامزد کردہ امیدوار کو ووٹ دینا چاہئے۔

گویا میں آج اسی موقف میں ہوں جہاں مولانا حسین احمد صاحب اور دوسرے اکابر جمعیت ۱۹۳۷ء میں تھے۔ میرے متعدد مضامین اس سلسلے میں اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں ان میں قدرے تفصیل سے کام لیا گیا ہے اگر جی چاہے تو ان کو دیکھ لیجئے آخر میں عرض ہے کہ یہ

میری اپنی رائے ہے کسی دوسرے کو اس کا پابند کرنا مقصود نہیں جو شخص جس جانب کو اصلح سمجھے اختیار کرلے۔ ہاں میرا مشورہ دریافت کرنے والوں کے لئے یہی ہے میرے حاشیہ خیال میں بھی یہ نہیں آسکتا کہ مولانا مدنی اور حضرت مفتی صاحب محض ذاتی مقاصد کی بناء پر ہندوؤں کے ساتھ ہیں۔ یا ان حضرات کا اتباع معاذاللہ کفر ہے وہ اپنے نزدیک جس چیز کو حق سمجھتے ہیں اسی کے حامی ہیں اور اسی کو اپنے استاد مرحوم کا مسلک سمجھتے ہیں ہاں ضروری نہیں کہ ان کی یہ رائے حق و صواب ہو یا دوسرے لوگوں پر ان کی تقلید واجب ہو۔ والسلام

شبیر احمد عثمانی از دیوبند ۷ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۳۴۵ء

مکتوب مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی بنام علامہ عثمانی

حبیب روڈ۔ لدھیانہ
۱۷ نومبر ۱۹۴۵ء

حضرت استاذ المکرّم علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ جو فتوے ہمارے قتل کے جواز میں کلکتے میں تیار کیا گیا اس پر آپ کے دستخط پڑھ کر کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ اس دنیا میں ہر چیز کی امید کرنی چاہئے۔ آپ کے ان دستخطوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حق بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں ہونا چاہئے۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہونگے۔ والسلام

حبیب الرحمٰن

☆☆☆

Cantonment Public Library (Trust) Rawalpindi Cantt.
Date..........

جواب از علامہ عثمانی بنام مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

برادر محترم! بعد سلام مسنون آنکہ- نوازش نامہ پہنچا

بحمد اللہ اس کے مضمرات کو میں نے سمجھ لیا- اپنے مسلک سیاسی کے خلاف میری نرم سے نرم تحریر کو فتوائے قتل سے تعبیر کرنے کی کوئی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی- کیا عام حالات کا جائزہ لیکر اس پر کوئی رائے قائم کرنا اور زیادہ سے زیادہ مہذب انداز میں اس کا اعلان صرف آپ ہی حضرات کا حق ہے کسی دوسرے کو اس کی آزادی نہیں اور اگر محض تعلقات کی بناء پر یہ شکوہ کیا گیا ہے تو اس کا جواب اگر کبھی ملاقات ہوئی تو زبانی عرض کر دونگا-

اگر میرے طرز عمل سے آپ کو یہ واضح ہو گیا کہ حق بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں کرنا چاہئے تو یقیناً میں اس سے خوش ہوں بشرطیکہ اسی طرز و شان سے حق کہا جائے جس طرح میں نے کہا ہے اگر بد لحاظی کا جواز اس سے نکالا جاتا ہے تو حسبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ المستعان علی ماتصفون- والسلام

العبد شبیر احمد عثمانی- از دیوبند ۱۴ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ
۲۰ نومبر ۱۹۴۵ء

مکتوب مولوی ارشاد الحق صاحب قاسمی بنام علامہ عثمانی

استاذی و مولائی دامت برکاتہم-السلام علیکم

مزاج اقدس-ایک ضروری گزارش کے لئے یہ (عریضہ) ارسال خدمت ہے-امید کہ حضور والا تشفی بخش جواب سے مطلع فرما کر کش مکش اور اضطراب کے تلاطم خیز سمندر سے رہائی دلائیں گے-

سیاسی دنیا میں آج جو کھلبلی اور ہلچل مچی ہے غالباً حضور والا سے بھی مخفی نہ ہو گا-بالخصوص جب سے کہ حضور والا کی طرف منسوب کر کے منجاب مسلم لیگ آئے دن فتاوی، اشتہارات، پوسٹر ہندوستان کے ہر ہر کوچہ و گلی میں چسپاں کئے جا رہے ہیں-ہمارے جیسے علماء پرست اور خاص کر حضور والا سے عقیدت رکھنے والے سخت حیران و پریشان ہیں- جبکہ ہندوستان کے اکابر اور مقتدر علماء کانگریس کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں اور کیا آپ کا یہ ارشاد ہے کہ کانگریس یا جمعیۃ العلماء ہند کو سوائے مسلم لیگ کے کامیاب بنانا سیاستاً اور مذہباً ناجائز ہی نہیں بلکہ مسلمانوں اور اسلام کو سخت نقصان میں ڈالنا ہے یا غلط آپ کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے-

سوالات

۱-(س) سیاسی اعتبار سے حضور کا کیا خیال ہے-

۲-(س) کانگریس یا جمعیۃ العلما کو کامیاب بنانا جائز ہے یا ناجائز ہے ؟

۳-(س) مسلمانوں کا زیادہ فائدہ ان دونوں جماعتوں (میں) سے کس سے زیادہ ہونیکی توقع کی جا سکتی

ہے۔

۴۔(س)اور ہم عقید تمند حضور کس کے ساتھ مل کر کام کریں؟

جوابی لفافہ نیز کاغذ مزید احتیاط کے لئے ارسال ہے۔ امید کہ تلمیذ ناخلف کو مذکورہ بالا سوالوں کے جواب سے مطلع فرماکر ذرہ نوازی فرمائیں گے۔ نیز رفع انتظار کی تکلیف سے بچائیں گے۔ فقط والسلام

ارشادالحق قاسمی بن حکیم مولانا عبدالغفار صاحب ۱۴ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۴۵ء

یوم سہ شنبہ

جواب از علامہ عثمانیؒ بنام مولوی ارشادالحق صاحب تلمیذ عثمانی

برادر عزیز وعلیکم السلام

جواب(۱) بعض اکابر کی حد تک یہ دعویٰ صحیح ہے۔ کل یا اکثر پر یہ حکم نہیں لگا سکتے۔

(۲) یا سے یہ تردید کیسی اس وقت جمعیۃ العلماء کی کامیابی کانگریس کی کامیابی ہے۔

(۳) یہ الفاظ تو (کہ کانگریس یا جمعیۃ العلماء ہند کو سوائے مسلم لیگ کے کامیاب بنانا سیاستاً اور مذہباً ناجائز ہی نہیں بلکہ مسلمانوں اور اسلام کو سخت نقصان میں ڈالنا ہے) میرے نہیں ہیں۔ ہاں یہ ضرور سمجھتا ہوں کہ اس وقت مسلم لیگ کی ناکامی مسلم قوم کے لئے بہت ضرر رساں ہے۔

(۴) اوپر جواب گزر چکا (یعنی حضرت عثمانی کے نزدیک مسلم لیگ میں شرکت ہی بہتر ہے۔

(۵) اس وقت مسلم لیگ کی کامیابی سے زیادہ توقع ہے۔

(۶) جدھر آپ کا قلب غور وفکر اور اخلاص نیت کے ساتھ حکم کرے۔ میں اپنا خیال عرض کر چکا۔ ظاہر ہے میں خود وہی بتاؤں گا جو خود اچھا سمجھتا ہوں۔

شبیر احمد عثمانیؒ از دیوبند

(بغیر تاریخ)

☆☆☆

مکتوب دوم حکیم رشید علی مراد آبادی بنام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی

مخدومی و محترمی دام مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱- میں اپنے عریضے کے جواب کی یاددہانی کے لئے لکھ رہا تھا کہ حضور کا گرامی نامہ پہنچا جس کا بہت بہت شکریہ مخدومی خداوند جل شانہ کو گواہ بنا کر عرض کرتا ہوں کہ جس طرح ایک شاگرد اپنے استاد سے شبہات بیان کر کے جواب کا متمنی ہوتا ہے میں بھی صرف طلب حق کی خاطر پیشوائے دین سمجھتے ہوئے امید رکھتا ہوں کہ میرے خدشات کا تسلی بخش جواب عنایت فرماوینگے- اگرچہ میری نااہلی سے میرا طرز تحریر آپ کی شان کے موزوں نہیں ہے مگر آپ کے برگزیدہ اور باخدا انسان ہونے سے اپنی گستاخی کی معافی کا امیدوار ہوں اور تسکین قلب کا متمنی اور دعا کا طالب ہوں-

۲- میں نے اس سلسلے میں ایک تحریر مولانا زکریا صاحب مظاہر علوم سہارنپور کی خدمت میں بھیجی تھی- ان کے جواب کی نقل مع اس تحریر کے آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں دونوں کو ملاحظہ فرما کر اس خلجان کو دور فرماویں گے کہ آپ دونوں حضرات ہندوستان کی مایہ ناز ہستیوں میں سے ہیں اور دونوں کانگریس سے کنارہ کش- وہ لیگ کی تائید کے خلاف اور آپ موافق تو قول راجح کی کیا دلیل ہے- علاوہ ازیں مندرجہ ذیل سوالات بھی پریشان کن ہیں-

نمبر ۱ مسلم لیگ کے ۱۹۳۷ء میں تمام کے تمام گورنمنٹ کے بہت مخالف تھے اور اب

سارے کے سارے حتی کہ حکام تک ان کی حمایت اور مدد کر رہے ہیں۔ یو۔ پی کے جس قدر امیدوار اس وقت لیگ کی طرف سے ہیں وہ خالص ٹوڈی ہیں، جو کھٹکتا ہے اور حضرت شیخ (مولانا محمود حسن صاحب) نوراللہ مرقدہ جس درد میں پگھل رہے تھے اس درد کے درماں جو اس وقت نظر آرہے تھے وہ ہی فرزند اس طاقت کی حمایت میں سرگرم ہیں کیا ایک فرد بھی ہندوستان کے کسی کونے میں ایسا ہے جو حکومت کا نور نظر ہو اور مسلم لیگ سے باہر جو باہر نظر بھی آویں وہ مسلم لیگ کے پاکستان کے حامی۔ اختلاف صرف شخصی اقتدار کا ہے پالیسی کا نہیں۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے اپنے خطبہ صدارت ۱۹۲۰ء میں اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن انگریز قرار دے کر ترک موالات کو فرض قرار دیا مگر آج انگریز کا سایہ ضروری ہے اور اسی خطبے میں اشتراک ہند اور استخلاص وطن کے لئے جائز اور آج جو اشتراک کرے وہ بے دین اور غدار اور یہی مضمون حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انکے بعد رہا اور یہی بیان مولانا حسین احمد صاحب کا ہے۔ ۱۹۲۰ء میں جن سے امید تھی وہ دشمن کے ساتھی ہو گئے۔ بڑے دشمن کے خلاف چھوٹے دشمن پر گرفت کرنے والا سرگرم عمل اس وقت کون ہے۔

نمبر ۲۔ مسلم لیگ کے مسلک کے ماتحت ہمارے علاقے میں خالص ہندو حکومت پر بخوشی رضامندی ہوتی ہے پاکستانی علاقے میں عوام کی حکومت ہوگی جس میں ۴۵ فیصدی غیر مسلم ہونگے اور حکومت کا اقتدار فاسق کے قبضے میں۔ حضرت اسمٰعیل شہیدؒ منصب امامت کے صفحہ ۹۶-۹۷ میں اس قسم کی اسلامی حکومت کے خلاف آواز اٹھانے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ اس حالت میں پاکستان اور غیر پاکستان دونوں برابر ہیں۔ اس کے خلاف دوسری جماعت جو فارمولا پیش کرتی ہے۔ وہ بحوالہ نقل اخبار مدینہ منسلکہ تحریر میں ہے ملاحظہ فرماویں۔

نمبر ۳۔ یہ تمام دشواریاں برداشت کی جاسکتی ہیں حضرت مفتیؒ صاحب اور مولانا حسین احمدؒ صاحب اور فتوائے دارالعلوم دیوبند کے ہوتے ہوئے آپ کے فرمان کے مطابق ووٹ لیگ کو دیا جاسکتا ہے۔ اگر صرف اس قدر ہماری دلجمعی ہو جائے کہ کم از کم آپ کی رائے کو قانون ساز مجلس میں شرعی نقطہ نظر سے پورا پورا دخل ہوگا کیا اس قسم کا آپ سے آپ کی تائیذ سے پیشتر مسٹر محمد علی جناح نے کوئی وعدہ کر لیا ہے اور ان کا یہ وعدہ مولانا مدنی کے ساتھ جیسا وعدہ تو نہیں ہے۔

ان خدشات کا جواب آپ کے مضامین اخبار میں نہ پاتے ہوئے تکلیف دے رہا ہوں اور آپ کی ذات سے قوی امید رکھتا ہوں کہ جلد جواب عنایت فرما کر مشکور فرماویں۔

حکیم رشید علی محلّہ کسرول مراد آباد
۱۰ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۴۵ء بروز جمعہ

جواب از علامہ عثمانی بجواب مکتوب دوم حکیم رشید علی

السلام علیکم!

نمبر ۱- مگر اس خط کی طرز تحریر اور اسپرٹ وہ نہیں جو پہلے خط کی تھی ہر ایک پڑھنے والا اس کا اندازہ کر سکتا ہے-

نمبر ۲- مولانا (محمد زکریا صاحب) کے خط میں دلائل کونسے ہیں محض ایک رسالے کا حوالہ دیا ہے- دلائل سامنے ہوں تو ترجیح کی بحث ہو- میرے متعدد مضامین اس سلسلے میں چھپ چکے ہیں ان میں بہت سے شبہات کا جواب موجود ہے-

نمبر ۳- جن کو آج گورنمنٹ پرست کہا جاتا ہے اور وہی اکابر لیگ سمجھے جاتے ہیں انہی کی قیادت و سیادت اس وقت تھی- مسٹر جناح، نواب اسمٰعیل خاں صاحب، راجہ محمود آباد- چودھری خلیق الزمان اور سر ظفر اللہ خاں قادیانی سب اس میں شریک تھے ان میں سے اکثر آج اس کے قائد ہیں بلکہ بڑے بڑے کانگریسی زعما بھی ادھر سے ٹوٹ کر لیگ میں آچکے ہیں اور عامہ مسلمین کی جو تعداد آج اس میں شریک ہے- ۱۹۳۷ء میں اس کا عشر عشیر بھی شریک نہ تھے- پھر جب مولانا حسین احمد صاحب اور مفتی صاحب وغیرہ اکابر علماء اس میں شریک ہوئے اور اسی کی کمانڈ میں الیکشن لڑایا اس کے ایک ماہ بعد ہی وہ سب جو حکومت کے مخالف تھے حکومت پرست بن گئے اور اگر بالفرض ایسا ہوا تو عوام مسلمین کی طاقت نیز افہام و تفہیم سے ان کو راہ راست پر لانے یا

علیحدہ کرنے کی کوشش کیوں نہ کی۔ عوام تو بہر حال علماء کے ساتھ تھے ان کو لاکھوں کی تعداد میں ۲۔ (دو آنے) والا ممبر بنا کر اپنی کثرت سے حسب آئین ان کو مجبور کرتے کہ وہ سیدھے چلیں یا علیحدہ ہو جائیں آخر کانگریس سے وہ کیا امید رکھتے ہیں کہ مٹھی بھر مسلمان تمام غیر مسلم عناصر کو مسلم مفاد کے حق میں سیدھا رکھ سکیں گے وار دھا سکیم کی مذمت تمام مسلم جماعتوں نے بالاجماع کی آج تک کانگریس سے اس کی تنسیخ نہ کرا سکے۔

نمبر ۴۔ کیا اس کا ثبوت دے سکتے ہیں کسی ایک آدھ مقام کا جزئی ذکر نہیں دوسرے لوگ یہ کہتے ہیں کہ حکام اس وقت ہندوؤں کی مدد پر ہیں جب آپ اس کا ثبوت پیش کریں گے کہ عموماً حکام یا حکومت لیگ کی مدد کر رہی ہے تو اس کے مخالف دعویٰ رکھنے والے بھی ایسا ثبوت پیش کرنے سے قاصر نہ رہیں گے۔

نمبر ۵۔ ٹوڈی کی تعریف کیا ہے؟ اس تعریف کے مطابق آپ اس کا ثبوت پیش کیجئے کہ سب امیدواران لیگ ٹوڈی ہیں۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ لیگ کی حمایت کرنے کا ان کی طرف سے ایک باعث یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پچھلے ڈھائی سالہ عہد وزارت میں ہندوؤں نے جو مظالم فخیمہ مسلمانوں پر کئے وہ ناقابل برداشت تھے اور ہندو اس وقت عریاں ہو کر اپنی اصلی ذہنیت کا مظاہرہ کرنے لگے نیز یہ بالکل واضح ہو چکا کہ ہندو قوم یہ چاہتی ہے کہ ملک کو پوری آزادی ملے یا نہ ملے لیکن مسلمانوں کے گلے سے اکثریت کی غلامی کا طوق کبھی اور کسی جگہ نہ نکلنے پائے۔ اس لئے ان لوگوں نے مسلم لیگ میں شامل ہونا پسند کیا۔

نمبر ۶۔ معلوم ہوا کہ اگر صحیح سیاسی مصلحت کے لئے ان مغربی تہذیب والوں کے ساتھ مل کر کام کیا جائے تو بقول آپ کے علماء کے وقار واقتدار کے دشمن ہیں تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ لیگ کے حامی یہ کہتے ہیں کہ اب وہ درد جس سے شیخ الہند بے چین تھے دگنا ہو گیا ہے۔ پرانا درد تو جوں کا توں رہا اور نیا درد مسلمان کے پہلو میں ہمسایہ قوم کی طرف سے اٹھا ہے جو چاہتی ہے کہ انگریز کی اتالیقی اور نگرانی میں مسلمانوں کو دائماً انگریز کے ساتھ اپنی اکثریت کا غلام بنائے رکھا جائے۔

شملہ کانفرنس کے بعد یہ چیز بالکل نمایاں ہو چکی ہے اب اگر حضرت شیخ زندہ ہوتے تو پہلے سے زیادہ ان مسلمانوں کا تعاون حاصل کرتے جو بقول آپ کے علماء کے اقتدار کے دشمن ہیں۔

نمبر ۷۔ ایک طرف سے تمام مسلمانوں کی نیتوں پر حملہ کرنا مناسب نہیں۔ پاکستان کی حمایت تو وہ کرے گا جو کانگریس اور حکومت دونوں کے نقطہ نظر سے علیحدہ ہوگا۔ کیا موجودہ

وائسرائے بہادر کی کلکتہ اور راولپنڈی والی تقریریں آپ نے نہیں پڑھیں جن میں اسی نقطہ نظر کی تائید کی گئی ہے جو کانگریس کا ہے یعنی وحدانی حکومت۔

نمبر ۸۔ محض رجماً بالغیب (انکل پچو بات) دعویٰ بے دلیل سے کوئی شخص قائل نہیں ہو سکتا۔ تمام ذمہ داران لیگ کی تقریریں اور لیگ کا نصب العین پڑھیئے تو اس دعوے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

نمبر ۹۔ ایسے بے دلیل دعوے کرتے چلے جانا ایک حق پسند کے لئے زیبا نہیں۔ استخلاص وطن کی مساعی سب کے نزدیک ضروری ہیں۔ مگر ساتھ ہی مسلم قوم کا استخلاص بھی ضروری ہے لیگ کہتی ہے کہ کانگریس آج پاکستان کا منصفانہ مطالبہ تسلیم کرلے پھر کل ہی آپس میں معاہدہ کر کے استخلاص وطن کے لئے مل کر جنگ کریں اس میں مسلمان کسی سے پیچھے نہ رہیں گے۔

نمبر ۱۰۔ جواب نمبر ۹ سے واضح ہوگا کہ ہندو کی طرح مسلمان قوم بھی اپنا ایک آزاد مرکز چاہتی ہے اسی کے ساتھ وطن کی آزادی میں پورا تعاون کرنے بلکہ آگے بڑھنے کے لئے تیار ہے اس طرح -یا یاں نیک دونوں دشمنوں سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ایک کو نکال کر دوسرے کی یا بیک وقت دونوں کی دائمی غلامی میں رہنا نہیں چاہتی۔

نمبر ۱۱۔ کیا مولانا شہید اسے پسند کرتے ہیں کہ تمام ہندوستان کی مخلوط مرکزی حکومت میں ۴۵ (پینتالیس) فیصدی نہیں بلکہ غیر مسلم چالیس میں سے تیس ہوں۔

نمبر ۱۲۔ اس کا مفصل جواب اور جمعیۃ کے فارمولا پر بحث میرے تازہ مضمون میں جو ابھی چند روز ہوئے منشور وغیرہ میں چھپا ہے ملاحظہ کر لیا جائے۔

نمبر ۱۳۔ تمام ذمہ داران لیگ کے بہت سے اعلانات اس بارے میں ہو چکے ہیں کہ ہمارا پروگرام قرآن کریم ہے اور خالص شرعی معاملات میں سنیوں کے علماء اور شیعوں کے مجتہدین کا فیصلہ مقدم رکھا جائے گا۔

میں اپنی ذاتی رائے کا پابند کسی کو نہیں کر سکتا اگر وعدہ خلافی کریں گے تو کانگریس سے کون عہود مواعید کی پابندی کرا سکتا ہے۔ اس سے کچھ زیادہ ہم مسلمانوں کے وعدوں کا اعتبار کر سکتے ہیں۔ پھر مولانا سے کیا وعدے کئے تھے جن کی خلاف ورزی کی گئی۔ اب اگر کانگریس اپنے وعدوں کی خلاف ورزی کرے تو وہاں کیا کریں گے۔

ازراہ کرم میرے سب مضامین مطبوعہ کہیں سے حاصل کر کے مطالعہ فرمالیں ورنہ اتنا وقت میرے پاس نہیں کہ ایسے ایسے لمبے خطوط کا ہر ایک کو جواب علیحدہ علیحدہ لکھ کر بھیجا کروں اور اس کی نقول رکھوں۔ (والسلام)

(شبیر احمد عثمانی از دیوبند ۱۶ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۲۲ نومبر ۱۹۴۵ء

مکتوب مولانا عبدالحنان صاحب مظاہری بنام علامہ عثمانی

محترم المقام جناب مولانا صاحب زاد مجدہ

السلام علیکم - اخبارات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب والا مسلم لیگ کی حمایت کر رہے ہیں اور لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو سفینہ نجات اور پاکستان کو اقرب الی الشریعت متصور فرماتے ہیں - مجھے کسی طرح یقین نہیں آتا کہ جناب والا جیسا متبحر عالم ایسا بیان شائع کرے گا - میرا خیال ہے کہ لیگ والے اپنے پروپیگنڈے کے لئے بالکل فرضی بیانات جناب کی طرف منسوب کر کے اخبارات میں شائع کرتے رہتے ہیں - چند دیندار مسلمانوں کی رائے ہوئی کہ جناب والا سے براہ راست خط و کتاب کر لی جائے تاکہ جناب کے خیالات صحیح طور پر معلوم ہو سکیں -

جناب کو معلوم ہوگا یہ مسلم لیگ وہی ہے جس کے صدر مسٹر محمد علی جناح نے کلکتہ کے ایک عظیم الشان جلسے میں فخریہ طور پر فرمایا تھا کہ میں نے اس ناپاک جماعت کے وقار کو ختم کر دیا جو اپنے آپ کو علما کہتی ہے - جناح صاحب کی یہ تقریر لیگی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے - جناب اس سے ضرور واقف ہونگے - یہ مسلم لیگ وہی ہے جس کے مشہور و معروف رہنما نواب محمد اسمعیل خاں لیڈر مسلم لیگ پارٹی یو - پی نے شریعت بل کی مخالفت کی اور نائب امیر شریعت صوبہ بہار

حضرت مولانا محمد سجاد صاحب مرحوم سے فرمایا تھا کہ کیا آپ شریعت بل پاس کر کے ہم لوگوں کو مسجد کی چٹائی توڑنے والے ملاؤں کا محتاج بنانا چاہتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ہماری جماعت آپ لوگوں کو ایسا موقع نہیں دے سکتی۔ کیا ان مصدقہ واقعات کے ہوتے ہوئے کوئی غیرت مند عالم مسلم لیگ میں شامل ہو سکتا ہے یا اس کی حمایت کر سکتا ہے۔

پاکستان کی تشریح مسٹر جناح اور نواب زادہ لیاقت علی خاں کے بیانات کے مطابق یہ ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبہ پنجاب، سرحد، سندھ، بلوچستان کی حیثیت ایک ریاست کی ہو گی اور اس میں موجودہ طرز کی جمہوری حکومت ہو گی۔ ہندو اور مسلم دونوں کو تناسب آبادی کے اعتبار سے میونسپل بورڈ، ڈسٹرکٹ بورڈ نیز اسمبلی وغیرہ میں ممبری نیز ملازمتیں ملیں گی۔ اس صورت میں مسلمانوں کی مجموعی تعداد ۶۵ فیصدی ہو گی اور ہندوؤں کی ۳۵ فیصدی۔ برخلاف اس کے بہار، یو۔پی، سی پی، بمبئی، اڑیسہ، آسام میں مسلمانوں کی مجموعی تعداد ۷ یا ۸ فیصدی ہو گی۔ بین الاقوامی جمہوری قانون کی بنا پر مسلم پاکستان، ہندوؤں کو راضی کرنے کے لئے مجبور ہے۔ بغیر ان کو رضامند کئے ہوئے وہ حکومت نہیں کر سکتے کیوں کہ ان کی تعداد وہاں ۳۰ فیصدی سے زائد ہو گی برخلاف اس کے ہندو ہندوستان میں مسلمانوں کو راضی کرنے کے لئے مجبور نہیں ہے کیونکہ اتنی غیر موثر اقلیت کی رضامندی کے بغیر حکومت چلائی جا سکتی ہے اس وقت جبکہ صوبہ یو۔پی میں ۲۵ فیصدی ملازمتیں گورنمنٹ کے تمام محکموں میں مسلمانوں کو مل رہی ہیں تو مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہو رہی ہے۔ جب صرف ۷ فیصدی ملازمتیں ملیں گی تو کیا حالت ہو گی کیا یہ صورت مسلمانوں کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔ کیا ایسی صورت میں پاکستان کو اقرب الی الشریعت کہا جا سکتا ہے۔

بعض مخلص مسلمانوں کا یہ فارمولا کہ مرکز ایک ہو لیکن ممبران ۴۵ فیصدی ہندو ۴۵ فیصدی مسلمان ۱۰ فیصدی اچھوت وغیرہ ہوں اور کوئی تجویز ایسی پیش نہ ہو جو کسی کی تہذیب اور مذہب کے خلاف ہو اور جب تک ۲۔۳ مسلم ممبر اس کی حمایت نہ کریں اس پر بحث نہ ہو سکے کیا آپ کے نزدیک یہ فارمولا سفینہ نجات نہیں بن سکتا۔

مہربانی فرما کر جواب سے جلد مطلع فرمائیے۔ مسلمان گورکھپور جواب کے لئے بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔ والسلام

عبدالحنان مظاہری
محلہ قاضی پور شہر گورکھپور

☆☆☆

جواب از علامہ عثمانیؒ بنام مولانا عبدالحنان صاحب "مظاہری"

(فاضل مظاہر العلوم سہارنپور)

۱- وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

۲- وہ بیانات میرے ہیں محض پروپیگنڈا نہیں- البتہ الفاظ میں کچھ اختصار ہو گیا ہے اصل الفاظ یہ ہیں کہ (اس وقت مسلم لیگ کو مسلمانوں کے قومی و سیاسی استقلال کے لئے سفینہ نجات تصور کرتا ہوں)

۳- اس کی تشریح بھی بعد میں لیگ والوں کی طرف سے ہو چکی ہے کہ اس سے تمام مراد نہیں خاص قسم کے علماء مراد ہیں

۴- جی واقف ہوں- مگر اس کا علاج یہ تھا کہ علمائے جمہور کی طاقت لے کر لیگ میں شامل ہوتے اور اپنا اقتدار منواتے اور عوام کی طاقت سے ایسے لوگوں کو ان عہدوں سے ہٹا کر خود لیگ پر قبضہ کرتے نہ یہ کہ اسلامی مفاد کو پس پشت ڈال کر کفار کو اپنا بطانہ (رازدار دوست) بنالیں-

۵- یہ تقریر میں نے نہیں پڑھی- اگر صحیح ہو تو اس کا جواب وہی ہے جو نمبر ۴ میں گزرا اور اب انہی صاحب کی وہ اپیل پڑھئے جو منشور مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۴۵ء میں شائع ہوئی ہے- نیز وہ پیغام جو جمعیۃ العلما اسلام کلکتہ کو انہوں نے بھیجا ہے اور مسلم لیگ کے دستور اساسی کی ابتدائی دفعات بھی ملاحظہ کر لیجئے-

۶- نواب زادہ کی اس تقریر کا کٹنگ میرے پاس بھیج دیجئے پھر یہ شخصی رائے ہے مسلم لیگ کا پاس کیا ہوا ریزولیشن نہیں- اصل چیز دیکھنے کی یہ ہے کہ تمام پاکستانی صوبہ جات کا ایک مستقل مرکز ہو گا جو پورے پاکستان کا دستور بنائے گا- اسی دستور اساسی کے تحت صوبے کام کریں گے اس مرکز میں پاکستان کی مجموعی تعداد کے اعتبار سے یہ نسبت نہیں رہے گی، وہاں تقریباً سات اور ڈھائی کا تناسب ہو گا-

اقرب الی الشریعۃ اس لئے کہا گیا ہے کہ پاکستان کی بنا جغرافیائی تقسیم پر نہیں بلکہ مسلمانوں کو ایک مستقل قوم تسلیم کر لینے پر ہے- وہ من حیث القوم دوسری قوم سے مساویانہ معاہدات کرے گی اور دونوں قومیں انہی معاہدات کے تحت اپنے اپنے ہاں انتظامات کرنے پر مجبور

ہونگی۔ دو قوموں کے معاہدات میں عدد کی قلت و کثرت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ پھر پاکستان کے متصل ایسے ملک ہیں جن سے آزاد پاکستان معاہدات کر کے زیادہ سے زیادہ قوت حاصل کر سکتا ہے۔

۷۔ اس کا جواب میرے اس مضمون میں موجود ہے جو منشور (اخبار) ۲۱ نومبر ۱۹۴۵ء میں چھپا ہے۔ (جو سب سے پہلے مکتوب بنام سعید الدین صاحب بہاری میں موجود ہے)

شبیر احمد عثمانی

۱۷ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۲۳ نومبر ۱۹۴۵ء

☆☆☆

مکتوب مولوی احمد اسمٰعیل صالح صاحب بوڈھان سائن ضلع سورت بنام علامہ عثمانی

۱۸ نومبر ۱۹۴۵ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم المقام زید مجدکم۔ مزاج شریف۔ بعد تحیۃ مسنونہ حضرت اقدس میں گزارش آں کہ۔ اس موجودہ دور میں ہندوستانی مسلمان جس سیاسی کش مکش میں گھرے ہوئے اور وہ ہر اس حباب کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہے جو اس کو نظر آتے ہیں۔ ایسی حالت میں ایک سنجیدہ مسلمان اور راہ حق کے متلاشی کو کیا کرنا چاہئے اس کے متعلق حضور والا سے چند استفسار بطور آگاہی حقیقت حال اور یافتن راہ حق دریافت کرنے کی جرات کرتا ہوں حضور والا کی ذات گرامی سے امید قوی ہے کہ گم گشتہ راہ حق کی راہنمائی فرمائیں گے۔

استفسارات

کیا حضور والا نے کوئی بیان بنام جمعیۃ العلماء اسلام کلکتہ ارسال فرمایا ہے اور آیا اس میں اس قسم کا مضمون بھی سپرد قلم کیا ہے کہ جمعیۃ علماء ہند کا وہ نصب العین جس کا وہ اظہار کر رہی ہے وہ کوئی برا نصب العین نہیں تھا اور نیز اس کی تاریخی قربانیاں بھی اوراق تاریخ میں ایک نمایاں شان

رکھتی ہیں مگر آج اس پر جو کچھ شکوک و شبہات کئے جارہے ہیں وہ اس کی پچھلی چند سالہ روایات کی بنا پر ہے۔ اب گزارش حضرت والا سے ہے کہ کیا اس قسم کا بیان آپ نے جاری فرمایا ہے اگر ہے تو پھر دریافت طلب امور یہ ہیں کہ کیا اس کی پالیسی میں یا اس کے نصب العین و دستور اساسی میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ ہوئی ہے۔

آیا حضرت مولانا حسین احمد صاحب یا حضرت مفتی صاحب (مفتی کفایت اللہ) یا مولانا احمد سعید صاحب وغیرہم کی اس پالیسی میں جو حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز کی موجودگی میں تھی اس میں ردوبدل ہوا ہے۔

حضور والا آج جس پاکستانی سکیم کو ہمارے سامنے کبھی اسلامی حکومت کی شکل میں اور کبھی جمہوری حکومت کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے آیا وہ مسلمانان ہند کے لئے شرعی اور جغرافیائی حیثیت سے مفید ہے یا مضر۔

اگر یہ مضر ہے تو پھر اس مضمون کا کیا جو اسی مذکور الصدر بیان میں موجود ہے کہ پاکستان کے بغیر اسلامی ہند کی آزادی ممکن نہیں اور ہندوستان کا علاج بھی پاکستان ہی ہے۔

حضرت محترم مسلمانوں کی سیاسی و مذہبی رہنمائی وہ شخص کر سکتا ہے یا مسلمانوں کا لیڈر وہ شخص بن سکتا ہے جو اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ اور اتباع شریعت میں کوسوں پیچھے دور ہو۔ یا وہ شخص جو متبع شریعت اور اسلامی روایات اور اصول کا پابند اور آشنا ہو۔ اگر یہ ثانی الذکر ہو سکتا ہے تو پھر ہم اس چیز کے دریافت کرنے کی جرات کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کا رہنما اور لیڈر مسٹر جناح بن سکتے ہیں یا مولانا حسین احمد صاحب

امید ہے کہ حضرت والا جواب باصواب سے جلد از جلد نوازتے ہوئے شکر گزاری کا موقع عنایت فرمائیں گے اور بہتر ہوگا اسی کاغذ میں جوابات تحریر فرما کر ارسال فرمائیں گے۔

احمد اسماعیل صالح

بوڈہان سائن ضلع سورت

☆☆☆

جواب از علامہ عثمانیؒ بنام مولانا احمد اسمٰعیل صاحب

جواب نمبر ۱- میں نے روایات کا لفظ نہیں لکھا بلکہ طرز عمل لکھا ہے-

نمبر ۲- نصب العین یا دستور اساسی اور طرز عمل کیا ایک ہی چیز ہیں ؟ شیخ الہندؒ کا ہر وہ طرز عمل نہ تھا جو آج کل جمعیۃ العلاء دہلی کا ہے-

نمبر ۳- میں اپنے مشاہدات کی بناء پر یقین رکھتا ہوں کہ جو طرز عمل آج جمعیۃ علما کا ہے ہر گز حضرت شیخ الہندؒ کا نہ تھا- وہ (معاذاللہ) ہندو اکثریت کی دُم کبھی نہیں بنے نہ انکا تابع مہمل بن کر رہے- وہ تو غالباً کانگریس کے ۴ (چار آنے) والے ممبر بھی نہ تھے ان کے آخری پیغام صدارت کو دیکھئے جو وفات سے نو دن پہلے جمعیۃ العلما کے اجلاس دہلی میں پڑھا گیا تھا اس سے دو قوموں کا نظریہ بھی سمجھ میں آجائے گا-

نمبر ۴- میرے نزدیک مفید ہے-

نمبر ۵- یہ الفاظ میرے بیان میں نہیں- اصل الفاظ نقل کرنے چاہئیں تب جواب دیا جاسکتا ہے-

نمبر ۶- خالص مذہبی حیثیت میں مولانا سے مسٹر جناح کا مقابلہ نہیں کیا جارہا ہے- اصل چیز یہ ہے کہ آج کل دنیا کی سیاست اسلامی سیاست نہیں بلکہ یہ سیاست بہت ہی گہرے اور باریک اصول مکر و کید پر مبنی ہے اس کا توڑ وہ کر سکتا ہے جو پہلے ان آئینی چالوں کو سمجھ لے اس اعتبار سے بکثرت مسلمانوں نے مسٹر جناح کو آگے رکھا ہے کہ وہ انگریز اور اس کے شاگرد ہندو کی چالوں اور ان کے داؤ پیچ کو بخوبی سمجھتا ہے اور ان کا مکر و کید ان ہی کی طرف لوٹا دیتا ہے اگر یزید کی

قیادت میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ وتابعین غزوہ قسطنطنیہ میں کام کر سکتے ہیں تو یہاں کے مسلمان مسٹر جناح کی قیادت میں کیوں یہ سیاسی کام نہیں کر سکتے۔ والسلام

شبیر احمد عثمانی ۱۷ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۲۳ نومبر ۱۹۴۵ء

Cantonment Public Library (Trust) Rawalpindi Cantt. Date..........

☆☆☆

مکتوب مولوی عبدالاحد صاحب قاسمی نمبر ۷ پورب لین چوک بازار ڈھاکہ بنام علامہ عثمانی

حضرتنا المطاع! زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج کل سیاسی بحران کے پر فتن دور میں علماء کرام کے معمولی سے معمولی اختلاف کو جو حیثیت دے دی گئی ہے وہ حضرت والا سے یقیناً مخفی نہیں ہے۔

بناءً علیہ قلبی اطمینان کے لئے حسب ذیل امور دریافت طلب ہیں للہ جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عطا فرمائیں۔

نمبر ۱۔ کیا مولانا حسین احمد صاحب نے گاندھی کی پالیسی کو جمعیۃ العلماء کا نصب العین بنالیا؟

نمبر ۲۔ جمعیۃ العلماء اسلام کے نام سے جو جمعیۃ کلکتہ میں قائم ہوئی ہے کیا اس کا مسلک وہی ہے جو حضرت سیدنا الامام شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا تھا؟

نمبر ۳۔ کیا حضرت والا مسلم لیگ کے ممبر نہیں؟

نمبر ۴۔ قومی مدارس اسلامی (جو برطانیہ کی تائید سے مبرا ہیں) کو چھوڑ کر برطانیہ کے ماتحتی اداروں میں (جہاں اعلانیہ فسق وفجور کا شیوع طلبہ واساتذہ میں ہوتا ہے) حدیث پڑھانے پر مقرر ہونا کیا اکابر دیوبند کے نزدیک مستحسن نہیں ہے۔

نمبر ۵۔ ڈھاکہ کی جمعیت جو چند سال سے جمعیۃ علماء ہند کے ماتحت کام کر رہی ہے اس کے بارے میں از روئے شریعت اسلام حضرت والا کیا فرماتے ہیں کہ وہ جمعیۃ علماء اسلام کلکتہ کے ساتھ متعلق ہو جائے یا پرانی جمعیۃ علمائے ہند ہی کے ساتھ تعلق رکھے۔

نمبر ۶ - حضرت مولانا ظفر احمد صاحب مد ظلہ کے بارے میں عام طور پر افواہ ہے کہ وہ حکیم الامت تھانوی کے اب خلیفہ نہیں رہے - کیونکہ حضرت نے خلافت چھین لی تھی کیا اس کی کچھ اصلیت ہے ؟

یہ چند شبہات تھے جو پیش خدمت کئے گئے - آستانہ عالیہ سے امید ہے جواب سے جلد سرفراز کیا جاؤں -- والسلام

عبدالاحد

☆☆☆

جواب از علامہ عثمانی بنام مولوی عبدالاحد صاحب

(السلام علیکم - بعد سلام مسنون)

نمبر ۱ - نصب العین تو نہیں لیکن عملاً اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ جمعیۃ بالکل کانگریس کے تابع ہے اور کانگریس کا گاندھی جی کی پالیسی پر چلنا کسی عاقل سے مخفی نہیں -

نمبر ۲ - بنیادی حیثیت سے صحیح مسلک وہی ہے ہاں جو صورت حالات اب ہے اس وقت وہ نہ تھی اس لئے جزماً (یقینی طور پر) دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ اب اگر زندہ ہوتے تو کیا طریق کار اختیار کرتے -

نمبر ۳ - ممبر نہیں

نمبر ۴ - یہ حالات و مصالح کی رعایت سے حکم لگا سکتے ہیں - عام حکم نہیں دیا جاسکتا - کسی مفتی سے مفصل فتویٰ منگالیں -

نمبر ۵ - یہ آپ حضرات کی صوابدید پر ہے سوچ سمجھ کر جو جانب آپ کو اصلح اور مسلمانوں کے لئے انفع معلوم ہو وہ اختیار کیجئے -

نمبر ۶ - مجھے اس کی کوئی تحقیق نہیں - حضرت تھانویؒ کے دوسرے خلفاء وغیرہ سے معلوم کر لیجئے -

شبیر احمد عثمانی
۱۸ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ
۲۴نومبر ۱۹۴۵ء

مکتوب بشیر الدین احمد صاحب میرٹھ شہر بنام علامہ

محترمی و معظمی قبلہ جناب حضرت مولانا صاحب دام فیوضہم

التماس خدمت (ہے) جناب کے نام سے میں نے ایک اشتہار پڑھا جو کہ ہمراہ رکھتا ہوں۔ مجھ کو یقین نہیں آیا کہ آپ کی طرف سے یہ اشتہار شائع ہوا ہے۔ یقین کامل حاصل کرنے کے لئے جناب کو تکلیف دے رہا ہوں۔

آپ نے پورے یقین کے ساتھ مسلم لیگ کو ووٹ دینے کی دعوت فرمائی ہے آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں خود ۱۹۴۴ء تک مسلم لیگ میں کام کرتا رہا ہوں اور مجھ کو ان سروں اور خان بہادروں اور سرمایہ داروں کی حالت کا بہت اچھی طرح پتہ ہے اور جو ان کا مقصد ہے خوب جانتا ہوں میں اکثر لاہور رہتا ہوں اور حالات دیکھتا ہوں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں کانگریسی نہیں ہوں۔ میں مسلم لیگ کے بعد سے مجلس احرار اسلام کا ایک ادنیٰ خادم ہوں جو کسی بھی غیر مسلم کو اپنے میں ملانا اپنا پروگرام نہیں رکھتی اور حکومت الٰہیہ اس کا مقصد ہے جس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ مجلس احرار چاہتی ہے کہ مسلمان ایک پلیٹ فارم پر آجائیں اور حکومت الٰہیہ کو قائم کریں جس کے بغیر مسلمان زندہ نہیں رہ سکتا۔ خدا کے واسطے جواب سے مستفیض فرمائیں کہ کیا واقعی آپ نے مسلم لیگ کی جانچ پڑتال کی ہے۔ آپ ٹھیک خیال سے آگاہ فرمائیں مجھ کو آپ پر پورا پورا اعتبار ہے میں سمجھتا ہوں کہ شاید مجھ کو کچھ سمجھنے میں غلط فہمی ہو۔

آپ کے ان بیانات سے مسلمان عجیب پریشانی میں پڑ گئے ہیں-ایک طرف آپ ہیں اور دوسری طرف آپ کے بھائی (مولانا حسین احمد)مدنی صاحب ہیں- یہ چیز مسلمانوں میں بہت اختلاف برپا کر رہی ہے سادہ لوح مسلمان کا دماغ پریشان ہے کس کی مانی جائے- دونوں عالم اور مولانا-جواب جلد عنایت فرمائیں- آپ کا ناچیز خادم

احقر بشیر الدین احمد
عقب تحصیل مکان نمبر ۱۵۱-۵۵، میرٹھ شہر

☆☆☆

جواب از علامہ عثمانی بنام بشیر الدین احمد

برادر محترم-دامت بر کاتہم-بعد سلام مسنون آنکہ-گرامی نامہ پہنچا-آپ نے جو کچھ لیگ والوں کے حالات اپنے تجربہ کی بناء پر معلوم کئے ہیں مجھے ان کی تفصیلات نہ پوری معلوم ہیں اور نہ سر دست یہ چیز اساسی حیثیت رکھتی ہے اس وقت تو ایک اصول کی جنگ ہے اور اسی اصول پر لیگ کانگریس کا مقابلہ کر رہی ہے-

لیگ کہتی ہے کہ کم از کم ہندوستان کے ایک وسیع علاقے میں مسلم قوم کی آزاد حکومت ہو جسے پاکستان کہا جاتا ہے-کانگریس اس اصول کو نہیں مانتی-کیونکہ ہندو قوم کا غلبہ ہے اور اس کا فائدہ اس میں ہے کہ ملک کو پوری آزادی ملے یا نہ ملے مگر کسی وقت اور کسی جگہ ہندو اکثریت کا طوق غلامی مسلمانوں کی گردن سے نکلنے نہ دیا جائے- مسلمانوں میں اس وقت جو کانگریس کی امدادی اور معاون جماعتیں ہیں وہ ان کے ہمنوا ہیں اسی لئے لیگ ان جماعتوں کے مقابلے پر بھی مجبور ہوئی ورنہ اصل مقابلہ ان سے نہ تھا- میں نے اور بہت سے دوسرے علماء نے فی الحال جو تائید مسلم لیگ کی کی ہے اس سے مقصود صرف اس اصول کی تائید ہے جس کو ہم قواعد شریعت کے موافق سمجھتے ہیں اور ہمارے نزدیک اس کے خلاف کرنے میں مسلمانوں کا عظیم اور دائمی نقصان نظر آتا ہے-

حکومت الہیہ کے نصب العین سے کون مومن انکار کر سکتا ہے-اب اگر حکومت الہیہ

سے مراد خدا کی وہ حکومت لی جائے جو تکوینی طور سے تمام مخلوقات پر اسے خود بخود حاصل ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا:

و للہ ملک السموات والارض یا ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً و کرھاً والھیہ یرجعون

تو یہ بحث سے خارج ہے اور اگر تشریعی حکومت مراد ہے تو یہ حکومت الٰہیہ ہم سر دست ہندوستان میں کس جگہ قائم کریں گے۔ کیا ہندو مسلم کی مخلوط حکومت میں جہاں ایک اور تین چوتھائی کی نسبت ہو گی ظاہر ہے کہ یہ صورت حکومت الٰہیہ کی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ضرورت ہے کہ کوئی وسیع خطہ پہلے ہم ایسا حاصل کر لیں جہاں حکومت الٰہیہ قائم کر سکیں۔ اب اگر پاکستان کا فیصلہ ہو جائے تو وہ ایک جگہ ایسی ہو گی جہاں قانون سازی کی طاقت مسلم اکثریت کے پاس رہے گی۔ لیگ کے موجودہ قائدین بھی بار بار اعلان کر رہے ہیں کہ پاکستان میں حکومت، قرآنی اصول کے مطابق شریعت مطہرہ کی قائم ہو گی۔ ابھی حال میں بمقام پشاور پھر مسٹر جناح کے اعلان کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اگر فرض کیجئے اس وقت یہ لوگ منحرف ہو جائیں تو احرار تمام مسلمانوں کی طاقت ساتھ لے کر ان کو حکومت الٰہیہ قائم کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ پھر آئندہ اللہ چاہے تو اس کو اور آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ بہر حال میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت الٰہیہ کے حصول کے لئے پاکستان ہی زمین تیار کرے گا۔

رہا علماء کا اختلاف یہ رایوں کا اختلاف ہے ہر شخص کو اختیار ہے کہ جس کو وہ اچھا سمجھے اس پر عمل کرے۔ جس طرح ایک مریض شہر کے جس طبیب سے چاہے علاج کرائے۔ ہاں یہ عالم اور حکیم مشورہ اپنی طرف سے وہ ہی دے گا جسے وہ لوگوں کے حق میں مفید اور نافع سمجھے گا۔ والسلام

شبیر احمد عثمانی

۱۸ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۲۴ نومبر ۱۹۴۵ء

☆☆☆

مکتوب مولانا بہاء الحق صاحب قاسمی امرتسری بنام علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخدوم و مناو مولانا المکرم مدظلکم العالی- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی- آج روزنامہ نوائے وقت لاہور میں آپ کا ایک اعلان نظر سے گزرا جس میں آپ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ مسلم لیگ کو ووٹ دیں- اس اعلان میں یہ بھی لکھا ہے :

"مسلم لیگ مسلمانوں کے لئے سفینہ نجات ہے"

یقین نہیں آتا کہ یہ اعلان آپ ہی کی طرف سے ہو- اگر فی الواقع یہ آپ ہی کا اعلان ہے تو میں اس کے متعلق چند گزارشات پیش خدمت کرنے کی جرات کرتا ہوں امید ہے کہ آپ براہ کرم اولیں فرصت میں جواب بالصواب سے مجھے سرفراز فرمائیں گے-

آپ کو معلوم ہوگا کہ مسلم لیگ کے ممبر کمیونسٹ بھی ہیں اور کمیونزم کی بنیاد ہی دہریت اور عداوت مذہب پر قائم ہے- مرزائی بھی لیگ کے ممبر ہیں اور اور ان کی دونوں پارٹیاں (قادیانی اور لاہوری) الیکشن میں لیگ کو کامیاب بنانے کے لئے سر توڑ کوشش اور انتہائی جدوجہد کر رہی ہیں- بلکہ مرزا محمود قادیانی نے اعلان کر دیا ہے کہ مسلم لیگ کی کامیابی "احمدیت" کی کامیابی ہے-" ان کے علاوہ آج لیگ کی سیاست پر وہ شیعہ لیڈر چھائے ہوئے ہیں- جنہوں نے تبرا ایجی ٹیشن میں تبرائیوں کو ہر طرح امداد دی-- جس جماعت کی تشکیل اس قسم کے بددینوں اور مرتدوں سے عمل میں لائی گئی ہو اور جو جماعت کمیونسٹوں اور مرزائیوں کو مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ دیتی ہو اس جماعت کو "سفینہ نجات" قرار دینا آپ کی ذات گرامی سے بعید معلوم ہوتا ہے- ازراہ لطف و کرم مطلع فرمائیے کہ کیا مذکورہ بالا اعلان آپ ہی کا ہے- اگر جواب اثبات میں ہو تو براہ کرم اس کی توجیہ

بیان فرمایئے اور اگر یہ اعلان آپ کا نہیں ہے تو اخبارات کے ذریعہ اس کی تردید فرمایئے۔ تاکہ اہل علم اور دیندار حلقوں میں اس اعلان سے جو اضطراب پیدا ہو گیا ہے دور ہو جائے۔۔والسلام مع الاکرام

منتظر جواب
محمد بہاء الحق قاسمی۔ گلوالی دروازہ
امرتسر

☆☆☆

toobaa-elibaray.blogspot.com

جواب از حضرت علامہ عثمانی بنام مولانا بہاء الحق صاحب قاسمی

کرم فرمائے محترم دامت برکاتہم

بعد سلام مسنون آنکہ گرامی نامہ صادر ہوا۔ ممنون فرمایا۔ نوائے وقت تو میں نے دیکھا نہیں مگر اس قسم کا ایک اعلان کسی کے استفسار پر نکلا ہے جس کے اصل الفاظ اصل مقصد کے بیان کے بعد یہ ہیں:

> "اس مقصد کے پیش نظر میں مسلم لیگ کو اس وقت مسلمانوں کے
> قومی و سیاسی استقلال کے لئے سفینہ نجات تصور کرتا ہوں"

میں جناب سے دریافت کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں اس وقت کوئی جماعت بجز مسلم لیگ کے یہ دعویٰ لے کر کھڑی ہوئی ہے کہ الیکشن میں یہاں کے مسلمان ایک جداگانہ اور مستقل قوم ہیں اور ان کو یہاں کی دوسری قوموں سے ایسی پوزیشن میں رہ کر معاملہ طے کرنا ہے۔ کیا اس خاص حیثیت سے مسلم لیگ سفینہ نجات نہیں۔

اب رہا مسلم لیگ کی تشکیل کا قصہ اس کے متعلق گذارش ہے کہ اس تشکیل میں حصہ دار نہ تھے کسی نہ کسی طرح تکوینی طور پر یہ تشکیل ہو گئی جس میں بے خبری یا لاپروائی سے بہت سے اہل باطل یا بے دین حتیٰ کہ بعض مرتدین کو اس بناء پر شامل کر لیا گیا کہ وہ اپنے مسلم ہونے کا

دعوے رکھتے ہیں۔ لیگ کو کوئی مذہبی فتوی دینا نہیں کہ کون لوگ فی الواقع مسلمان ہیں کون نہیں۔ ان کے دستور میں صرف یہی ہے کہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہے وہ اس کا ممبر ہو سکتا ہے میں ان کے اس عمل کی تصویب نہیں کر رہا ہوں۔ مقصد صرف یہ ہے کہ غلط اور صحیح سے قطع نظر کر کے ایسے لوگوں کو بھی لیگ میں شریک کر لیا گیا اور لاکھوں مسلمانوں کی شرکت پر اب وہ بدوں ہماری ادنیٰ شرکت یا سعی کے ایک مضبوط جماعت بن گئی۔ اندریں صورت ہم تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو اس میں شامل کرنا سخت غلطی اور ایک ناجائز چیز کا ارتکاب کرنا ہے لیکن اصلی بحث یہ ہے کہ ایسی جماعت جس کے نظام میں غالب اکثریت اہل سنت والجماعت مسلمانوں کی بہت مغلوب تعداد شیعوں کی اور ناقابل التفات کمیونسٹ یا قادیانیوں کی ہے اور دس کروڑ مسلمانوں کے لئے اسکا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ ادھر آئینی طور پر اس کے تمام کام کثرت رائے کے اصول پر انجام پاتے ہیں اور اگر کسی شخص کو اختیارات بھی سپرد کر دئے جاتے ہیں وہ بھی کثرت یا اتفاق رائے سے۔ ایسی جماعت کے ساتھ مل کر کفار مجاہدین (صاف کافر) کے خواہ انگریز ہو یا ہندو یا اور قوم، مسلمانوں کے قومی استقلال و آزادی اور نفس کلمہ اسلام کے اعزاز و اعلا کی غرض سے کسی نوع کی جنگ کرنا شرعاً کہاں تک درست ہے۔

مسئلہ مذکورہ پر حضرت امام محمد بن حسن کی تصریحات

اللہ تعالی کی ہزاراں ہزار رحمت امام محمد بن الحسن الشیبانی پر کہ انہوں نے یہ مشکل میں ڈالنے والا مسئلہ پہلے سے صاف کر دیا اور تصریح کر دی کہ اہل حق مسلمان خوارج کے ساتھ ہو کر مشرکین سے لڑیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ جنگ دفع فتنہ کفر اور اظہار اسلام کے لئے ہو گی اور اس میں اعلاء کلمۃ اللہ اور اثبات اصل طریق ہے۔

(دیکھو شرح السیر الکبیر لسرخسی ص۲۴۱-۳

اس سے شیعہ اور دوسرے فرق باطلہ کا قصہ تو صاف ہو گیا کیونکہ کسی فرقے کے متعلق اتنی واضح اور اس قدر کثرت سے نصوص صریحہ موجود نہیں جس قدر خوارج کے بارے میں وارد ہوئی ہیں جنکے متعلق یہ ارشاد ہوا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ

"میں نے ان کو پایا تو عاد و ثمود کی طرح ان کو تباہ کر دونگا۔"

اب رہ گیا کلمہ گو مرتدین کا معاملہ ان کی تعداد لیگ میں لایعبأبہ (کسی شمار میں نہیں) ہے جن کے غلبہ کی کوئی صورت نہیں اور خدانکردہ آئندہ ایسا ہو تو اس وقت جو حکم ہو گا اس پر عمل کیا جائے گا اب الیکشن کے موقعہ پر اگر مرزا محمود وغیرہ نے بدوں لیگ میں شرکت کے لیگ کی تائید

کا اعلان کر دیا تو یہ ان کا فعل ہے جو ہمارے لئے مضر نہیں اور لیگ کی کامیابی کو احمدیت کی کامیابی بتلانا اس کا سودائے خام ہے۔

ایک چیز اور بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہ مرتدین و ملحدین اس طرح کے نہیں جو نفس کلمہ اسلام ہی سے اعلانیہ بیزار ہوں وہ بھی بزعم خود مشرکین سے اسی نام پر لڑتے ہیں کہ مشرکین کے غلبہ و تسلط سے مسلم قوم کو بچایا جائے اور کلمہ اسلام کو ان کے مقابلہ میں پست نہ ہونے دیا جائے اور مسلمانوں کے قومی و ملی استقلال کی حفاظت ہو۔ گو حقیقتہً و باطناً وہ کلمہ اسلام سے بالکل دور جا پڑے ہوں جیسا کہ بہت سے علماء نے خوارج کے متعلق بھی ظواہر احادیث کی شہادت کی بناء پر یہ حکم لگایا ہے۔ اس اعتبار سے جو علت خوارج اور مشرکین کے مسئلے میں اوپر بیان ہوئی وہ یہاں بھی موجود ہے جو قدرے توسیع مسئلہ مبحوث عنہا میں پیدا کر دیتی ہے۔

شائد ۱۹۳۶ء میں ہمارے بعض اکابر علماء جمعیت نے شد و مد کے ساتھ مسلم لیگ میں شرکت کرتے وقت اس نکتے پر نظر کی ہو ورنہ سر ظفر اللہ قادیانی کی رکنیت کے باوجود اس میں ایک لمحے کے لئے بھی کیسے شرکت گوارا کی۔

ان تمام چیزوں کے علاوہ مسلم لیگ کی ایسی غلطیوں کا علاج بھی یہی تھا کہ ذی اثر علماء کی جماعت جمہور کی طاقت کو ساتھ لے کر اور کثیر تعداد میں اہل حق کو لیگ کا ممبر بنا کر اس کے دستور اساسی کے موافق اکثریت کے زور سے ایسے لوگوں کو نکالنے کی کوشش کرتی نہ یہ کہ فوراً نفس لیگ ہی سے خفا ہو کر کفار محاربین کی اکثریت میں (جنگی دشمنی اور ظلم بالکل عیاں ہو چکے ہیں) اپنے وجود کو تحلیل کر دیتے اور جو کوشش ایسے حضرات کانگریس میں رہ کر کرنا چاہتے ہیں وہ لیگ میں بروئے کار لاتے۔

رہا مسلمانوں کی قومی وحدت اور استقلال کا مسئلہ اس پر میرے متعدد مضامین حال میں شائع ہو چکے ہیں انہیں ملاحظہ فرمالیں۔ جناب چونکہ ماشاء اللہ اہل علم ہیں اس لئے ذرا تفصیل سے جواب عرض کرنے کی ہمت ہوئی یقین ہے کہ میرا مطلب اخذ کرتے وقت کسی ایک دو جملے کو پورے مضمون سے علیحدہ نہیں کریں گے۔ آخر میں مودبانہ گذارش ہے کہ جناب نے اس وقت دوسری طرف مشرقی پر بھی نظر کی کہ اس کے ساتھ آج ہمارے علماء و زعماء کا کیا معاملہ ہے کیا اس کا فتنہ آپ کے نزدیک قادیان کے فتنے سے کم ہے۔

لیگ پر اگر بعض بے دینوں کی شرکت کا الزام ہے تو کیا کانگریس اس سے بری ہے نیز کانگریس میں ہر قسم کے لوگ بے شمار ہندو، عیسائی، سکھ، مرتد، دہریئے اور اگر

چاہیں تو قادیانی اور مشرقی بھی شریک ہو سکتے ہیں یعنی کسی کے لئے ممانعت نہیں۔ کیا محض سیاست کے حیلے سے ایسی جماعت کی شرکت جناب کے خیال میں درست ہے۔ کیا ادھر بھی کچھ توجہ فرمائیں گے۔ والسلام

شبیّر احمد عثمانی ۱۹ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ۲۵نومبر ۱۹۴۵ء

☆☆☆

مکتوب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی بنام علامہ عثمانی

استاذ المکرّم حضرت علامہ مولانا شبیّر احمد صاحب عثمانی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا گرامی نامہ پہنچا۔ جواب کا بہت بہت ممنون ہوں آپ کی عزت اور محبت جس قدر میرے دل میں ہے اس کا اندازہ آپ نہیں فرما سکتے۔ آپ نے مجھ ہی کو نہیں بلکہ اپنے سینکڑوں بے غرض مخلص محبت کرنے والوں کو بے گناہ قتل کر دیا ہے۔ جناح کی قیادت کا اعلان اور پاکستان کی حمایت سوائے قتل کے فتوے سے اور کن الفاظ سے تعبیر کروں یہ کس کی مجال ہے کہ کوئی آپ کو یہ کہے کہ آپ کو اپنی رائے کے اظہار کا حق نہیں۔ لیکن آپ انصاف فرمائیں جو شخص کسی سیاسی جماعت میں کوئی کام نہ کر رہا ہو اسے کسی سیاسی رائے دینے کا کیوں حق حاصل ہے۔ آپ یقین فرمائیں کہ آپ نے ہمارے ہی قتل کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ آپ نے اپنے اور تمام علما کے خلاف قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ زمانہ میری اس بات کی شہادت دے گا اور وقت بتائے گا کہ علما نے جناح کے پیچھے لگ کر اسلام کو کتنا نقصان پہنچایا۔ آپ آج اس جماعت کے ساتھ کھڑے ہیں جو قادیانیوں، تبرائیوں (تبرا کرنے والے شیعہ) اور خدا و مذہب کے منکر کمیونسٹوں کو ہمراہ لے کر اسلام کو سربلند کرنے کے لئے چلی ہے آپ کے بزرگواروں کا فتویٰ تو یہ تھا کہ سر سید احمد کے ساتھ اشتراکِ عمل بھی جائز نہیں اور ہندوؤں سے مل کر دنیاوی کام چلانے میں کوئی حرج نہیں۔ تقریباً تیس برس کا عرصہ ہوا آپ نے دیوبند میں مجھ سے نصرۃ الابرار کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ "تمہارے بزرگوں نے سر سید احمد اور قادیانیوں کے بارے میں جس رائے کا اظہار فرمایا وہ ان کا کشف صریح تھا اور انہوں نے مسلمانوں کو گمراہی سے بچا لیا۔" رسالہ نصرت الابرار بھیج رہا ہوں اس پر حضرت

گنگوہی رحمۃ اللہ کے دستخط ہیں۔ اللہ کی شان ہے سر سید کو کافر کہنے والوں کی روحانی اولاد اسی سر سید کی روحانی اولاد کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی ہے اور اسی کو اسلام اور مسلمانوں کا نجات دہندہ سمجھتی ہے۔

میں اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سہارنپور میں آپ کے اس بیان کا ذکر کر رہے تھے کہ مولانا حفظ الرحمٰن کے آنسو آگئے اور انہوں نے کہا کہ آگے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے ذریعہ سے ہمارے اور اسلام کے دشمن ہم کو ذبح کرتے تھے۔ اب آپ نے ان کی جگہ لے لی۔ ایک طرف آپ کی عظمت اور دوسری طرف دشمنان اسلام کے ہاتھوں اپنی اور اسلام کی تباہی دیکھ رہے ہیں اور خاموش بھی نہیں رہ سکتے۔ آخر آپ ہی فرمائیے کہ ہم کیا کریں اور کیا نہ کریں۔

آپ نے لفظ بد لحاظی کا تحریر فرما کر مجھے بہت دکھ پہنچایا میری بد لحاظی کی حقیقت یہ ہے کہ میں نے سہارنپور کے جلسے میں آپ کے اس بیان کا ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے ہیں کہ:

"میں علامہ شبیر احمد عثمانی کے جوتوں کو اپنے سر پر باندھنا فخر اور اپنے لئے باعث نجات سمجھتا ہوں"

آپ نے مجھے جناح خیال فرمالیا ہے کہ میں اپنے سے اختلاف رکھنے والے کو گالی دوں اور ان کی بے عزتی کروں۔ میں نے آج تک اپنی کسی تقریر میں معمولی سے معمولی لیگی کے متعلق سخت باتیں نہیں کہیں چہ جائیکہ آپ جیسی بزرگ ہستی کے متعلق کوئی سخت بات کہوں یا دل میں بھی لاؤں

حضرت اقدس غور سے سنئے یہ مسلم لیگی طبقہ کسی بھی عالم کا وقار اور اس کی عزت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ صرف اپنے اقتدار کو بڑھانے کے لئے اور مذہب کو مٹانے کے لئے مذہب کے نام پر آپ حضرات سے کام لے رہا ہے میں نے اعلان کیا تھا کہ اگر مسلم لیگ میں صداقت ہے تو پچاس فیصدی نشستیں علماء کے لئے مخصوص کر دے۔ ہم پنجاب سے احرار اور کانگریس کے ٹکٹ پر چھ مستند علما کو کھڑے کر رہے ہیں اور دو تین دوست مثل علماء کے ہیں عالموں کے لئے میں کوئی شرط نہیں لگاتا۔ عالم ہوں خواہ بریلوی ہوں خواہ دیوبندی ہوں کیونکہ میرے نزدیک ہندوستان کی آزادی اور ہندو مسلمان کے مسئلے کا حل اور مذہب کی حفاظت صرف علما کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے۔ اسمبلیوں کے اندر اور باہر سیاسیات پر قبضہ ہونا چاہئے۔ جب تک علماء اسمبلیوں میں پچاس فیصدی نہیں ہونگے ہندوستان کا مسئلہ کبھی حل نہیں ہوگا اور یہ پاکستانی مسلمان اسمبلیوں کے ذریعہ سے ایسا نصاب تعلیم بنائیں گے جس سے مذہب کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے گا اور اگر علما اسمبلیوں کے اندر موجود ہونگے تو نصاب تعلیم میں مذہب کا خیال رکھا جائے گا۔

حضرت والا کیا یہ حقیقت نہیں کہ جمعیۃ علمائے اسلام کلکتہ کو اس لئے وجود میں لایا گیا کہ وہ جناح کی قیادت اور مسلم لیگ کی واحد نمائندگی کی لوگوں میں تبلیغ کرے نہ کہ علما کی قیادت اور مذہب کی سربلندی کے لئے۔ دوسرے لفظوں میں اس جماعت کا وجود انگریزی اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے عمل میں لایا گیا ہے۔ آپ خود جانتے ہیں ان میں اکثر وہ علماء ہیں جو تحریک خلافت سے لے کر آج تک ہر اسلامی تحریک کی مخالفت کرتے رہے۔ اگر آپ یا علما یہ کہتے کہ ہماری تقلید کرو۔ ہم قربانی اور ایثار کے راستے سے ہندوستان کو آزاد کرائیں گے اور اسلام کو سربلند کر کے دکھائیں گے تاکہ دنیا کو معلوم ہو جاتا کہ ہم صرف مسجدوں کے ملا ہی نہیں ہیں بلکہ ہم قرآن شریف کی تعلیم کے ذریعہ سے دنیا کی سیاسی رہنمائی بھی کر سکتے ہیں اور قرآن کریم کی تعلیم ہی سے دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے تو میرے دل کو بے حد مسرت حاصل ہوتی۔ مگر آپ نے اور جمعیۃ العلماء اسلام نے کہا تو یہ کہا کہ جناح کی تقلید کرو وہی ہندوستان کا سیاسی رہنما ہو سکتا ہے۔ اس اعلان کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ قرآن جاننے والے قرآن کے ذریعہ سے سیاسی رہنمائی نہیں کر سکتے۔

مولانا ابوالکلام کی عزت اس وقت میرے دل میں اسی لیے سب سے زیادہ ہے کہ وہ کانگریس کے صدر ہو کر مذہب اور اسلام کی حفاظت کر رہے ہیں۔ انہوں نے کانگریس کی صدارت لے کر دہریوں اور تمام غیر مذاہب ہی پر نہیں بلکہ مسلمانوں کے اس غیر اسلامی ذہن رکھنے والے طبقے پر یہ بات ثابت کر دی کہ قرآن کا عالم اور صرف قرآن کا عالم جو دنیا کی موجودہ تعلیم سے کوئی تعلق نہیں رکھتا وہ اس دنیا میں بڑی سے بڑی سیاسی رہنمائی کر سکتا ہے۔ مولانا آزاد کے اس طرز عمل نے یہ اعلان کر دیا کہ قرآن کا جاننے والا ہی حقیقی معنی میں غلاموں کو آزادی دلا سکتا ہے اور امن قائم کر سکتا ہے۔ کاش آپ آج بجائے جناح کے مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ ہوتے تاکہ دنیا پکار اٹھتی کہ قرآن جاننے والے ملا ہی ہندوستان کو آزاد کرائیں گے۔ مجھ کو آپ کے اس لکھنے سے کہ جناح کو ہندوستان کا سیاسی لیڈر کہا جائے بڑا دکھ ہوا۔ گویا کہ ہندوستان کے قرآن کے مفسر نے انگریزی داں طبقے کے سامنے اقرار کر لیا ہے کہ مولوی سیاست نہیں جانتا اور یہ بھی اقرار کر لیا کہ وقت کی سیاست کو قرآن کا سب سے بڑا مفسر نہ چلا سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے یہ علما کے قتل کا فتوی نہیں تو اور کیا ہے۔

میرے محترم و مکرم! پاکستان الیکشن کے لئے ایک نعرہ ہے۔ الیکشن ختم ہو جائے گا تو مسلم لیگ کانگریس کے ساتھ مل کر وزارتیں بنانے کی کوشش کرے گی۔ واحد نمائندگی کا مقصد یہ ہے کہ تمام اقتدار بد دین طبقے کے ہاتھ میں رہے اور سیاسی اقتدار کسی ایسی جماعت کے ہاتھ میں نہ آجائے جو مذہب کی سربلندی اور ہندوستان کی آزادی کی خواہش مند ہو اور یہ بھی میری بات خیال

شریف میں رکھنی چاہئے کہ یہ انگریزی طبقہ کانگریس سے صلح کے بعد علما کو کچلنے کے لئے علما کے ہی فتوے پیش کرے گا کہ ان علما نے ہمیں کانگریس میں شامل ہونے اور وطن کی آزادی سے روکا تھا۔ کیونکہ اس طبقے کے سامنے مذہب نہیں ہے۔ چند نوکریاں اور نشستیں ہیں اور بس اور جب ہندو نے یہ ٹکا ان کے سامنے ڈال دیا اور یہ طبقہ انگریز سے مایوس ہو گیا تو پھر یہ طبقہ اپنی ملازمتوں اور نشستوں کے لئے اسلام کو مٹا کر ہندو دوستی کا ثبوت دے گا۔

میں نے اپنے دل کا سارا دکھ ان الفاظ میں آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اب آپ کا جی چاہے اپنوں کا ساتھ دیں یا نہ دیں۔

مصیبت زدہ درد مند اور بالخصوص جس کو اپنے ہی نے مارا ہو وہ اچھی زبان اور اچھے الفاظ لکھنے سے قاصر ہوتا ہے۔ معافی کا خواستگار ہوں۔ والسلام حبیب الرحمٰن

جواب از علامہ عثمانیؒ بنام مولانا لدھیانویؒ

برادر محترم دامت برکاتہم

بعد سلام مسنون آنکہ مدت ہوئی خط اور رسالہ "نصرۃ الابرار" مل چکا ہے۔ میں اپنے احوال و عوارض کی وجہ سے جلد جواب لکھنے کا موقع نہ پاسکا۔ اصولی بحث سے آپ کو اولاً میری تحریرات پر شرعاً تنقید کر کے یہ ثابت کرنا تھا کہ جن مقدمات پر وہ مبنی ہیں وہ صحیح نہیں۔ محض زوردار اور مبالغہ آمیز الفاظ میں اپنے جذبات یا تخمینات کا اظہار میرے مسلک کے ابطال کے لئے کافی نہیں ہوسکتا۔

جن خوفناک عواقب دیجیہ پر آپ متنبہ فرمارہے ہیں۔ بحمد اللہ ان کے امکان سے غافل نہیں۔ لیکن اگر خدانکردہ وہ وقوع میں آگئے تو اس کا سبب صرف وہ لوگ ہوں گے جو آنکھ بند کر کے ہندوؤں کی کانگریسی سیاست کے پیچھے چل پڑے اور اپنی قوم کے بہترین احساسات اور صحیح نصب العین کو نہایت لاپروائی سے بے سوچے سمجھے ٹھکرادیا۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ اگر مستقبل میں آپ لوگوں کی مہلک غلطیوں کا خمیازہ نہ حاملین دین کو بھگتنا پڑا تو میری ذات بھی اس سے مستثنی نہیں رہے گی۔ تاہم اگر میری بہت ہی ناتواں اور ضعیف مگر بروقت کوشش سے ان برے نتائج کی شدت میں کچھ کمی ہوگئی، تو میں اسے بھی سب کے حق میں ایک طرح کی خوش قسمتی سمجھوں گا۔ کاش آپ سب حضرات دینداری اور سرفروشی کے سچے جذبہ کے ساتھ اس سیاسی ادارے میں داخل ہو کر

جس کا دروازہ ہر مدعی اسلام کے لئے ہر وقت کھلا ہوا ہے، سچائی کی طاقت اور جمہور مسلمین کی پشت پناہی سے اس پر قبضہ کر لیتے اور بھیڑ بکریوں کے گلے کو بھیڑیوں کی پاسبانی میں چھوڑ کر دوسری طرف نہ بھاگ جاتے تو اللہ کے فضل سے اس روز سیاہ کے دیکھنے کا کوئی اندیشہ نہ رہتا، جس کے تصور سے آپ گھبرا رہے ہیں (اور وقت نہیں گیا اب بھی ایسا کر سکتے ہیں) آپ لوگوں نے اپنی قوم کا ساتھ دینے اور ان کی غلط کاریوں کی اصلاح کرنے کے بجائے کھلم کھلا ایسا رویہ اختیار کر لیا جو قوم سے بے وفائی اور احکام شرعیہ سے لاپروائی کی طرف مشعر ہے۔

کیا ہندو اکثریت کی حکومت میں آپ "واردھا سکیم" سے بہتر نصاب تعلیم بنائے جانے کی امید رکھتے ہیں۔

وہ جماعت جو بے شمار سنی مسلمانوں قلیل التعداد شیعوں اور چند بزعم خود دعویٰ اسلام رکھنے والے اور کلمہ پڑھنے والے ملحدوں یا زندیقوں پر مشتمل ہوتے ہوئے مسلم قوم کے استقلال اور کلمہ اسلام کی سربلندی کے نام پر لڑ رہی ہے، کیا اس کے مقابلہ میں آپ اس جماعت کا تسلط و اقتدار بڑھا کر اسلام کو سربلند اور مسلمانوں کو معزز اور علماء کو موقر بنائیں گے۔ جس میں اکثریت غالباً ان افراد کی ہے جو کلمہ اسلام سے اعلانیہ بیزار، حکومت الٰہیہ کے شدید ترین مخالف اور مسلمانوں کے قومی وسیاسی استقلال کے بدترین دشمن ہیں۔ جن کی اسلام دشمنی برملا اور بکرات و مرات ظاہر ہو چکی ہیں اور اب بھی ظاہر ہو رہی ہے۔ پھر وہاں دہریئے بھی ہیں بلکہ ایک دہری آج کل اس پر مسٹر گاندھی کے بعد اقتدار رکھتا ہے اور قادیانی، شیعہ، مشرقی، مغربی، کسی کے لئے اسکا دروازہ بند نہیں۔ یہ ہی کمیونسٹ جن کا ذکر مسلم لیگ کے ساتھ بار بار کیا جاتا ہے کل تک اس میں سب شریک تھے۔

دراں حالیکہ اکابر علماء نے اس کے رکن اور عہدہ دار بنے رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا اور اب بھی کمیونسٹ کو وہاں سے ان کے الحاد و ارتداد کی وجہ سے خارج نہیں کیا گیا ورنہ پنڈت جواہر لال نہرو ان سے پہلے خارج کئے جاتے جن کی مدح سرائی اب بھی سیاسی اسٹیج پر بڑے بڑے مقدسین کرتے ہیں۔

رہا علماء محدثین ومفسرین کی موجودگی میں مسٹر جناح کی قیادت کا مسئلہ تو آپ کو معلوم ہے کہ ہم نے ان کو ابتداءً قائد نہیں بنایا وہ اپنی دماغی قابلیت یا دوسرے تکوینی اسباب کی بناء پر مسلم اکثریت کے قائد بن گئے۔ اب ان کا مقابلہ کر کے جماعت مسلمین میں تفرقہ ڈالنا، دراں حالیکہ وہ اس وقت ایک مضبوط اصول اور صحیح نظریہ کے حامل بھی ہیں کیسے درست ہو سکتا ہے۔ جبکہ

سلطان متغلب یا فاقد الشروط امیر اور خلیفہ کے متعلق اطاعت کی تصریحات موجود ہیں اور جبکہ اس قیادت کو خود اکابر جمعیۃ العلماء ۱۹۳۷ء میں مستقل اور کلی اختیارات سپرد کر کے خوب مستحکم اور مضبوط کر چکے ہیں۔ (دیکھو خط مطبوعہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی بابتہ الیکشن ۱۹۳۷ء غالباً ان حضرات کی نظر بھی اس وقت اسی نقطہ پر مرتکز ہو گی کہ یہ عصری سیاست کے موافق ایک آئینی جنگ ہے جس سے مسٹر جناح کی قیادت میں مسلمان اچھی طرح عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ مسٹر جناح عالم نہ سہی لیکن جو آئینی کشتی لڑی جا رہی ہے۔ اس کے داؤ پیچ سے خوب واقف ہے۔ لاؤز بسکو کے مقابلہ میں گاماں ہی کو آگے بڑھائیں۔ آخر حضرت اشموئیل نبی کی موجودگی میں بنی اسرائیل کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے طالوت کو امیر لشکر بنایا تھا اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام نے یزید بن معاویہ کی قیادت میں مدینہ قیصر پر وہ چڑھائی کی جس کی بشارت صحیح بخاری میں آئی ہے۔ پھر میں نہیں جانتا کہ آج کسی مفسر قرآن کی موجودگی میں مسٹر جناح کو قائد بنا دینے سے کیا قیامت ٹوٹ پڑی اور جو چیز ۱۹۳۷ء میں جنت تھی، ۴۵ء میں جہنم کس طرح بن گئی۔ جمعیۃ علماء اسلام نے اگر اس قیادت کی تعریف اور مسلم لیگ کی تائید کی تو کیا گناہ کیا۔ اس کی تاسیس کرنے والوں کی نیت کیا تھی اور اندرونی احوال کیا تھے، اس کا مجھے کوئی علم نہیں میں تو تمام علماء اسلام کے متعلق یہی حسن ظن رکھتا ہوں کہ جس نے اپنے نزدیک جو رستہ بحالات موجودہ مسلمانوں کے لئے اصلح و انفع سمجھا اختیار کر لیا۔ یہ رایوں کا اختلاف ہے آگے اللہ سبحانہ و تعالیٰ عالم سرائر ہے۔ **فحسابهم على الله**

مولانا ابوالکلام آزاد کے علم اور ذاتی عقائد و خیالات پر میں کوئی بحث کرنا نہیں چاہتا نہ میں ان کو خود غرض سمجھتا ہوں لیکن فی الحال جس لائن پر چل رہے ہیں میرے نزدیک وہ اس منزل مقصود پر پہنچانے والی نہیں جس کا نشان انہوں نے "الہلال" وغیرہ میں دیا تھا اس کے باوجود میرے قلب میں ان کی عزت برابر موجود ہے۔

رسالہ "نصرۃ الابرار" میں جو کچھ لکھا ہے آج بھی اس کا مخالف کون ہے دنیوی معاملات میں ہندو کے ساتھ نفس اشتراک عمل کو مطلقاً کون ناجائز کہتا ہے۔ سر سید احمد اب کہاں ہیں جو ان کے ذاتی عقائد کا مسئلہ زیر بحث لایا جائے۔ تمام علی گڑھ والوں کو یکقلم ان کے جملہ عقائد میں ہمنوا رکھنا محض تحکم ہے کیا آپ کے اور دوسرے اکابر علما کے نزدیک تمام علی گڑھ والے کافر و مرتد ہیں؟ ایسے مسائل میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ خلط مبحث نہ کیجئے۔ کفر و ارتداد کی بحث اسلام کے نازک ترین مباحث میں سے ہے۔ آپ کے آزاد پارلیمنٹری بورڈ نے جن لوگوں کو منتخب کیا ہے

کیا ان میں کوئی علیگ یا انگریزی تعلیم یافتہ نہیں اور ان میں فیصدی کتنے علماء دین لئے گئے ہیں۔ یہ بورڈ تو کانگریس کا نہ تھا۔ خالص مسلمانوں کا تھا۔ جو پچاس فیصدی علماء کا مطالبہ آپ کر رہے ہیں وہاں کیوں نہ منوایا گیا بلکہ بعض ایسے کنڈیڈیٹ کھڑے کئے گئے جن کو مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں۔

ہاں تو نصرۃ الابرار کا ذکر تھا جو الفاظ آپ نے میرے نقل کئے ہیں، میں اب بھی ان کو صحیح سمجھتا ہوں۔ لیکن آج کی کانگریس اٹھاون برس پہلے کی کانگریس نہیں۔ نہ آج کے عام حالات وہ ہیں جو اس وقت تھے۔ اگر آجکل کے حالات اس وقت ہوتے تو کیا نصرۃ الابرار صفحہ ۹ پر پہلے سوال کا جواب آپ کے اور علماء زمانہ کے نزدیک یہی ہوتا کہ سرکار انگلشیہ بہتر ہے کیونکہ سرکار دولتمدار مثل روس کے متعصب نہیں اور سلطان روم (جو ایک بڑا بادشاہ ذی اقتدار اہل اسلام خادم حرمین شریفین اور حافظ بیت المقدس و کربلائے معلّٰی ہے) اور سرکار دولتمدار میں برخلاف روس کے اتحاد قائم چلا آتا ہے اگر بالفرض والتقدیر سرکار دولتمدار مملکت روس سے بہتر نہ سمجھی جائے تب بھی رعایائے اہل اسلام کو شرعاً حرام ہے کہ سرکار کے برخلاف روس یا سلطان روم وغیرہ سے درپردہ رابطہ و اتحاد پیدا کرے۔

غور کیجئے کہ شرکت کانگریس کے متعلق جس سوال کا جواب علما نے دیا ہے اس سوال میں یہ الفاظ بھی ہیں "اور انکا (یعنی کانگریس والوں کا) اصل اصول یہ ہے کہ بحث ان ہی امور میں ہو جو کل جماعت ہائے ہند پر موثر ہوں اور ایسے امور کی بحث سے گریز کیا جائے جو کسی ملت یا مذہب کو مضر ہو یا خلاف سرکار ہو۔ اس جماعت میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں۔"

کیا آج بھی شرکت کانگریس کے متعلق آپ کے سوال کے یہ ہی الفاظ ہو سکتے ہیں۔ آپ تو بڑے سیاسی کارکن ہیں اور اگلے پچھلے اصول پر نظر رکھتے ہیں تعجب ہے کہ ۵۸ برس پہلے کے فتوے کو موجودہ صورت حال پر منطبق کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک چیز اور بھی واضح رہے کہ اس فتوے پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے ایسے علما کے دستخط ہیں جو یقیناً کسی سیاسی جماعت میں اس وقت کام نہیں کر رہے تھے۔ کیا آپ کے نزدیک ان علماء کبار کو ایسے سیاسی مسائل میں فتوی دینے کا حق تھا۔ اگر تھا تو آج کسی مولوی کو آپ اس حق سے کیوں محروم کرتے ہیں۔

> "میرے بھائی اپنے کو حد سے زیادہ ذہین و فہیم اور دوسروں کو بالکل الو نہ سمجھئے کبھی ایک چیز کو غائب حاضر سے بہتر سمجھ لیتا ہے۔ میں جس چیز کو پورے غور و فکر کے بعد بحمد اللہ شریعت کی روشنی میں صحیح سمجھتا ہوں جب تک اس بنیادی اصول کی غلطی مجھ پر ظاہر نہ ہو زوائد سے مطمئن نہیں ہو سکتا۔ (عثمانی)

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے :

الصادق یتقلب فی یوم واحد مائة مرة والمرای یثبت علی حالة واحدة مائة سنة

سچائی کا عاشق ایک دن میں سو مرتبہ بدل سکتا ہے اور ریاکار ایک ہی حالت پر سو برس تک جما رہتا ہے۔

والسلام
شبیّر احمد عثمانی از دیوبند
۲۳ محرم ۱۳۶۵ھ ۲۹ دسمبر ۱۹۴۵ء

☆☆☆

مکتوب مولانا منظور احمد نعمانی بنام علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخدومنا مد دامت برکاتہم -السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بخیر وعافیت ہو- یہ عریضہ ایک نہایت گہرے تاثر سے لکھ رہا ہوں-امید ہے کہ غور سے ملاحظہ فرما کر جواب سے سرفراز فرمایا جائے گا-

۱- حضرت کو غالباً علم ہوگا کہ ۱۹۳۶ء میں جنرل انتخابات کے بعد جب کانگریس نے وزارتیں قبول کرلیں اور اس کے بعد جو خاص نہج پر ایک سیاسی آویزش شروع ہوئی اور ہمارے بزرگان جمعیۃ نے جو راہ عمل اپنے صوابدید سے اختیار کی تو یہ عاجز اس سے متفق نہ رہ سکا اور جب اس پالیسی میں ترمیم و تبدیلی سے مایوسی ہوگئی تو جمعیۃ کے نظام سے بھی الگ ہوگیا اور عمومی رکنیت سے بھی معذرت کردی اور اب تک بھی الگ ہی ہوں-

۲- مسلم لیگ کی سیاست بھی کسی دن دل کو نہیں لگی اور اس لئے اس میں بھی کسی طرح کا کوئی عملی حصہ نہیں لے رہا ہوں-

۳-لیکن اس انتخابی ہنگامے میں مسلمانوں کے دین واخلاق کا جو خون ہو رہا ہے اور دیانت وآدمیت جس بری طرح پامال اور ذبح کی جارہی ہے اور شیطنت ودرندگی کے تمام اوصاف جس وسیع

پیمانے پر امت میں فروغ پا رہے ہیں، اخباروں میں اس کا حال پڑھ پڑھ کر اور مقامی حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ دیکھ کر مجھ جیسے ایک عامی اور سیاہ کار کے دل پر بھی جو کچھ گزر رہی ہے۔ لفظوں میں اس کی تعبیر سے عاجز ہوں۔ میں اپنے تاثر و احساس پر قیاس کر کے قسم کھا سکتا ہوں کہ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اس دنیا میں تشریف لے آئیں اور ہمارے اس الیکشنی ہنگامے اور اس کے سلسلے میں جو کچھ ہو رہا ہے دیکھیں تو یقیناً آپ کو اتنا عظیم صدمہ ہو گا کہ اس سے پہلے شاید کوئی سانحہ اتنا تکلیف دہ نہ ہوا ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ لاکھوں مسلمانوں کا کافروں کی تلواروں سے شہید ہو جانا اور بڑے بڑے ملکوں کا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر کافروں کے ہاتھ میں چلا جانا بھی مزاج نبوی کے لئے اتنا تکلیف دہ نہیں جتنا کہ مسلمان قوم کا دین اور اخلاق و آدمیت کو خیر باد کہہ کر شیطان اور درندہ بن جانا اور صرف سیاسی اختلاف رائے کی وجہ سے خصوصاً صلحاء و علماء کی آبروؤں اور جانوں کے درپے ہو جانا۔

۴- اخباری اطلاعات اور دیگر نجی ذرائع جو کچھ علم میں آتا ہے اور یہاں بریلی میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں اس کی بنیاد پر یہ بھی یقین پیدا ہو گیا ہے کہ شیطنت اور درندگی کا یہ فروغ اس وقت تک یک طرفہ سا ہے یعنی اس بارہ میں جو ترقیاں ہو رہی ہیں وہ عموماً لیگ والوں میں ہی ہو رہی ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض مقامات پر ایسا نہ ہو یا کہیں اس کے برعکس بھی ہو۔ لیکن جہانتک میرا علم و مشاہدہ ہے وہ یہی ہے کہ لیگی کیمپ ہی اس وقت دین و اخلاق کا مذبح بنے ہوئے ہیں اور ظلم و عدوان اور غنڈہ پن کو انہوں نے اپنا ہتھیار بنا لیا ہے کہ جہاں وہ موقع مناسب دیکھتے ہیں اس ہتھیار کو استعمال کرتے ہیں۔

۵- ۱۹ نومبر ۱۹۴۵ء کو یہاں بریلی میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی تشریف لائے تھے میں چونکہ اس الیکشن سے بالکل یکسو اور غیر متعلق ہوں اس لئے مجھے مولانا کی تقریر تو سننی نہ تھی البتہ حالات کا مطالعہ کرنے کے لئے اور اس واسطے کہ اخبارات وغیرہ سے مسلمان قوم کے فساد مزاج کا جو عمومی اندازہ مجھے ہو رہا ہے مشاہدہ سے اس کی تصحیح کر سکوں۔ میں بھی چلا گیا اور خاص جلسہ گاہ میں بیٹھنے کی بجائے الگ ایک ایسے مقام پر کھڑا ہو گیا کہ سب کچھ وہاں سے دیکھ سکوں۔ پھر بدنصیبی نے جو کچھ دکھایا قلم سے یا زبان سے کسی طرح بھی اس کو ادا نہیں کیا جا سکتا۔ گالیوں اور بدتمیزیوں کا ایک عجیب و غریب طوفان تھا، معلوم ہوتا تھا کہ یہ سب کے سب نہ صرف دین و اخلاق ہی کو خیر باد کہہ کر آئے ہیں۔ بلکہ ادنیٰ درجہ کی انسانیت کا جامہ بھی اتار کے بھوت اور درندے ہو گئے ہیں۔ غدار کہہ کہہ کر کسی کے خلاف نعرے لگانا تو آج کل کا عام فیشن ہے۔ اس کا تو ذکر ہی کیا لیکن اس کے علاوہ جو سخت متعفن اور گندی غلیظ گالیاں ان لوگوں نے بکیں اور خالص

حیوانیت اور شیطانیت کے جو شرمناک اور انسانیت سوز مظاہرے کئے اور جوتے ڈنڈے اور ہاکیاں دکھا دکھا کے جس اخلاق یا خستگی کا نمونہ دکھایا اور پھر آخر میں جس بے دردی سے سارے جلسے پر پتھراؤ کیا جس سے تقریباً ساٹھ یا اس سے بھی زیادہ آدمی زخمی ہو گئے اور جن میں سے بعض رات بھر بیہوش رہے جلسہ گاہ کے گرداگرد سڑک کو کاٹنے کے لئے پتھروں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے- صرف میرے قریب والے ایک ڈھیر سے پتھر اٹھا اٹھا کر جو لوگ بلا توقف اور مسلسل پتھر برسا رہے تھے ان کی تعداد میرے اندازے میں سو۱۰۰ کے قریب ہو گی- مجھے تو حیرت ہے کہ جلسہ کا کوئی آدمی بھی کیونکر صحیح وسالم رہا- بہر حال شیطنت اور درندگی کا یہ منظر جن لوگوں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا وہ کبھی بھی اس کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے- پھر یہ حرکتیں کرنے والے صرف جاہل عوام ہی نہ تھے بلکہ اس کی قیادت کالجوں اور سکولوں کے وہ تعلیم یافتہ اور وہ زیر تعلیم طلبہ کر رہے تھے جو اسوقت مسلم لیگ کی روح حیات اور اس کے جسم کا خون بنے ہوئے ہیں بلکہ کہنا چاہئے کہ مسلم لیگ اسی طبقہ کا نام ہے- اس یورش کے کرنے والے کئی سو لیگی تھے جن میں غالب تر تعداد ان تعلیمیافتوں کی تھی- سب سے زیادہ تاریک اور اہل دین کے لئے قابل غور پہلو اس مظاہرہ کا یہ تھا کہ ان تمام گندگیوں کا نشانہ صرف مولویت اور ملائیت اور اس کے لوازم کو بنایا جا رہا تھا- صاف نظر آ رہا تھا کہ اس سارے لشکر کو اصل غیظ صرف مولوی اور ملا اور اسلامیت کے ان بچے کھچے نشانات سے ہے جن کا حامل اب بیچارہ مولوی رہ گیا ہے- پھر یہ سارا طوفان بدتمیزی کسی تقریر پر مطلق نہ تھا بلکہ صرف مولانا کی آمد پر اس انداز سے گویا استقبال کیا گیا تھا- تقریر کی تو نوبت ہی نہیں آئی-

اس طرح کا منظر دیکھنے کا میرے لئے یہ پہلا موقع تھا اور اب میں اس یقین کو بآسانی اپنے دل سے نہیں دھو سکتا کہ ان لیگی عناصر کے ہاتھ میں کسی اقتدار کا آنا بدترین دشمن دین طاقت کے پاس اقتدار جانے کے مترادف ہے اور دین اور اہل دین کو جو نقصان اس اقتدار سے پہنچ سکے گا غالباً انگریز اور ہندو نہ پہنچا سکے گا- اگر یہ اپنی خواہشات کے مطابق دین کا مثلہ بھی کرنا چاہیں گے اور اہل دین کو پھانسیاں بھی دیں گے تو اسلامی مفاد کا نعرہ لگا کر اور غدار غدار کا شور مچا کر دیں گے اور مسلم قوم کے مفاد کے نام پر عوام مسلمانوں کو بھی اتنا گمراہ کر سکیں گے کہ پھر رائے عامہ ان سے کوئی احتساب نہ کرے گی- انگریز یا ہندو کو کبھی یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی- کئی سال ہوئے ایک بہت بڑے مسلمان سرکاری عہدہ دار نے (جو غالباً سر کا بھی خطاب رکھتے ہیں) مجھ سے دوران گفتگو میں کہا تھا کہ آپ لوگ اور آپ کے یہ مذہبی گھروندے (مدرسے اور خانقاہیں) صرف اس لئے ہندوستان میں باقی ہیں کہ انگریزی حکومت کی پالیسی ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے- جس دن پالیسی

بھی ہمارے ہاتھ میں آجاوے گی ہم آپ لوگوں اور آپ کے ان اڈوں کو ختم کر دیں گے اور مداخلت فی الدین کے نعروں سے آپ عوام میں جو ہیجان انگریزی یا ہندوؤں کے خلاف پیدا کر دیتے ہیں ہمارے خلاف پیدا نہیں کر سکتے۔ ہم جو کچھ کریں گے مسلمان قوم کو ساتھ لے کر کریں گے۔ اور رائے عامہ کو اتنا زیادہ کر دیں گے کہ وہ آپ لوگوں کو اپنے مفاد کا دشمن اور قابل قتل سمجھنے لگیں گے جیسا کہ ٹرکی میں ہو چکا ہے۔

بریلی میں جس دن سے یہ ہنگامہ دیکھا ہے مجھے برابر ان صاحب کی یہ گفتگو یاد آتی رہتی ہے۔۔ جس دن سے بریلی میں یہ واقعہ میری آنکھوں نے دیکھا ہے میں دین اور اہل دین کے مستقبل کے بارہ میں سخت فکر مند ہوں۔

یہ واقعہ ہے کہ سیاسی و ملکی معاملات میں عدم توافق کے علاوہ یوں بھی حضرت مولانا مدنی سے میرا ایسا خاص تعلق نہیں جیسا ان کے خواص کو ہوگا۔ اس لئے میرے یہ تاثرات محض ان کی شخصیت کی وجہ سے نہیں بلکہ میرے نزدیک یہ معاملہ دین اور اہل دین کا ہے اور سب سے زیادہ ہمارے ان حضرات کی توجہ کا مستحق ہے جو لیگ کی حمایت فرما رہے ہیں میرے نزدیک صورت حال کی اصلاح کے لئے یہ بالکل ناکافی ہے کہ کبھی کبھی کسی بیان کے ضمن میں اس کے متعلق چند لفظ کہہ دیئے جائیں۔ بلکہ ضرورت ہے کہ اس مسئلہ کی واقعی ضرورت کو محسوس کر کے اس کو اپنی توجہ اور کوشش کا خصوصی مرکز بنایا جائے۔ ہمارے جو بزرگ لیگ کی حمایت میں خیر کا یقین رکھتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ لیگ کے لئے وہ اتنا زیادہ کام عوام میں آکر کریں کہ عوام سب سے زیادہ ان سے متاثر ہوں۔ آزاد خیال مسلمانوں کے طبقے میں اپنی بے انتہا جدوجہد کی وجہ سے حضرت مدنی کو جو مقام حاصل ہے اگر آپ حضرات ایسی ہی بے تحاشا کوشش سے لیگ کی دنیا میں ایسا ممتاز مقام حاصل نہ کرتے تو آپ کی موجودہ طرز کی کاغذی حمایت کا نتیجہ ایک بدترین دشمن دین وانسانیت عنصر کو مزید قوت بہم پہونچانے کے سوا اس نیاز مند کے نزدیک تو کچھ بھی نہ ہوگا۔ لہذا میں اپنی کمترینی کا پورا احساس کرتے ہوئے اتنا عرض کرنے کی جسارت کرنے پر مجبور ہوں کہ جناب والا یا تو حضرت مدنی کی طرح لیگ کے کام کے لئے کمر بستہ ہوں اور کم از کم آنے والے صوبجاتی انتخابات تک جناب کے بھی مسلسل دورے ہوں تاکہ لیگ کی دنیا میں آپ کا اثر ورسوخ ہو اور دین کی باتوں کے لئے وہاں امکانات پیدا ہوں اور شیطنت کا جو طغیان اس میں اٹھ رہا ہے اس کا انسداد ہو سکے اور اگر طبع سامی اس کے لئے آمادہ نہ ہو تو لیگ کی موجودہ ہیئت اجتماعیہ ہرگز اس لائق نہیں کہ بیانات سے اس کی تائید کر کے اس کو تقویت پہنچائی جائے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس طرز کی حمایت کرنے والے حضرات کو

لیگی زعماء اپنے آلہ کار سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتے اور ان کو کوئی وقعت نہیں دیتے اور مجھے تو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ ان کی حمایت کو بھی مخلصانہ اور بے غرض نہیں سمجھتے۔ میں نے خاص تاثر کی حالت میں عریضہ لکھا ہے اور اندازہ ہے کہ اپنے منصب سے یہ میرا تجاوز ہے اس کے علاوہ بھی نہ معلوم کیا کیا بے اعتدالی سرزد ہو گئی ہو اس لئے استدعا معافی پر ختم کرتا ہوں۔ آخر میں پھر مکرر معروض ہے کہ امت اس وقت جس ابتلاء میں ہے اس کے لئے دعا بھی فرمائیں اور اصلاح حال کے لئے سعی بھی۔

والسلام۔

خادمکم محمد منظور نعمانی عفااللہ عنہ

Cantonment Public Library (Trust) Rawalpindi Cantt. Date......

جواب از علامہ عثمانی بجواب مولانا نعمانی

مکرمی بندہ السلام علیکم ورحمہ اللہ

۱۔ یہ مایوسی امکانی جدوجہد اور استفراغ کے بعد ہوئی یا محض حالات کو دیکھ کر مایوس ہو بیٹھے غالباً ۱۳۳۹ء میں اجلاس جمعیۃ العلماء ہند دہلی کے موقع پر یاد ہوگا کہ آپ نے قبل از اجلاس کچھ گفتگو مجھ سے کی تھی۔ مجھے بہت کچھ امید ہو گئی تھی کہ آپ جیسے لوگ وہاں میری ہمنوائی کریں گے۔

میں ورکنگ کمیٹی میں دو روز تک ان حضرات سے بحثتا رہا خیر اس میں تو آپ شامل نہ تھے پھر سبجیکٹ کمیٹی میں مسئلہ آیا آپ بھی اس میں شریک تھے۔ میں نے اپنے خیالات کا برملا اظہار کیا۔ مجھے یقین تھا کہ آپ اس کی تائید میں آواز اٹھائیں گے۔ مگر میں نے دیکھا کہ مولانا حسین احمد صاحب مدنی کی تقریر پر کوئی شخص نہ بولا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔ اس کا بھی کوئی احساس آپ حضرات کو نہ ہوا۔

آپ آج لیگیوں کے جس طغیان وعدوان کا ماتم کر رہے ہیں بنیاد فی الحقیقت ہمارے علماء نے اپنے ہاتھوں سے اس وقت ڈالی جب انہوں نے ۳۶ء میں مسلم لیگ کی انتہائی حمایت شروع کی۔

اس کے بورڈ میں شامل ہو کر تمام مسلمانوں کو اس کی امداد کی طرف گرم جوشی سے متوجہ کیا۔ پھر ۱۹۳۷ء میں جب لیگ طاقتور ہو گئی تو خدا جانے کن جھگڑوں میں پڑ کر اس سے علیحدہ ہو گئے اور ہندو قوم کی پیروی میں اس کے خلاف مستقل محاذ جنگ قائم کر دیا گیا۔

حالانکہ اصلاح حالات کی اگر نسبتہ کوئی سہل صورت تھی تو یہی کہ عام مسلمانوں کو کثیر تعداد میں لیگ کا ممبر بنا کر آئینی اکثریت پیدا کرنے کی سعی کی جاتی اور افہام و تفہیم میں معقولیت کے ساتھ نصیحت و فہمائش اگر موثر نہ ہوتی تو جمہور کی اخلاقی طاقت سے کام لیتے۔ جب ان میں سے کوئی چیز نہ ہوئی اور لیگ کا اثر بڑھتا گیا اور اس کے قائد کی پوزیشن نے کم از کم سلطان متغلب کی نوعیت اختیار کر لی تو ہم وہاں سے کٹ کر ہندو اکثریت میں مدغم ہو گئے۔

۲۔ مگر کم از کم آپ کو یکسوئی سے پہلے مسلم لیگ کی سیاست پر کسی ماہر سے تبادلہ خیالات کرنا مناسب تھا۔ اس کے بعد جو سمجھ میں آتا کرتے کیونکہ فی الوقت ملک و قوم کی سیاست ایک فیصلہ کن مرحلہ پر ہے۔

۳۔ کیا چند شریر اور فتنہ انگیز اشخاص کا نام مسلم قوم ہے۔

مبالغہ کی حد ہو گئی۔ میرے بھائی محض سیاسی اختلاف کی بناء پر تو کبھی کبھی خون کی ندیاں بہ گئی ہیں اور غیر ضروری فروعی مسائل کی بحثوں میں بڑے بڑے ائمہ کو خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے وہ ذلت انگیز اور اہانت آمیز ایذائیں پہنچی ہیں جن کو پڑھ کر صدیوں کے بعد بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ میں شیطنت، بہیمیت اور درندگی کا جواز ثابت نہیں کر رہا ہوں۔ اس قسم کے واقعات سن کر میں بھی آپ سے کم متاثر نہیں صرف خبر اور معائنہ کا فرق ہے۔ لیکن تاثرات کے بیان میں اس قدر مبالغہ آپ جیسے ذی علم اور باخبر شخص سے بہت زیادہ حیرت انگیز ہے۔ آپ کے بیان سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ گویا تاریخ اسلامی میں کبھی کوئی سانحہ اس کے برابر پیش ہی نہیں آیا۔ بے شک جو واقعہ آپ کی آنکھوں کے سامنے گزرا، رنجیدہ، ایذا رساں اور افسوس ناک تھا۔ مگر میں گمان کرتا ہوں کہ بعض اسی نوعیت کے دوسرے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تو شاید اس سے کم اثر پذیر نہ ہوتے۔

وہ قصہ کسی کالج اور سکول کے طلبہ کا نہیں بلکہ ایک مشہور دارالعلوم کے طلبہ کا ہے جس کے آپ رکن بھی ہیں۔ اس دارالعلوم کا ہے جو دین علم اور اخلاق و روحانیت کا مرکز ہے۔ جہاں بخاری کی کتاب الادب پڑھائی جاتی ہے۔ بریلی میں جن شریروں نے یہ حرکات کیں وہ مولانا کے مرید یا شاگرد نہ تھے اور اپنے زعم میں یہ سمجھ رہے تھے کہ مسلم قوم کو ہندوؤں کا دائمی غلام بنایا جارہا

ہے۔ یہ بھی جانتے تھے کہ مولانا الیکشن کے سلسلے میں دورے کر رہے ہیں وہ ہی مضامین یہاں بیان کریں گے۔

لیکن دارالعلوم کے طلبہ نے اس شخص کے حق میں وہ حرکات کیں جو ادارے کا صدر اور ان کے اکثر استادوں کا بلاواسطہ یا بالواسطہ استاد تھا۔ فحش اور گندی گالیاں لکھ لکھ کر بھیجیں جو بازاری لوگ بھی استعمال نہیں کر سکتے۔ کارٹون بنا کر لگائے۔ جنازے نکالے اس پر لکھا کہ ابو جہل کا جنازہ جارہا ہے۔ نعروں کا تو ذکر ہی کیا۔ پندرہ طلبہ نے قتل کے حلف اٹھائے۔ محلے کی مسجد کے اندر دیوار پر لکھا اس مسجد میں نماز جائز نہیں کیونکہ کہ فلاں شخص اس میں نماز پڑھ گیا ہے۔

نیچی داڑھیوں اور لمبے کرتوں کا مذاق اڑایا۔ ان حرکات کو دیکھ کر بہت سے استاد اور ذمہ دار خوش ہوتے تھے اور ایسے نالائق مفسدوں کی پرزور حمایت وہاں کی سب سے بڑی ذمہ دار مجلس نے برملا کی۔ جس کے ایک رکن اب آپ بھی ہیں۔ کسی کی زبان سے حرف ملامت بھی نہ نکلا۔ حالاں کہ وہ ان کے کنٹرول میں تھے۔

ہمارا کنٹرول کالجوں کے طلبہ اور عوام پر کیا ہے۔ پھر بھی ہم نے سخت ترین الفاظ میں ملامت تنبیہ اور اظہار بیزاری تو کیا۔ افسوس آپ کی نظر کبھی اس طرف ملتفت نہیں ہوئی۔ یہ سب کچھ اس جماعت کی طرف سے ہوا جو دنیا کی ہادی بننے والی ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو علماء کی ان حرکات سے کوئی صدمہ نہیں پہنچتا ہوگا۔

۵۔ مگر یہ طوفان لایا ہوا کس کا ہے۔ اس کے اصل اسباب پر غور کیجئے۔ جن کی طرف ہلکا سا اشارہ شروع خط میں کر چکا ہوں۔

یہ آپ کی حد سے زائد بدگمانی کلمہ گو مسلمانوں کے ساتھ ہے یا حد سے زائد حسن ظن ہندو یا انگریزوں کے ساتھ فانا اللہ و انا الیہ راجعون۔

پھر اس مسئلہ کا حل آپ کے نزدیک کیا ہے کیا یہی کہ بڑے بڑے علماء اور کام کرنے والے لوگ مشرکین اور کفار محاربین کے ساتھ مل کر لیگ کے خلاف محاذ بنائیں۔ اس کے نتیجہ میں دس کروڑ فرزندان اسلام کو ہندو اکثریت کا دائمی غلام بنائے رکھیں اور دوسری طرف غیظ و غضب اور نفرت و عداوت کی اس آگ کو بیش از بیش مشتعل کرتے رہیں جو سیاسی اختلاف کی بناء پر نئی اور پرانی روشنی والوں میں خوب بھڑک چکی ہے کیا آپ سمجھتے ہیں کہ علماء کی موجودہ روش سے اب مسلم لیگ یا مسلم لیگ والے ختم ہو جائیں گے۔ یا آئندہ حکومتی اقتدار ان کی جگہ انگریز یا ہندو ہمارے علماء کے سپرد کریں گے اگر یہ تصور ہے تو خوش فہمی کی انتہا ہو گئی۔ اگر غور کرو گے تو ان

مشکلات کا حل بجز اس کے کچھ نہیں جس کی طرف میں اوائل تحریر میں اشارہ کر چکا ہوں کہ کانگریس کے رحم و کرم پر پڑے رہنے کے بجائے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر سب مل کر قبضہ کر لیں اور فاسد عناصر سے اس کو صاف کر دیں اور اصلاحی اور ارتقائی دونوں قسم کی مساعی جاری رکھیں۔

۸۔ آپ کے وہ کون کون ذی اثر بزرگ لیگ میں شامل ہیں۔ ایک چنا تو بھاڑ کو نہیں پھوڑ سکتا۔ یہ مشورہ ان حضرات کو بھی دیجئے جو اپنی بے انتہا جدوجہد سے دوسری طرف خاص مقام حاصل کر چکے ہیں کہ وہ مع آپ کے ادھر آجائیں تاکہ سب کے اتحاد سے کایا پلٹ ہو سکے۔

۹۔ ہر شخص اپنی وسعت اور طاقت کے موافق ہی کام کر سکتا ہے اور اگر اللہ چاہے تو کسی ضعیف و معذور کے تھوڑے سے کام میں بہت برکت دے سکتا ہے۔ پھر جب کوئی شخص عوام میں بے اثر ہے اس کی معمولی سی ایک آدھ تحریر سے مولانا مدنی کے طوفانی دوروں کے بالمقابل کیا خاص فائدہ لیگ کو پہنچ سکتا ہے اور اگر یہ معمولی تحریر عوام پر کچھ موثر ہے تو آئندہ کوئی اصلاحی قدم بھی انشاء اللہ ایک درجہ میں اثر انداز ہو سکتا ہے پھر آپ بھی تو محض کاغذی نصیحتوں پر قناعت نہ کر کے اس میدان میں تشریف لائیں۔

آپ ایک سخت غلطی میں مبتلا ہیں۔ لیگ کی حمایت و تقویت کا ذکر کرتے وقت یہ پیش نظر نہیں رکھتے کہ تقویت و حمایت مشرکین و کفار مجاہرین کے مقابلہ پر ہے۔ خوارج کے متعلق آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

یمرقون من الدین کما یمرقون السهم من الرمیة اور لئن ادرکتم لا قتلهم قتل عاد و ثمود اور انهم کانوا مسلمین ثم صار وا کفارا۔

وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کا جسم چھید کر صاف نکل جاتا ہے۔ اگر میں نے ان کو پایا تو عاد و ثمور کی طرح ان کو تباہ و برباد کروں گا۔ وہ مسلمان تھے پھر کافر ہو گئے۔

ان کے دوسرے عقائد و فضائح کو چھوڑ کر شامی کے ان الفاظ پر غور کیجئے

یستحلون دماء المسلمین و اموالهم و یکفرون الصحابة۔

وہ مسلمانوں کے خون اور مال کو حلال سمجھتے ہیں اور صحابہ کو کافر کہتے ہیں۔

ان خوارج کو اگر مشرکین سے قتال کی نوبت آئے تو امام محمد لکھتے ہیں کہ اہل حق کے لئے ان کی اعانت و امداد کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ وہ بہر حال اصل کلمہ اسلام اور اثبات اصل طریق کے لئے لڑ رہے ہیں جو علت بیان کی گئی ہے وہ یہاں موجود ہے۔ پھر امام محمد نے یہ بھی شرط

لگائی کہ اعانت جب صحیح ہے جبکہ اہل حق کا اس سے غلبہ حاصل ہوتا ہو-اس مسئلہ کو جس قدر گہری نظر سے دیکھا جائے گا انشاء اللہ اسی قدر خلجانات سے نجات مل جائے گی-

۱۱- (اگر لیگی زعماء ہمیں کچھ نہیں سمجھیں گے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو) نہ سمجھا کریں-کیا ہم نے اس لئے کوئی کام کیا ہے کہ وہ قدر کریں اور ہم کو مخلص سمجھیں--اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ سب کو خود غرض ہی سمجھتے ہوں- مولوی صاحب اخلاق اگر ہوگا تو اپنا اثر لائے بدوں نہ رہے گا-

والسلام
شبیر احمد عثمانی از دیو بند
۲۹ دسمبر ۱۹۴۵ء ۲۳ محرم ۱۳۶۵

☆☆☆

مکتوب مولانا احمد علی صاحب، مدرسہ ناصر الاسلام فتحپور ضلع چاٹگام

شرف ملاحظہ حضرت العلام حجۃ الاسلام رئیس المحدثین والمفسرین
شیخ عثمانی صاحب دامت برکاتہم-

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امابعد- گزارش بخدمت مخدوم اعلیٰ یہ ہے کہ احقر الخدام نوعی خیریت رہ کر خیریت آنجناب بدرگاہ خداوند کریم شب روز طالب ہوں- آمین ثمہ آمین-

دیگر دست بدستہ گزارش بخدمت اقدس یہ ہے کہ احقر بوجہ شامت اعمال خطوط دیگر از استفادہ مخدوم محروم- امید کہ احقر کو یقیناً معاف فرمودہ از دعائے قلبی فراموش نہ فرمائیں اور حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب صدیقی کو منجانب احقر سلام مع الکرام (الاکرام، مقبول باد،)

اور دیگر عرض نیاز یہ ہے کہ آج کل دنیا میں جو جو جماعتیں اپنی صدر کی ماتحت کام کر رہی ہیں ان میں سے ایک مسلم لیگ جو مسٹر جینا کے تحت میں ہیں- دیگر جمعیۃ العلماء ہند جن کی صدر مولانا مدنی (حضرت مولانا حسین احمد) صاحب ہیں- لیکن آج دو چار روز گزر چکی کہ میرے مخدوم اعلیٰ جمعیۃ العلماء اسلام کی ہمیشہ کے لئے صدارت منظور فرما چکے ہیں- احقر یہ چیز جس وقت سنا اسی وقت سے نہایت ہجوم (ہموم) غموم میں مبتلا ہیں- صرف احقر نہیں بلکہ بنگال کی وہ علمائے کرام جو

حضرت والا سے تعلق رکھتے ہیں حیران ہیں- آپ حضرت والا سے درخواست ہے کہ حضرت والا کی حالات سے تسلی و تشفی فرمائیں اور احقر کس جماعت میں شریک ہو- حضرت مخدوم اعلی سے مشورہ طلب کرتا ہے کیونکہ دونوں پارٹی کے لوگ احقر کو مجبور کر رہے ہیں اور حضرت والا کے لئے جو تیل احقر نے ارسال خدمت کیا اس کو صرف بجائے درد، گرم کر کے مالش کریں- اور حضرت والا کی حالات سے اطلاع فرمودہ بندہ مغموم و مہجور الوصال کو مشکور و ممنون سازند اور اگر حضور فرماویں کہ کسی جماعت یا پارٹی میں شریک نہ ہونا میرے لئے مفید ہے تو کسی میں شریک نہ ہونگا- فقط

احقر
• احمد علی غفرلہ
(بلا تاریخ)

☆☆☆

جواب از علامہ عثمانیؒ بجواب مولانا علی احمد صاحب

برادر عزیز سلمہ اللہ تعالی

بعد سلام مسنون آنکہ خط پہنچا- الحمد للہ مجھے بہت کچھ صحت ہے- مرض کا خفیف اثر باقی ہے- انشاء اللہ وہ بھی زائل ہو جائے گا- یہ خبر سن کر کہ جمعیۃ علماء اسلام نے مجھے مستقل صدر منتخب کیا خدا جانے آپ کیوں ہموم و مغموم میں پڑ گئے- اور دوسرے لوگ حیران ہیں- اس کے مقاصد کیا برے ہیں اور اس کے موجودہ طرز عمل پر کیا اعتراض ہے ؟

رہا مسلم لیگ اور جمعیۃ علماء ہند کا مسابلہ وہ سرے سے بے موقع ہے- اصل مقابلہ لیگ کا کانگریس سے ہے کانگریس یہ چاہتی ہے کہ ہندوستان کو آزادی ملے یا نہ ملے مگر اکثریت کی غلامی کا طوق کبھی اور کسی جگہ مسلمانوں کے گلے سے نکلنے نہ پائے- مسلم لیگ کہتی ہے کہ یہاں (ہندوستان میں) دو مستقل قومیں آباد ہیں جس صوبے میں جس قوم کی اکثریت ہے وہاں وہ آزاد ہو اور دونوں قومیں آپس میں باعزت اور مساویانہ معاہدہ کر کے سارے ملک کی آزادی اور خوشحالی کا سامان کریں-

اسی اصول پر مسلم لیگ الیکشن لڑ رہی ہے۔ یہ اصول بلاشبہ اصول و فروع شریعت سے اقرب اور مسلمانوں کے حق میں احوط ہے۔ اس کے خلاف کانگریس میں کچھ مسلمانوں کا بلا شرط و معاہدہ منفرد اور منتشر طور سے شریک ہونا اس وقت مسلمانوں کے لئے سخت مضر ہے۔ بناء علیہ میں دریافت کرنے والوں کو یہی مشورہ دیتا ہوں کہ اس وقت شخصیات سے بے پرواہو کر مسلم لیگ کے نامزد امیدوار کو ووٹ دیا جائے۔ اب جو مسلم جماعتیں کانگریسی نظریئے کی حامی اور لیگ کے نظریئے کی مخالفت ہیں خواہ وہ جمعیۃ العلماء ہو یا کوئی اور ان کو ووٹ دینا فی الحقیقت کانگریس ہی کو ووٹ دینا ہے۔ لہذا اس کا بھی وہی حکم ہو گا۔ (والسلام)

شبیر احمد عثمانی از دیوبند
(بلا تاریخ)

☆☆☆

مکتوب حضرت عثمانی بنام مولانا مودودی

کراچی ۷ جولائی (۱۹۴۸ء مطابق ۱۳۶۷ھ)

محترم المقام جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعض احباب نے مجھے ترجمان القرآن کا وہ پرچہ دکھایا جس میں آپ نے کسی شخص کے خط کا جواب دیتے ہوئے جنگ کشمیر کے متعلق اپنے خیالات شرعی حیثیت سے ظاہر فرمائے ہیں جنگ کشمیر کے اس نازک مرحلے پر آپ کے قلم سے یہ تحریر دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی اور شدید قلق بھی ہوا۔ کیوں کہ میرے نزدیک اس معاملے میں جناب سے ایسی مہلک لغزش ہوئی ہے جس سے مسلمانوں کو عظیم نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ لوگوں کا اصرار تھا کہ میں اس کے متعلق جلد از جلد اپنے تاثرات شائع کر کے ان اثرات کا حتی الامکان انسداد کرنے کی سعی کروں جو آپ کی اس تحریر سے پھیل چکے ہیں یا پھیل سکتے ہیں لیکن میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ یہ معاملہ اخبارات میں آئے۔ بہتر صورت یہ نظر آئی کہ اپنے خیالات کو مع ان دلائل کے جن پر وہ مبنی ہیں منضبط کر کے آپ کی خدمت میں بھیج دوں اور آپ سے توقع رکھوں کہ جیسا آپ نے اس مضمون میں خود تحریر فرمادیا ہے کہ "خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی صفت ہی سے یہ ثابت کر دیا جائے کہ میری تحقیق غلط ہے --- تو اس کے بعد ایک لحہ کے لئے بھی اپنی رائے پر اصرار کرنا میں گناہ عظیم سمجھتا ہوں" آپ اپنی اس تحریر سے رجوع فرمالیں گے اور اس سے بلاارادہ جو نقصان عظیم مسلمانوں

کے اس اہم مقصد کو پہنچ رہا ہے اس کی کماحقہ تلافی کی سعی فرمائیں گے۔

ان ہی خیالات کے تحت میں نے اخبارات میں بیان دینے سے احتراز کرتے ہوئے اپنے ایک رفیق کو ماہ صیام میں خاص اسی مقصد کے لئے سفر کی زحمت دی تاکہ وہ آپ تک میرا یہ مراسلہ پہنچا دیں اور اس معاملے میں زبانی گفتگو کر لیں۔ میں اللہ پاک سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے دلوں کو جذبہ سخن پروری سے پاک اور ہمارے سینوں کو قبول حق کے لئے کشادہ رکھے۔ آمین۔

آپ کے مضمون کا نصف اول جوش حق پرستی و حق گوئی اور جذبہ اتباع کتاب و سنت کے اظہار پر مشتمل بلاشبہ یہ انتہائی قابل قدر جذبہ ہے، اللہ پاک ہر مسلمان کو اس جذبے سے سرشار رکھے۔

جہاں تک نفس مسئلہ کا تعلق ہے، آپ کا خیال ہے کہ مسلمانان پاکستان کے حق میں کشمیر کی یہ جنگ اسلامی جہاد کا حکم نہیں رکھتی کیونکہ حکومت ہند اور اور حکومت پاکستان کے درمیان معاہدہ ہو چکا ہے اور مملکت پاکستان کے باشندے اس معاہدے کا احترام کرنے پر شرعاً مکلّف ہیں۔ اب اگر وہ اس جنگ میں حصہ لیں تو یہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی ہوگی۔ کاش اس موقع پر آپ محولہ معاہدہ کی متعلقہ دفعات بھی نقل فرما دیتے تو بہت اچھا ہوتا۔

خط لکھنے والے کی اس دلیل کے جواب میں کہ دوسرا فریق اس معاہدہ کو جوناگڑھ وغیرہ میں علانیہ توڑ چکا ہے اب پاکستان پر اس کی پابندی کیونکر باقی رہتی ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اسلام نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ یا تو کسی قوم سے معاہدہ نہ کرو یا اگر معاہدہ کرتے ہو تو پھر پوری ایمانداری کے ساتھ اس کی پابندی کرو اور جب دیکھو کہ فریق ثانی اپنے معاہدوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو اس کے معاہدہ کو کھلم کھلا اس کے منہ پر مار دو۔ پھر تم آزاد ہو کہ اس کے خلاف جو کارروائی چاہو کرو۔ **و اما تخافن من قوم خیانہ فانبذ الیہم علی سواء ان اللہ لا یحب الخائنین** (اور اگر کسی قوم سے تم کو خیانت کا اندیشہ ہو تو برابری کے ساتھ ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو۔ یعنی اس طرح کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ تمہارا اور ان کا معاہدہ باقی نہیں رہا ہے۔۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا۔" سخت حیرت ہے کہ آیت بالا کے الفاظ اور خود اپنے لکھے ہوئے ترجمے پر بھی آپ نے غور نہ فرمایا ورنہ ادنیٰ تامل سے واضح ہو جاتا کہ مسئلہ زیر بحث سے اس آیت کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ اس آیت میں تو اس قوم کا ذکر ہے جس کے ساتھ معاہدہ تھا اور ہنوز انہوں نے اس کی صریح خلاف ورزی نہیں کی۔ مگر آثار و قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ غدر اور عہد شکنی کرنے والے ہیں یعنی فی الحال خیانت نہیں کی۔ البتہ قوی اندیشہ ہے کہ خیانت کریں تو ایسی

حالت میں مسلمانوں کے لئے احتیاط و تحفظ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے "نبذ علی السواء" کر کے معاملے کو صاف کر دیں۔

رہی وہ قوم جو معاہدہ کے بعد اس میں علانیہ خیانت کر چکی اور اپنے عمل سے عہد کو توڑ چکی اس کا حکم آیت مذکور میں بیان نہیں ہوا۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ معاہدہ کا تحقق دو فریق کے درمیان دونوں طرف سے ہوتا ہے۔ جب ایک فریق نے اس کی صریح خلاف ورزی کر لی تو صرف ایک جانب سے معاہدہ کا کوئی مطلب ہی نہیں اسی وقت اس کا وجود ختم ہو چکا۔ اس لئے اب "نبذ" کس چیز کا کیا جائے؟

دیکھئے صلح حدیبیہ میں جو معاہدہ قریش کے ساتھ دس برس کے لئے ہوا تھا۔ دو برس کے اندر ہی قریش نے اس کی بالواسطہ خلاف ورزی کی، بنی خزاعہ جو مسلمانوں کے حلیف تھے ان کے مقابلے پر قریش اپنے حلفاء بنی بکر کی مدد کو آئے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "نبذ عہد" کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی۔ بلکہ آپ نے نہایت خاموشی اور اخفا کے ساتھ قریش پر حملہ کی تیاری شروع کر دی۔ آپ کا منشاء مبارک یہ تھا کہ اچانک دشمن کے سر پر پہنچ جائیں تاکہ اس کو تیاری کا زیادہ موقع نہ ملے اور اس طرح خونریزی زیادہ نہ ہو۔ اسی سلسلہ میں حاطب بن ابی بلتعہ کی جاسوسی کا قصہ پیش آگیا جو کتب حدیث میں مشہور ہے اور جس پر سورۃ ممتحنہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ بہر حال فتح مکہ کا قصہ اس دعوے پر صاف حجت ہے کہ جب ایک فریق معاہدہ توڑ ڈالے تو دوسرا فریق فوراً آزاد ہو جاتا ہے کہ جو کارروائی چاہے کرے نہ اس میں کوئی دھوکہ ہے نہ فریب اور نہ یہ کوئی سیاسی اخلاق ہے بلکہ پیغمبرانہ کردار ہے جس پر عقل و دیانت کوئی حرف گیری نہیں کر سکتی۔ "نبذ عہد" کی ضرورت تو اسی لئے تھی کہ فریق ثانی معاہدہ کو باقی سمجھ کر غفلت میں نہ رہے مگر جب اس نے دیدہ و دانستہ از خود معاہدے کا وجود ختم کر دیا تو پھر دوسری جانب اس کی پابندی کا انتظار کرنے کے کیا معنی ہیں؟

اس موقع پر یہ واضح رہنا چاہئے کہ مکہ ۸ھ میں فتح کر لیا گیا تھا اور سورۃ براءۃ کی ابتدائی آیات کا اعلان ۹ھ میں ہوا۔ فتح مکہ سے پہلے ایک حرف "نبذ عہد" یا براۃ کا منقول نہیں۔

سائل کے جواب میں آگے چل کر آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "آپ کا یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کہ حکومتوں کے باہمی معاہدات کے باوجود ہمارے افراد اپنی ضمیر کی آواز کے مطابق سرحد پار کی کسی جنگ میں رضاکارانہ حصہ لے سکتے ہیں آپ اس طرز عمل کے لئے بین الاقوامی دستور کو حجت میں پیش کرتے ہیں مگر ہمارا کام کسی بین الاقوامی دستور کی پیروی کرنا نہیں ہے۔ بلکہ

اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمیں صرف قرآن کی پیروی کرنا چاہئے۔ قرآن کی رو سے ہمارے ہر ہر فرد پر ان معاہدات کی پابندی واجب ہے جو ہم نے قومی حیثیت سے کسی کے ساتھ کئے ہیں۔"

میں عرض کرتا ہوں کہ بے شک قومی معاہدات کی پابندی ہر فرد پر واجب ہے مگر انہیں چیزوں میں جن پر معاہدہ ہوا ہے جب فریقین جانتے ہیں اور ساری دنیا جانتی ہے کہ معاہدے کے ماتحت یہ چیز آتی ہی نہیں کہ ایک فریق کے افراد رضاکارانہ طور پر کسی جنگ میں اپنے ضمیر کی آواز پر شریک ہوں تو ایسے کام سے معاہدہ کی خلاف ورزی کیونکر ہوئی، بین الاقوامی دستور کو یہاں کسی چیز کا جواز ثابت کرنے کے لئے پیش نہیں کیا جارہا ہے بلکہ معاہدے کے مفہوم کی صحیح تجدید بتلانے کے لئے اس کا حوالہ دیا گیا ہے یعنی بین الاقوامی دستور جو فریقین کو پہلے سے مسلم ہے، معاہدے کے الفاظ کا مطلب اسی کی روشنی میں لیا جائے گا کیونکہ عرفا اس کا مطلب وہ ہی سمجھا جاتا ہے لہذا افراد کی مذکورہ بالا رضاکارانہ جنگ معاہدے کے الفاظ سے فریقین کے نزدیک مراد ہیں ان کی پابندی بے شک حکومت اور افراد سب کے ذمہ ہے۔ ہاں اگر ایک فریق معاہدہ کو اپنے عمل سے توڑ ڈالتا ہے تو دوسرے فریق پر سے خود بخود اس کی پابندی ختم ہو جاتی ہے اس صورت میں شرعا "نبذ" کی اصلا ضرورت نہیں رہتی۔ انڈیا میں مسلمانوں کا جو قتل عالم ہوا وہ بھی معاہدات کے خلاف تھا۔ کیونکہ دونوں فریق اقلیتوں کے تحفظ کے پابند تھے۔ اگر اس کے جواب میں پاکستان بدوں "نبذ علی السّواء کے انڈیا کے مسلمانوں کی مدد کرتا تو یہ بھی عذر اور نقص عہد نہ ہوتا نہ سورۃ انفال کی آیت" وان استنصروا کم فی الدین فعیلکم النصر الا علی قوم بینکم و بینهم میثاق" کی خلاف ورزی ہوتی۔ کیونکہ فریق ثانی نے میثاق باقی ہی نہیں چھوڑا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ پاکستان ایسا نہ کر سکا یا اس نے ایسا نہ کرنا چاہا۔

میں سمجھتا ہوں کہ سطور بالا میں از روئے کتاب وسنت اس حقیقت کی کافی وضاحت ہو گئی ہے کہ فریق ثانی کی طرف سے علانیہ اور صریح نقض عہد کے بعد مسلمانوں کے لئے نبذ عہد کی قطعا ضرورت نہیں رہتی اور وہ آزاد ہوتے ہیں کہ اس فریق کے خلاف کارروائی کرنا چاہیں تو کریں۔ نیز یہ کہ

اب تک دونوں مملکتوں کے نزدیک بین الاقوامی قوانین کو مسلم حیثیت حاصل ہے اور جو کچھ بھی معاہدات وغیرہ ہوتے ہیں ان کا لازما انہیں قوانین کی روشنی میں متعین ہوگا۔ لہذا جس وقت تک یہ صورت باقی رہتی ہے فریقین اسی مفہوم کی حد تک معاہدات کی پابند ہیں جو مسلمہ بین الاقوامی قوانین کی رو سے متعین ہوتا ہے اور جو معاہدہ کرتے وقت یکساں طور پر فریقین کے ذہنوں میں موجود تھا۔ میں اس مراسلہ کو ختم کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں مخلصانہ عرض کرتا ہوں کہ

اگر چہ آپ کی نیت مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی نہیں ہو سکتی تاہم آپ کی تحریر سے سخت نقصان پہنچ رہا ہے اسے مجاہدین آزاد کشمیر میں خوب پھیلایا جارہا ہے مفسد عناصر اپنے ناپاک اغراض کے لئے اسے بہت اچھال رہے ہیں اگر معاملہ صرف نظری اور علمی اختلاف کی حیثیت کا ہوتا تو اور بات تھی مگر یہاں صورت دوسری ہے اگر اس تحریر کی وجہ سے مجاہدین اسلام کسی تذبذب میں پڑ گئے اور اس مقدس مقصد کو کسی قسم کا ضعف یا ضرر پہنچا جس کی طرف قرآن پاک نے آیت "**وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والوالدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریہ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیاء واجعل لنا من لدنک نصیرا** امیں آمادہ کیا ہے تو اس کے وبال سے ڈرنا چاہئے۔

مجھے قوی امید ہے کہ آپ ٹھنڈے دل و دماغ سے مذکورہ بالا دلائل پر غور فرمائیں گے اور اس نقصان کی کماحقہ تلافی کرنے کی کوشش کریں گے جو آپ کی اس تحریر سے مسلمانوں کو پہنچ رہا ہے یا پہنچ سکتا ہے۔ والسلام

(دستخط) شبیر احمد عثمانی (نشان راہ کراچی ۲۴ ستمبر ۱۹۴۸ء صفحہ ۹ تا ۱۱)

مکتوب مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی بنام مولانا شبیر احمد عثمانی

۱۳ جولائی ۱۹۴۸ء

۱۰ اچھرہ۔ لاہور

مخدوم و محترم جناب مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ مورخہ ۷ جولائی ۱۹۴۸ء ظفر احمد انصاری صاحب کے ذریعہ سے ملا۔ میں نے کشمیر کے معاملہ میں رائے کا اظہار کیا ہے مجھے اس پر کوئی خوشی نہیں ہے بلکہ میری دلی خواہش ہے کہ کسی طرح میری وہ رائے غلط ثابت ہو جائے اور میں مسلمانان پاکستان سے یہ کہہ سکوں کہ تمہارے لئے اپنے کشمیری بھائیوں کی جنگی امداد کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی امید کے ساتھ میں نے جناب کے گرامی نامہ کو بھی پڑھا اور دو دن مسلسل اس پر غور کرتا رہا کہ شاید اس میں کوئی دلیل ایسی مل جائے جس کی بناء پر میں اپنی رائے سے رجوع کر سکوں لیکن مجھے افسوس ہے کہ جناب کے ارشادات سے بھی میرا اطمینان نہ ہو سکا۔ اب میں واضح طور پر پوری صورت مسئلہ جیسی کہ میں سمجھ رہا ہوں جناب کے ملاحظہ کے لئے نمبروار پیش کرتا ہوں اور استدعا کرتا ہوں کہ براہ کرم اس

پر روشنی ڈال کر مجھے یا تو بتائیں کہ مسئلہ کی اصل صورت یہ نہیں ہے یا پھر یہی ارشاد فرمائیں کہ اس صورت میں فلاں دلیل سے جنگی امداد شرعاً جائز ہے۔

(۱) یہ امر واقعہ ہے کہ پاکستان کی موجودہ حکومت مسلمانان پاکستان کے اپنے منتخب کئے ہوئے نمائندوں پر مشتمل ہے اور خصوصاً اس حکومت کے گورنر جنرل کو کم از کم ۹۹ فیصدی مسلمانوں کا اعتماد حاصل ہے لہذا کسی بیرونی قوم کے ساتھ جو معاہدات یہ حکومت طے کرے وہ دراصل ہماری قوم کی طرف سے وکالتاً طے ہوں گے اور ہم سب شرعاً واخلاقاً خدا اور خلق کے سامنے انہیں وفا کرنے کے ذمہ دار ہونگے جب تک ان لوگوں کو قوم کی نمائندگی کا منصب حاصل ہے ہمارا افراد کو انفرادی طور پر ان کے کئے ہوئے معاہدات کی ذمہ داری سے بری ہو جانے کا حق نہیں ہے۔

(۲) یہ بھی واقعہ ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کی الگ مملکتوں کا قیام ایک ایسے سمجھوتے سے عمل میں آیا جو برطانوی حکومت کے توسط سے دونوں طرف کے نمائندوں نے قبول کر لیا تھا اس کے بعد دونوں مملکتوں کے درمیان روز اول سے سفارتی تعلقات قائم ہیں اور لین دین تجارت اور دوسرے امور کے متعلق تمام معاملات باہمی گفت وشنید سے طے ہوتے رہے ہیں انہیں تعلقات کو میں معاہدانہ تعلقات سے تعبیر کرتا ہوں اور دو حکومتوں کے درمیان معاہدانہ تعلقات میں یہ بات آپ سے آپ شامل ہے کہ ان کے درمیان جنگ نہیں ہے خواہ عدم محاربہ کا صریح معاہدہ باہم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو پھر یہ بات اب سے تین ہی مہینے پہلے اپریل ۱۹۴۸ء کے میثاق کلکتہ میں صاف صاف واضح بھی کر دی گئی ہے چنانچہ اس کی دفعہ نمبر ۱ ضمن نمبر ۴ میں دونوں حکومتوں کے درمیان طے ہوا ہے کہ وہ اپنے اپنے ملک کے اخبار نویسوں کو ایسی باتیں شائع کرنے سے روک دیں گی جن سے یہ بات نکلتی ہو کہ ایک مملکت دوسری مملکت کے خلاف اعلان جنگ کرنے یا دونوں کے درمیان جنگ ناگزیر ہو چکی ہے" کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ دونوں کے درمیان کم از کم مسالمت اور عدم محاربہ کا میثاق ضرور ہے؟

(۳) جوناگڑھ میں سمجھوتہ کی جو خلاف ورزی کی گئی ہے اور دوسری بدعہدیاں جن کا ارتکاب حکومت ہند نے کیا ہے ان کو پاکستان کی حکومت نے خود کبھی اس درجہ کی بدعہدی قرار نہیں دیا کہ اس کے بعد معاہدانہ تعلقات ختم ہو جاتے ان تمام بدعہدیوں کے باوجود دونوں میں سفارتی تعلقات بھی رہے لین دین اور خرید وفروخت کے معاملات بھی طے ہوتے رہے اور اپریل ۱۹۴۸ء میں میثاق کلکتہ پر ان واقعات کے بعد دستخط بھی ثبت کئے گئے پھر ان معاندانہ تعلقات کو برقرار رکھتے ہوئے تجارتی سمجھوتوں کے ذریعہ کوئلہ، شکر، کپڑا اور دوسری چیزیں جو ہندوستان سے

آج تک لی جارہی ہیں ان کو پاکستان کی آبادی قبول بھی کر رہی ہے۔ اب آپ یہ کیسے فرما سکتے ہیں کہ فریق ثانی کی طرف سے معاہدات توڑے جا چکے ہیں لہذا ہم اس کے خلاف جنگی کارروائی کے لئے آزاد ہیں اس کی عہد شکنی کو تو ہماری قوم کے نمائندوں نے اور خود قوم نے بحیثیت مجموعی آج تک بھی قطع علائق کا ہم معنی قرار نہیں دیا ہے اسی بنا پر میں کہتا ہوں کہ اب اگر ہم عہد شکنی کے ان واقعات کو "خیانت" کی علامت قرار دے کر جنگی کارروائی کرنا چاہتے ہیں تو "نبذ علی سواء" ضروری ہے۔

(۴) میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایک فریق جب عہد توڑ دے تو دوسرا فریق اس عہد کی پابندی سے آزاد ہو جاتا ہے اور اس صورت میں فانبذ الیہم علی سواء کا حکم نہیں ہے اس کی صریح دلیل وہی ہے جو آپ نے نقل فرمائی ہے یعنی خزاعہ کے معاملہ میں قریش کی عہد شکنی پر نبی صلعم کا بلا اطلاع مکہ پر حملہ کر دینا لیکن اگر فتح مکہ کا پورا واقعہ جناب کے پیش نظر ہے تو جناب یہ تسلیم کر لیں گے کہ فریق ثانی کے نقض عہد کی وجہ سے جب ہم اپنے آپ کو معاہدانہ تعلقات سے آزاد سمجھ لیں تو پھر یا تو ہمیں کھلی کھلی جنگی کارروائی کرنی چاہئے یا کم از کم قطع تعلق ضرور کرنا چاہئے جناب کو یاد ہوگا کہ بنی خزاعہ کے ساتھ عہد شکنی کرنے کے بعد جب قریش نے ابو سفیان کو تجدید عہد کے لئے مدینے بھیجا تھا تو نبی صلعم نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا تھا حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ نے سفارش سے صاف صاف انکار کر دیا تھا اور قریش پر یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ اسلامی حکومت اب ان کے ساتھ معاہدانہ تعلقات کو ختم سمجھتی ہے اس نظیر کے سامنے رکھتے ہوئے جناب مجھے بتائیں کہ آخر اس طرز عمل کے لئے ہمارے پاس کیا دلیل ہے کہ ایک طرف تو ہم فریق ثانی کی عہد شکنیوں کو حجت قرار دے کر اپنے آپ کو جنگی کارروائی کے لئے آزاد سمجھیں اور دوسری طرف ہمارے نمائندے اس کو برابر یقین دلاتے چلے جائیں کہ ہمارے اور اس کے درمیان تعلقات برقرار رہیں اور ہم خود بھی تعلقات کی اس برقراری کے تجارتی فوائد کو قبول کرتے رہیں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اگر ہم استدلال کرتے ہیں تو ہمیں آپ کے پورے عمل کو دلیل بنانا چاہئے حضورؐ نے یہ طریقہ تو اختیار نہیں فرمایا تھا کہ خود تو قریش کے ساتھ مصالحانہ ربط وضبط رکھ کر سطح پر یہ نمائش کرتے رہیں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ نہیں ہے اور چپکے چپکے مسلمانوں کو یہ اشارہ کر دیں کہ جاؤ قریش کے خلاف جنگی کارروائیاں کرو کیونکہ وہ عہد توڑ چکے ہیں۔

(۵) جہاں تک مجھے علم ہے شرعی مسئلہ یہی ہے کہ جب کسی قوم کے ساتھ مسلمان من

حیث القوم مسالمت کرلیں تو جب تک مسالمت برقرار رہے وہ قوم مسلمانوں کے لئے "مباح الدم والاموال" نہیں ہوتی اور ظاہر بات ہے کہ جنگی کارروائی جان ومال کو مباح کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ اس بناء پر میں اب بھی یہی رائے رکھتا ہوں کہ ایک معاہد یا مسالم قوم کے خلاف کسی جنگ میں حصہ لیناہمارے افراد کے لئے جائز نہیں ہے خواہ موجودہ زمانے کے بین الاقوامی قوانین اس کو جائز رکھتے ہوں بین الاقوامی قانون میں بھی اس فعل کا جواز اس معنی میں نہیں ہے کہ ایک قوم کے افراد اپنی قومی حکومت کے کئے ہوئے معاہدات میں اخلاقاً شریک نہیں ہیں اور ان کی اخلاقی ذمہ داری سے بری ہیں بلکہ وہ صرف اس معنی میں ہے کہ ایک معاہد قوم کے افراد اگر اپنی ذمہ داری پر دوسری معاہد قوم کے خلاف جنگ میں حصہ لیں تو ان کا یہ فعل قوموں کے درمیان نقض معاہدہ کا ہم معنی نہیں ہوگا اسی بنا پر آج کی حکومتیں ایسے انفرادی افعال پر کوئی معاندانہ کارروائی تو نہیں کرتیں مگر احتجاج ضرور کرتی ہیں اور یہ مطالبہ بھی کرتی ہیں کہ اپنے آدمیوں کو ہمارے خلاف جنگی کارروایاں کرنے سے منع کرو۔ پس بین الاقوامی معاہدات میں جو چیز عرفاً شامل ہے وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ قومی معاہدات کی انفرادی خلاف ورزی قومی پیمانے پر نقض عہد نہیں سمجھی جائے گی اس قانونی پوزیشن کو نگاہ میں رکھ کر آپ فتوی دیں کہ آیا عرف اس کے لئے کافی ہے کہ ہمارے افراد شرعاً اس قوم کے خون اور مال کو مباح کرلیں جس کے ساتھ ہماری قوم نے مسالمت کررکھی ہے؟ میں دو دن تک اس مسئلہ پر غور کرتا رہا ہوں اور ابھی تک مجھے اطمینان نہیں ہوا یہ کہ یہ عرف اس اباحت کے لئے کافی ہے لیکن اگر آپ ذمہ دارانہ طریق پر تحقیق فرماکر یہ فتوی دیں گے تو میں آپ کے علم پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی توثیق کردونگا۔

جب تک آپ امور مذکورہ بالا میں مجھے مطمئن نہ فرمائیں میں اپنی اس رائے پر قائم ہوں کہ ہم کشمیر کے مسلمانوں کو سردست کوئی جنگی مدد نہیں دے سکتے اس کے معنی یہ نہیں کہ میرے نزدیک وہ مدد کے مستحق نہیں ہیں۔ حاشا وکلا میں تو دل سے یہ چاہتا ہوں کہ ان کو بچانے کے لئے کچھ کیا جائے لیکن میرے نزدیک اس کی صحیح شرعی صورت یہ ہے کہ حکومت پاکستان حکومت ہند سے معاہدانہ تعلقات ختم کردے پھر خواہ وہ کشمیر میں جنگی کارروائی کرے یا نہ کرے ہم اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے آزاد ہوجائیں گے مگر جب تک ایسا نہیں ہوتا ہم آزاد کشمیر کے مسلمانوں کو روپے کپڑے اور غلے سے مدد دے سکتے ہیں وہ اسلحہ خریدنا چاہیں تو ہم وہ بھی ان کے ہاتھ بیچ سکتے ہیں۔ دوائیں اور مرہم پٹی کا سامان اور ڈاکٹر اور تیماردار بھیج سکتے ہیں لیکن خود لڑنے کے لئے وہاں نہیں جاسکتے البتہ اس پابندی سے آزاد قبائل کے وہ لوگ آزاد ہیں جنہوں نے ابھی تک پاکستان کی شہریت

قبول نہیں کی ہے۔ خاکسار

(دستخط) ابوالاعلی

☆☆☆

مکتوب مولانا شبیّر احمد عثمانی بنام مولانا سید ابوالاعلی صاحب مودودی

کراچی ۱۸ اگست ۱۹۴۸ء

کرم فرمائے محترم جناب مولانا مودودی صاحب دات مکارمہم

بعد سلام مسنو آنکہ گرامی نامہ مورخہ یکم اگست ۵ کو ملا- مسٹر ظفر احمد انصاری بھی کل پہنچے۔ میں شدید انتظار کے بعد مایوسی کے قریب پہنچ چکا تھا کہ آپ کا نوازش نامہ ملا جہاد کشمیر کے بارے میں میرے خیالات کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) ایک معاہدہ انڈیا یونین اور پاکستان میں ہوا کہ ایک حکومت دوسری حکومت کے مقابلہ میں جنگ نہیں کرے گی-

(۲) اس معاہدے کے الفاظ کا مطلب وہی لیا جائے گا جو دونوں فریقین نے ان سے ارادہ

کیا ہے اور جسے عرفاً فریقین اس قسم کے معاہدے سے سمجھ سکتے ہیں۔

(۳) اس زمانہ میں عرف عام یہی ہے اور یہی مطلب فریقین سمجھتے ہیں کہ کسی فریق کے افراد کی رضاکارانہ جنگ ایسے معاہدے کے تحت میں نہیں آتی۔ ظاہر ہے کہ افراد کی رضاکارانہ جنگ سے بھی "اراقۃ دم" اور اہلاک انفس واموال" اسی طرح واقع ہوگا جیسے دو حکومتوں کی جنگ سے ہوتا ہے، اس بات کو جانتے ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ معاہدہ کا مقصد "عصمت دماء واموال" ہے فریقین کا اس چیز کو خارج از معاہدہ سمجھنا اس کی دلیل ہے کہ معاہدہ کو اس صورت حال پر متصور رہنا چاہئے جو حکومتوں کے درمیان من حیثیت الحکومت جنگ کرنے سے پیدا ہوتی ہے لہذا انڈین یونین اور پاکستان کے درمیان معاہدہ مذکور کو باقی مانتے ہوئے بھی پاکستان کے افراد کا جنگ کشمیر میں حصہ معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں۔

دوسری بحث یہ ہے کہ آیا انڈین یونین کے بار بار اور صریح نقض عہد کے بعد معاہدہ مذکور شرعاً باقی بھی رہا یا نہیں؟ اور اس صورت میں "نبذ علی السواء" کی ضرورت ہے یا نہیں؟

میں پورے وثوق سے یہ سمجھتا ہوں اور جناب کے حالیہ گرامی نامہ سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک بھی ایسی صورت میں معاہدہ قائم نہیں رہتا۔ کیونکہ معاہدہ کا تعلق فریقین سے ہے خالی ایک طرف سے معاہدہ کا تقوم ہو ہی نہیں سکتا۔ بریں "نبذ علی السواء" کی ضرورت نہیں رہتی۔ جیسا فتح مکہ کے قصہ میں ہوا۔ ہاں! آپ کو خلجان یہ ہے کہ اگر پاکستان جو ناگڑھ وغیرہ کے واقعات سے یہ سمجھ لیتا ہے کہ ہمارا معاہدہ ختم ہو چکا ہے تو وہ تا ایندم انڈیا کے ساتھ ایسے معاملات نہ کرتا رہتا جو عموماً دو متحارب قوموں میں نہیں ہوا کرتے۔

میں کہتا ہوں کہ پاکستان کے ارباب حکومت نے اگر بعض معاملات میں غلط روش اختیار کر لی تو اس سے شرعی مسئلہ بدل نہیں جاتا اور نہ وہ ٹوٹا ہوا معاہدہ ان معاملات سے جڑ سکتا ہے جب تک از سر نو دوسرا معاہدہ نہ کیا جائے۔

ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ انڈین یونین کے علانیہ نقض عہد کے بعد حکومت پاکستان کا ایسا معاہدہ کرنا اس کی کمزوری یا احکام اسلام سے بے خبری ولاپرواہی کا ثبوت ہے یا زیادہ سے زیادہ فریق ثانی کے صریح نقض عہد کے باوجود دھوکہ بازی، قول و فعل کے اختلاف اور تضاد بیانی کو دیکھتے ہوئے پاکستان کی جانب سے اسے ایک قسم کا "جوابی مخادعہ" کہہ سکتے ہیں۔ یہ جوابی مخادعہ جائز ہے یا ناجائز، اس سے بحث نہیں اسے خواہ کتنا ہی مذموم سمجھا جائے تاہم شرعی مسئلہ اپنی جگہ پر قائم رہے گا جو چیز شرعاً غلط ثابت ہو چکی وہ کسی حکومت کے طرز عمل سے صحیح ثابت نہیں ہو جائے گی اور اب

تو آپ نے اخبارات میں یہ بھی پڑھ لیا ہوگا کہ پاکستان نے کشمیر کمیشن کے سامنے اعتراف کر لیا ہے کہ اس کی فوجیں بے شک جنگ میں حصہ لے رہی ہیں جس سے ثابت ہوا کہ وہ انڈیا کے عمل کے پیش نظر اپنے کو بھی معاہدہ کا پابند نہیں سمجھتا جو اصول شرع کے مطابق بالکل صحیح ہے-

رہا میثاق کلکتہ - سو وہ صرف اخبار نویسیوں کو ایک ہدایت دینے کے متعلق ہے جس پر شاید انڈیا کے اخبارات کی طرف سے ایک مرتبہ بھی عمل نہیں ہوا- خود انڈین یونین کے بڑے بڑے ذمہ دار برابر ایسی ایسی تقریریں کر رہے ہیں جو صریح اس معاہدے کے خلاف ہیں-

آپ کا یہ ارشاد بالکل درست ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو لیا جائے تو پورا لینا چاہئے- بلاشبہ ایک مومن کی شان یہی ہونی چاہئے کہ حضور کے پورے اسوہ پر عمل اور تمام احکام اسلام کا پورا پابند ہو- لیکن اگر جہل یا حماقت سے کسی نے اس میں کوتاہی کی تو وہ قابل ملامت تو ہو سکتا ہے پر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اس کے طرز عمل سے اسلام کا کوئی حکم بدل جائے گا یا اگر کوئی صحیح عمل کرے تو وہ بھی ضبط ہو جائے گا-

بہر حال میں نے پہلے عریضہ میں جو کچھ عرض کیا تھا وہ اپنی علمی بضاعت کے موافق پورے غور و فکر کے بعد عرض کیا تھا- آپ کو مطمئن کر دینا میری قدرت سے باہر ہے- باقی آپ کی نیت پر مجھے آج تک کبھی بدگمانی نہیں ہوئی- امید ہے کہ آپ کے گرامی نامہ میں جو امور نمبروار درج ہیں ان سب کا جواب مختصراً عریضہ ہذا میں آگیا ہے- آپ سے خطاب کرتے ہوئے مزید تطویل کی ضرورت نہیں- واللہ الموفق لارب غیرہ-

ہاں ایک بات اب یاد آئی وہ جو آپ نے تجدید عہد کی غرض سے ابوسفیان کے آنے کا ذکر کیا ہے اس سے تو بداہتہً یہ ثابت ہوتا ہے کہ محض ایک فریق کے نقض عہد سے معاہدہ کا ختم ہو جانا ایک ایسا مسلم مسئلہ ہے کہ جس پر اس زمانہ کے مسلم اور کافر سب متفق تھے اور اندریں صورت "نبذ علی السواء" کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے تھے- اسی طرح پاکستان اور انڈین یونین کو بھی سمجھنا چاہئے تھا لیکن مغربیت کے زور امانت کے فقدان نے معاہدات کی کوئی قیمت باقی ہی نہیں رکھی جو ان سے متعلق مسائل کے سمجھنے پر کوئی دھیان دیا جائے- تاہم کوئی دھیان دے یا نہ دے مسئلہ اور حکم وہ رہے گا جو عہد رسالت کے مسلمان اور کافر سب بالاتفاق سمجھتے تھے-

اسی سلسلہ میں غالباً یہ بھی یاد ہوگا کہ جب ابوسفیان مکہ میں واپس پہنچے اور جو کچھ مدینے میں گزری تھی اسے بیان کیا تو قریش نے کہا کہ یہ تو تم نے کچھ نہ کیا نہ جنگ کی صورت متعین ہوئی نہ صلح کی- ہم تو اس سے کچھ بھی نہ سمجھ پائے- اب اس سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ کے رفقاء کا طرز عمل ایسا تھا جس سے ابو سفیان اور قریش ابہام میں مبتلا ہو گئے اور بات صاف نہیں کی گئی۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (دستخط) شبیر احمد عثمانی۔ ۱۹ اگست ۱۹۴۸ء
(نشان راہ کراچی ۲۲ ستمبر ۱۹۴۸ء ص ۱۳-۱۴)

☆☆☆

مکتوب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی بنام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی

لاہور ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء

مخدوم و محترم جناب مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دامت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ مورخہ ۱۹ اگست کا جواب بڑی تاخیر سے دے رہا ہوں اور اس کے لئے معافی خواہ ہوں۔

دراصل آپ کے اس عنایت نامہ کو دیکھ کر مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہ مراسلت کچھ لاحاصل سی ہے اسی بناء پر مجھے جواب دینے میں تامل تھا۔

آپ نے اپنے فقرات نمبر ۴-۳-۲-۱ میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کو دیکھنے سے

معلوم ہوا کہ وہ بنیادی نکتہ آپ کی توجہ سے بالکل محروم ہی رہ گیا۔ جو میں نے اپنے پچھلے نیاز نامہ کے فقرہ نمبر ۵ میں پیش کیا تھا حالانکہ اس معاملہ میں مدار بحث وہی تھا میں نے عرض کیا تھا کہ بین الاقوامی قانون میں بھی اس فعل (یعنی معاہدہ قوم کے خلاف افراد کی رضاکارانہ جنگ) کا جواز اس معنی میں نہیں ہے کہ ایک قوم کے افراد اپنی قومی حکومت کے کئے ہوئے معاہدات میں اخلاقاً شریک نہیں ہیں اور ان کی اخلاقی ذمہ داری سے بری ہیں بلکہ وہ صرف اس معنی میں ہیں کہ ایک معاہد قوم کے افراد اگر ذاتی ذمہ داری پر دوسری معاہد قوم کے افراد کے خلاف جنگ میں حصہ لیں تو ان کا یہ فعل قوموں کے درمیان نقض معاہدہ کا ہم معنی نہ ہونا ہے از بس بین الاقوامی معاہدات میں جو چیز عرفاً شامل ہے وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ قومی معاہدات کی خلاف ورزی قومی پیمانے پر نقض عہد نہیں سمجھی جائے گی۔"

یہ اس عرف عام کی اصل حقیقت ہے جسے آپ حجت قرار دے کر اس رضاکارانہ جنگ کو شرعاً جائز قرار دے رہے ہیں اب یا تو آپ یہ فرمائیں کہ اس عرف کی یہ حقیقت ہے ہی نہیں یا پھر یہ فرمائیں کہ اس حقیقت کے باوجود یہ عرف شرعاً اس بات کے لئے کافی ہے کہ ایک مسلمان خود اپنی قومی حکومت کے معاہدات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک معاہد قوم کے خلاف جنگ کرے اگر پہلی صورت ہے تو میری غلطی مجھ پر واضح کر دی جائے میں اسے تسلیم کرنے میں تامل نہ کروں گا اگر دوسری بات ہے تو آپ اپنی ذمہ داری پر اس مسئلہ کی صراحت کرتے ہوئے فتویٰ دیں۔ میں اس کے مقابلے میں اپنی رائے واپس لے لونگا۔

(۲) دوسری بحث نقض عہد سے متعلق ہے اس معاملہ میں اصل مدار بحث یہ سوال ہے کہ اگر ایک فریق کی طرف سے نقض عہد ہو جانے کے بعد دوسرا فریق بار بار اس کے ساتھ مزید معاہدات کرتا رہا ہو۔ اور اپنے طرز عمل سے برابر یہی ظاہر کرتا جائے کہ فریق اول کے ساتھ اس کا تعلق جنگ یا قطع علائق کا نہیں بلکہ صلح و مسالمت کا ہے تو کیا اس صورت میں فریق ثانی کو یہ کہنے کا حق باقی رہتا ہے کہ ہمارے لور اس کے درمیان معاہدانہ تعلق ٹوٹ چکا ہے؟"

آپ فرماتے ہیں کہ اس نقض عہد کے بعد جو معاملات فریق ثانی نے فریق اول کے ساتھ کئے وہ ایک قسم کا جوابی مخادعہ ہیں اور یہ مخادعہ اس شرعی مسئلہ پر کوئی اثر نہیں ڈالتا کہ نقض عہد واقع ہو چکا اور اس کی بنا پر ہمیں وہ حقوق حاصل ہو گئے جو شریعت ایک ناقض عہد قوم کے خلاف ہم کو دیتی ہے لیکن میں اس بات کو نہیں سمجھ سکتا کہ بعد کے معاہدات سمجھوتے اور مواثیق سب کے سب محض لفظ "مخادعہ" کی لپیٹ میں کیسے آجائیں گے۔ یہ تو در حقیقت تعلقات معاہدانہ

کی تجدید ہے جس کے وقوع میں آتے ہی ناقض العہد قوم پھر سے معاہد ہو گئی۔

میرے نزدیک اس بحث میں اصل مسائل یہی دو ہیں اس لئے میں اپنی گذارشات کو انہی تک محدود رکھتا ہوں۔ دوسرے ضمنی مباحث پر کلام کرنا بے فائدہ ہے اگر آپ ان دو مسایل سے تعرض کر کے کوئی صاف بات بیان فرمائیں تو یہ بحث نتیجہ خیز ہو سکتی ہے ورنہ اس سے کیا حاصل کہ آپ اپنی کہے جائیں اور میں اپنی۔

خاکسار
(دستخط) ابوالاعلی

☆☆☆

toobaa-elibaray.blogspot.com

مکتوب مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی بنام مولانا شبّیر احمد صاحب عثمانی

۵-اے-ذیلدار پارک اچھرہ-لاہور
۱۶ ستمبر ۱۹۴۸ء

مخدوم و محترم جناب مولانا شبّیر احمد صاحب عثمانی مد ظلکم العالی السلام علیکم و رحمۃ اللہ

امید ہے کہ میرا ۱۶ ستمبر ۱۹۴۸ء کا عریضہ جناب کو مل چکا ہوگا اس کے بعد دوسرے ہی روز پاکستان ٹائمز مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۴۸ء میں مجلس اقوام متحدہ کے کشمیر کمیشن کا یہ بیان میری نظر سے گذرا کہ "حکومت پاکستان نے سرکاری طور پر حدود کشمیر میں اپنی فوجوں کی موجودگی کا اقرار کیا ہے" پھر ۸ ستمبر ۱۹۴۸ء کو وہ مراسلت شائع ہوئی جو حکومت پاکستان اور کمیشن کے درمیان ہوئی تھی اور ۹ ستمبر ۱۹۴۸ء کو مسٹر ظفر اللہ خاں کا بیان شائع ہوا- لیکن میں نے اپنی رائے کے اظہار میں اس لئے تاخیر کی کہ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۸ء کو جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہونے والا تھا اور میں ضروری سمجھتا تھا کہ اب اس مسئلہ میں جو بھی قدم اٹھاؤں مجلس کے مشورے سے اٹھاؤں، چنانچہ کل اور آج مجلس میں اس مسئلہ پر پوری طرح غور و خوض کر لیا گیا اور جو بات طے ہوئی اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

"حکومت پاکستان کے اس اقرار و اظہار اور حکومت ہند کے اس پر مطلع ہو جانے کے بعد مسئلہ کی نوعیت شرعاً بالکل بدل چکی ہے اب جو معاہدانہ تعلقات دونوں مملکتوں کے درمیان ہیں وہ دراصل اس معنی میں ہیں کہ ایک علاقہ میں حالت جنگ کا قیام اور دوسرے تمام علاقوں میں مصالحانہ روابط کا بقاء فریقین کی رضامندی سے ہے لہٰذا دونوں صورتوں میں اب اہل پاکستان کے لئے جہاد

کشمیر میں جنگی حصہ لینا بالکل جائز ہے۔"

اس کے ساتھ جماعت نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اب وہ خود اس جنگ میں عملاً حصہ لے گی۔ جماعت اسلامی کا کام صرف مسئلہ بتانا نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کرنا بھی ہے کشمیر کی اہمیت سے ہم لوگ کبھی غافل نہ تھے بلکہ اس کو بچانا فرض سمجھتے تھے۔ لیکن ہم اس کے قائل نہیں ہیں کہ جس کام کے شرعاً درست ہونے میں ہم کو شک ہو اسے کسی دنیوی غرض و مصلحت کے لئے کر گزریں۔ اسی وجہ سے اب تک ہم عملاً اس فرض کی ادائیگی سے باز رہے اب الحمد للہ وہ چیز باقی نہیں رہی جو مانع تھی۔

آپ کو یہ اطلاع اس غرض سے دے رہا ہوں کہ پچھلی بحث کو اب ختم سمجھیں نیز چونکہ اس سے پہلے کی مراسلت شائع ہو چکی ہے اس لئے میں اپنے اس عریضہ کو بھی بغرض اشاعت پریس میں دے رہا ہوں میں جناب سے استدعا کرتا ہوں کہ اگر اس بحث میں میری کوئی بات ناگوار ہوئی تو اسے معاف فرمائیں۔

خاکسار (دستخط) ابوالاعلی
نشان راہ کراچی ۲۴ ستمبر ۱۹۴۸ء

☆☆☆

مکتوب علامہ شبّیر احمد عثمانی بنام شفیق احمد صاحب جنرل سیکرٹری "مجلس علماء" لاہور

بیت الفضل دیو بند

مکرمی سلام مسنون!

عنایت نامہ ملا۔ احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ آپ کا یہ جذبہ قابل قدر ہے کہ آپ اور آپ کی "مجلس علماء" تاسیس پاکستان کے بعد ملک میں اسلامی آئین قائم کرنے کا عزم صادق رکھتی پیش اور اس سلسلے میں میرے تعاون کی آپ کو ضرورت اور میرے قیادت کا آپ کو احساس ہے میں بقدر امکان اس مبارک خیال میں آپ کے ساتھ ہر قسم کے تعاون کے لئے تیار ہوں۔

اکابر مسلم لیگ کے وہ اعلانات جو گزشتہ الیکشن کے دوران میں پاکستان میں اسلامی اور قرآنی نظام قائم کرنے کے متعلق کئے گئے تھے میں اپنی خاص و عام مجالس اور تحریر و تقریر میں برابر دہراتا رہا ہوں۔ ۹ جون ۷ ۱۹۴ء کی آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے موقع پر ایک وفد کی معیت میں میری جو گفتگو اس سیاق میں جناح صاحب سے ہوئی جس میں موصوف نے ہم کو یقین دلایا تھا کہ

پاکستانی دستور ساز اسمبلی کے قیام کے بعد کوئی کمیٹی علماء کی بنائی جائے گی جو مجوزہ دستور کی شرعی نقطہ نظر سے جانچ کرے گی---------

میں اس نظریہ (آئین اسلامی) کا دل سے حامی ہوں اور جس حد تک موقع ملے اپنی بساط کے موافق اس بارے میں سعی کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں- چونکہ میرا انتخاب دستور ساز اسمبلی کے لئے بھی ہو چکا ہے اس لئے میرا عزم مصمم ہے کہ وہاں پہنچ کر اپنی استطاعت کی حد تک اس سلسلے میں پوری قوت کے ساتھ آواز بلند کروں- خواہ کوئی ممبر پارٹی میرا ساتھ دے یا نہ دے اور آخری نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ یہ نہ صرف میرے ضمیر کی آواز ہو گی بلکہ مجھے یقین ہے کہ میں اس طرح کروڑوں مسلمانوں کے صحیح جذبات اور ان کے ایمانی تقاضوں کی سچی ترجمانی کروں گا اس لئے لاہور میں جو بعض علماء نے "آئین ساز مجلس علماء" کے نام سے ایک جماعت قائم کی ہے اس کی شرکت میں نے منظور کر لی ہے اور ان سے کہدیا ہے کہ اس سلسلے میں اپنی دعوت تعاون کا دائرہ تنگ نہ کریں بلکہ ہر قسم کے علماء اور دانش مند ماہرین کو جو اس کام سے دلچسپی رکھتے ہوں------اور اس میں مدد کر سکتے ہوں اور دعوت دیں خواہ ان کا مسلک کچھ ہی کیوں نہ ہو- شرط صرف اتنی ہے کہ اسلام کے اولین اساسی اصول میں ان کو کوئی اختلاف نہ ہو- میں جانتا ہوں کہ باوجود ہمارے ہزاروں اختلافات کے اس نقطہ مرکزی پر ہم سب مجتمع ہو سکتے ہیں کہ نوع انسان کے دینوی و اخروی مصائب کا واحد علاج اسی نظام حکومت کے قیام سے متصور ہے جو قرآن وسنت کے بتلائے ہوئے فطری اصول اور تاریخ عالم کے درخشاں ترین عہد حکومت کی بہترین روایات پر قائم ہو- مذکورہ بالا جماعت جو لاہور میں قائم ہوئی ہے اس کا منشاء وہی ہے کہ بحث و تمحیص کے بعد سر دست چند جامع اور بنیادی اصول و حقائق ایسے چن لئے جائیں جو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے سامنے اچھے سلوب کے ساتھ پیش کئے جا سکیں-والسلام-

شبیر احمد عثمانی

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام بنام
آل انڈیا جمعیۃ علمائے اسلام کانفرنس کلکتہ

از

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

میں آپ کی کانفرنس میں (بیماری کے باعث) شریک نہ ہو سکا۔ اس کا افسوس ہے ہم سب کو معلوم ہے کہ قدیم جمعیۃ العلماء ہند دہلی بھی اپنے شائع کردہ مقاصد کے لحاظ سے کچھ بری نہ تھی، وہ اپنی خدمات اور قربانیوں کے اعتبار سے اچھی خاصی تاریخ رکھتی ہے جو کچھ اعتراضات کئے جاتے ہیں وہ اس کے اخیر کے چند سالہ طرز عمل پر ہیں۔

اب ہم کو دیکھنا چاہئے کہ جدید جمعیۃ علماء اسلام عملی لحاظ سے تجربہ کی کسوٹی پر کتنی کھری ثابت ہوتی ہے۔

جمعیۃ علماء اسلام کا خیر مقدم

بہر حال اگر وہ اپنے اعلانات کے مطابق قرآن وسنت کی روشنی میں صحیح راستہ پر گامزن رہی تو کوئی وجہ نہیں کہ انصاف پسند اور حق پرست علماء اس کے ارادوں میں بیش از بیش تعاون اور شرکت نہ کریں۔ اسی امید کے ساتھ ہم اس کی اصلاحی وارتقائی اولوالعزمیوں کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

اسلام کا دو قوموں کا نظریہ

ہندوستان میں جو سیاسی کشمکش اس وقت جاری ہے میرے نزدیک اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابل تنفر بلکہ اشتعال انگیز جھوٹ اور سب سے بڑی اہانت آمیز دیدہ دلیری یہ ہے کہ یہاں کے دس کروڑ فرزندان اسلام کی مستقل قومیت کا صاف انکار کر دیا جائے۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ غلط یا صحیح طور پر دنیا میں اقوام کی تقسیم وطن، نسل، زبان اور طرز تمدن وغیرہ کے لحاظ سے ہوتی رہی ہے اور اب بھی موجود ہے۔ لیکن خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے دنیا کی جو تعمیر جدید ہوئی اس میں تخلیق کے اعلیٰ ترین مقاصد کے پیش نظر، اللہ کے پیدا کئے ہوئے تمام انسانوں کی باعتبار قومیت کے ایسی ثنائی تقسیم کر دی گئی جس کے احاطہ سے کوئی فرد بشر باہر نہ رہ سکے۔ اب اسلامی نقطہ نظر سے گویا روئے زمین پر دو ہی قومیں آباد ہیں۔ ایک وہ قوم جس نے فاطر ہستی کی صحیح معرفت حاصل کر کے اس کے مکمل اور آخری قانون کو اس کی زمین میں رائج کرنے کا التزام کر لیا ہے۔ وہ مسلم یا مومن کہلاتی ہے دوسری جس نے اپنے اوپر ایسا التزام نہیں کیا اس کا شرعی نام کافر ہوا۔ **هو الذی خلقكم فمنكم كافرٌ ومنكم مومنٌ.**

یاد رہے کہ ایمان و کفر کی یہ تقسیم حضورؐ سے پہلے بھی تھی لیکن آپ سے قبل چونکہ ہر نبی کسی مخصوص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا۔ اسلئے ان کی بعثت سے قومیوں کے قائم شدہ امتیازات کلیتہً مٹائے نہیں جاسکتے تھے۔

البتہ رحمۃ اللعالمین اور نذیر للعالمین کی بعثت عامہ نے جو کسی ملک و خاندان یا زبان و مکان سے مقید نہ تھی، ان تمام چھوٹے چھوٹے تشخصات اور محدود امتیازات کی قدر و قیمت گھٹادی یا ختم کر دی جن کو لوگوں نے اپنے جہل و تنگ نظری سے شرافت و کرامت کا اصلی معیار بنا رکھا تھا۔

اسلامی قومیت کا بحر ناپیدا کنار

اسے یوں خیال کیجئے کہ ہمارے ملک میں چھوٹے بڑے دریا گنگا، جمنا، نربدا، اٹک وغیرہ بجائے خود اپنے اپنے تشخصات کے ساتھ موجود ہیں اور ایک دوسرے سے جداگانہ وجود رکھتے ہیں۔ مگر یہ سب دریا ایک حد پر پہنچ کر اپنی اپنی ہستیوں کو سمندر کی بڑی ہستی میں اس طرح گم کر دیتے ہیں کہ وہاں ان کا کوئی امتیازی وجود باقی نہیں رہتا۔ ٹھیک اسی طرح دنیا میں وطنی نسلی، لونی، حرفتی اور تمدنی تقسیم کے اعتبار سے گو سینکڑوں قومیتیں سہولت تعارف کے لئے اپنی اپنی جگہ موجود اور قائم ہوں پھر بھی یہ محدود قومیتیں اسلامی قومیت کے بڑے سمندر میں گر کر ایک ایسی قوم کی تشکیل میں شامل ہو جاتی ہیں جہاں ان کے وہ سارے امتیازات اور تفرقے ختم ہو جاتے ہیں ؂

چو سلطان عزت علم برکشد   جہاں سر بہ جیب عدم در کشد

اسی عالمگیر اسلامی قومیت کا بیان صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے۔

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقی رکباً بالروحاء فقال من القوم. قالوا المسلمون فقالوا من انت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(صحیح مسلم۔ مصری طبع جدید ص ۹۹۔۹)

دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ سے پوچھا تھا کہ تم کون قوم ہو جواب میں انہوں نے یہ نہ کہا کہ ہم حجازی یا نجدی یا یمنی ہیں یا قریشی یا ہذیل یا تمیم یا کچھ اور ہیں ان سب سے زیادہ قبائلی تعصب و غرور رکھنے والے ملک میں ان کا جواب صرف یہ تھا کہ ہم مسلمان ہیں۔ حالانکہ اس وقت تک انہوں نے حضور کو پہچانا بھی نہ تھا۔ گو وطنی اور نسلی عصبیت کے سب بت ٹوٹ چکے تھے اور بجز اسلام کے اب کوئی حقیقی قومیت ان کے نزدیک باقی نہ رہی تھی۔

ابوعقبہ فارسی کے قصہ میں جو آپ **"وانا الغلام الفارسی"** کے نعرہ پر ناخوش ہوئے اور جب اس نے آپ کی تنبیہ کے موافق **"وانا الغلام الانصاری"** کا نعرہ لگایا تو آپ کو مسرت ہوئی۔ اس کا راز بھی یہی تھا کہ مسلمان کی نظر میں قومیت کی تاسیس بجائے ملک و وطن کے دین اور کمالات دین پر ہونی چاہئے۔

اس اساسی نقطہ نظر سے لامحالہ کل غیر مسلم قومیں دوسری قوم سمجھی جائیں گی اور اب اس چیز کا کوئی امکان ہی باقی نہیں رہتا کہ مسلم اور غیر مسلم دونوں کے امتزاج سے کوئی قومیت متحدہ صحیح معنی میں بن سکے۔

لغوی توسعات سے ہم کو بحث نہیں۔ اسی لئے وہ معاہدہ جو صحابہ اور یہود مدینہ میں ہوا تھا اس میں مسلمان اور یہود کے متعلق قوم واحدہ کا لفظ نہیں۔ محض "امۃ واحدہ کا لفظ استعمال ہوا تو صاحب لسان العرب کو اس پر متنبہ کرنا پڑا کہ یہ اطلاق توسعاً ہے حالانکہ اگر اس کو بالفرض حسب زعم بعض فضلاء قومیت متحدہ قرار بھی دیا جائے تو اس معاہدہ کی سب سے اہم دفعہ جسے عموماً استدلال کے وقت نظر انداز کیا جاتا رہا ہے، یہ تھی کہ اگر کسی معاملہ میں فریقین (مسلمان اور یہود) کے مابین نزاع ہوگی تو آخری فیصلہ وہ ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم صادر فرمائیں گے۔ کیا قومیت متحدہ کے علمبردار آج کوئی ایسی شرط ماننے یا منوانے کے لئے تیار ہیں؟

دس کروڑ مسلمانان ہند ایک مستقل قوم ہیں

بہر حال ہندوستان میں دس کروڑ مسلمان ایک مستقل قوم ہیں۔ اس قوم کی وحدت اور شیرازہ بندی کے لئے ضرورت ہے کہ اس کا کوئی مستقل مرکز ہو جہاں سے اس کے قومی محرکات اور عزائم فروغ پا سکیں اور جہاں سے وہ مکمل آزادی اور مادی اقتدار کے ساتھ اپنے خدائی قانون کو بے روک ٹوک نافذ کر سکے بلکہ اس بے مثال قانون عدل و حکمت کا کوئی عملی نمونہ قائم کر کے دنیا کو وہ

مشعل ہدایت دکھلا سکے۔ جس کی آج ہمیشہ سے زیادہ دنیا کو ضرورت ہے۔

اس نصب العین کا جتنا حصہ جس حد تک ہماری قدرت میں آ سکے اور آتا جائے اس سے تغافل برتنا نہیں چاہئے۔

بحالات موجودہ جو اصول سیاست دنیا میں رائج ہیں ان کے ماتحت ہم صرف ان صوبوں میں اس مقصد کی کوئی قسط حاصل کر سکتے ہیں جہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔

پاکستان کا غیبی اشارہ

یہ بھی اللہ کی عجیب قدرت و حکمت کی نشانی ہے کہ باوجودیکہ مسلمان اس ملک میں مجموعی طور پر دوسری اقوام سے کم تعداد میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہماری اس کمی کو ملک کے تمام صوبوں میں مساوی نسبت پر تقسیم نہیں کیا، بلکہ بعض صوبوں میں جو جغرافیائی حیثیت سے اہم بھی ہیں ہم کو دوسروں کے مقابلہ میں اکثریت عطا فرمادی۔

یہ گویا قدرت کی طرف سے پاکستان قائم کر لینے کے امکان کی طرف ایک غیبی اشارہ ہے۔ بہرحال اس کا نام پاکستان رکھو یا حکومت الہیہ یا اور کوئی کچھ۔ اتنی بات میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان ایک مستقل قوم ہیں اور ان کے لئے ایک مستقل مرکز کی ضرورت ہے جو اکثریت و اقلیت کی مخلوط حکومت میں کس طرح حاصل نہیں ہو سکتا۔

یہاں کی دونوں قومیں کے منافشات کا حل بھی اسی توازن کے قائم کرنے میں ہے کہ دونوں کو اپنے اپنے مستقر اور مرکز میں پوری آزادی نصیب ہو اور اس طرح طبعی طور پر دونوں آزاد ریاستیں اپنی اپنی اقلیتوں کے تحفظ کا انتظام درست رکھنے پر مجبور ہوں۔ دونوں مل کر معاہداتی سسٹم کے ماتحت پورے ملک کو خوشحال اور پرامن رکھنے کی جدوجہد کریں اور باہمی تعاون سے ملک کو ہر جہتی ترقی دینے میں کوشاں ہوں۔

اگر بدقسمتی سے ایسا نہ ہو اور یہاں کی اکثریت نے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنی تنگ نظری تعصب اور تاریک ترین پست خیالی نہ چھوڑی تو ملک کے لئے آزادی کامل کی توقع رکھنا اپنے نفس کو خود فریب دینا ہے۔ جذباتی لوگ جو چاہیں کہتے ہیں حقیقت پسند جانتے ہیں کہ ایسی صورت میں ایسی امیدیں باندھنا شیخ چلی کے منصوبوں سے کم نہیں۔ الحاصل آج مسلم قوم سے یہ توقع ہرگز نہ رکھئے کہ وہ انگریز کی سنگل اور اضطراری غلامی کے مقابلہ میں انگریز اور ہندو کی ڈبل اور اختیاری غلامی کو ترجیح دیگی۔

مسلم لیگ اور محمد علی جناح

مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر آل انڈیا مسلم لیگ مسٹر محمد علی جناح کی قیادت میں کھڑی ہوئی ہے کل وہ جو کچھ بھی تھی مگر آج عامہ مسلمین کی شرکت سے اسے اپنا صحیح موقف اور صحیح مقام نظر آرہا ہے وہ اس کے لئے دوڑ دھوپ کر رہی ہے۔ آخر کانگریس بھی تو اپنے آغاز میں جو کچھ تھی انجام میں وہ نہیں رہی۔

بلاشبہ مسلم لیگ اور اس کے قائد میں انسانی کمزوریاں ہیں اور ان کی بہت سی باتیں ہمارے علماء کے نزدیک قابل اعتراض ہیں۔ لیکن ضرورت ہے کہ عوام کو تیار کیا جائے اور اچھے اچھے پختہ علماء وزعماء عوام کی طاقت سے مجبور کردیں کہ وہ امانت داری سے اپنے آپ کو اس منصب کا اہل ثابت کریں جو جمہور کی طرف سے ان کو تفویض ہوا ہے۔ جہاں تک میں اپنی بساط کے موافق اندازہ کر سکا ہوں مجھے یقین ہے کہ مسٹر جناح آج کل کی سیاست کے داؤ پیچ سے مسلمانوں میں سب سے زیادہ واقف ہیں۔ پھر وہ کسی قیمت پر خریدا جاسکتا ہے اور نہ کسی دباؤ کے سامنے سر جھکا سکتا ہے۔

مسلم لیگ میں شرکت میں پورا غور وخوض

میں زمانہ دراز تک ان مسائل کے اطراف وجوانب پر غور کرتا رہا فیما بینی وبین اللہ سب اچھے برے پہلوؤں پر نظر کر کے آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس وقت مسلمانوں کو حصول پاکستان کی خاطر مسلم لیگ کی تائید وحمایت میں حدود شرعیہ کی رعایت کے ساتھ حصہ لینا چاہئے۔ میں یہ گمان کرتا ہوں کہ اگر اس وقت مسلم لیگ ناکامیاب ہوگئی تو پھر شاید مدت دراز تک مسلمانوں کو اس ملک میں پنپنے کا موقع نہ ملے گا۔ اس لئے وقت کی ضرورت یہ ہے کہ مسلمان مسلم لیگ کے بازو مضبوط کریں اور ساتھ ہی عوام مسلمین ہر قدم پر مختلف عنوانوں سے یہ ظاہر کرتے رہیں کہ ہم نے زعمائے لیگ کا ساتھ اپنے دین اور اپنی اصل قومیت کی حفاظت کے لئے دیا ہے اور تمام دینی معاملات میں ہم حاملین دین اور علمائے ربانیین کی آواز کو سب آوازوں پر مقدم دیکھنا چاہتے ہیں اگر خدا نہ کردہ ایسا نہ ہوا تو ہم انشاء اللہ ایسے فاسد عناصر سے لیگ کو صاف کر کے دم لیں گے۔ واللہ الموفق۔

مسلم آزادی اور طوطا------اور گربہ مسکین کی مثال

کہا جاتا ہے کہ مسلم لیگ، انگریز کی حکومت اور سیطرۃ (مکمل طور پر) آزاد ہونا اور آزادی

دلانا نہیں چاہتی۔ بلکہ غیر ذات الشوکۃ (غیر صاحب قدرت) ہی کے پیچھے پڑی رہتی ہے۔ اس کے برخلاف کانگرس کا مطمح نظر آزادی کامل ہے اور اس کے لئے وہ بڑی بڑی قربانیاں کرتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ انسان تو انسان حیوانات کو بھی آزادی محبوب ہے ایک طوطا جو قفس میں سالہا سال بند رہے جب قفس کا دروازہ کھولئے قید سے نکل کر اڑ جانے کا خواہش مند ہوگا لیکن اگر وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو کہ پنجرہ کے گرد گربہ مسکیں گشت لگا رہی ہے تو قفس کا دروازہ کھلنے پر بھی بجائے باہر نکلنے کے الٹا قفس کی تیلیوں کو کو چمٹنے لگے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ نکلنے کی صورت میں اصل زندگی ہی کا خاتمہ ہے۔

کیا ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان آزادی کے طلبگار نہ ہوں؟ چنانچہ کانگریس کی طرح مسلم لیگ بھی آزادی کامل اپنا نصب العین رکھتی ہے۔ لیکن کچھ تو پہلے سے اور زیادہ تر شملہ کانفرنس کے بعد مسلمان یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ہندو کانگریسیوں کا مقصد ہی کچھ اور ہے ان کی اکثریت میں ہم مدغم ہو کر آزادی کامل تو کیا حاصل کرتے اپنی قومی ہستی ہی کو فنا کر بیٹھیں گے جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں وہ آخر قربانیاں کاہے کے لئے کریں؟ قربانی کوئی مقصد تو نہیں ذریعہ اور وسیلہ ہے اگر حصول مقصد کی توقع اس سے نہ ہو بلکہ خلاف مقصد کو تقویت پہنچنے کا اندیشہ ہو تو قربانی کس کام کی؟ بقول اکبر مرحوم ؎

ناچیز ہے سکوں تو تلاطم بھی نہیں کچھ
ہم کچھ نہیں یہ سچ ہے مگر تم بھی نہیں کچھ

استعانت بالکفار اور غلبہ اسلام کی شرط

ہمارے فقہائے حنفیہ نے امام محمدؒ اور طحاوی رحمہما اللہ سے لے کر علامہ ابن عابدینؒ تک کسی نے اس مسئلہ سے انکار نہیں کیا کہ ایک قوم کے مقابلہ پر دوسرے کفار کو مدد دینا یا ان سے مدد لینا اسی وقت جائز ہے جبکہ حکم اسلام ظاہر (غالب) ہو۔ یہ اسی لئے کہ مسلمانوں کی جانیں اور اموال اسلامی نقطہ نظر سے بیکار ضائع نہ جائیں۔

صاحب بدائع نے تو یہاں تک لکھدیا کہ استعانت بالکفار علی الکفار ان سے معاہدہ کرنے کے بعد بھی مناسب نہیں۔ کیونکہ ان کے غدر سے کسی وقت مسلمان مامون نہیں۔ علت یہ بیان کی ہے کہ "فان العداوۃ الدینیۃ تحملھم علیہ۔" کہ نفس مذہبی عداوت ان کو غدر اور بدعہدی پر ابھارے گی۔ آگے صرف حالت اضطرار کا استثناء فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ اضطرار کا مطلب اس کے

سوا کچھ نہیں کہ اس کے سوا کوئی اور رستہ باقی نہ رہے۔

اب آپ تمام حالات موجودہ کا جائزہ لے کر اندازہ فرمالیں کہ اس وقت ہم اس چیز کے لئے مضطر ہیں یا نہیں

سب مل کر لیگ کا پاکستانی راستہ اختیار کر لیں۔

میری عرض یہ ہے کہ ایک مرتبہ سب مل کر لیگ کا پاکستانی راستہ بھی اختیار کر کے دیکھ لیں۔ کیا بعید کہ سب مسلمان اگر مل کر اور ایک زبان ہو کر اسی چیز کا مطالبہ کریں تو اسی راستے سے منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔

اللہ کے فضل ورحمت سے امیدوار رہنا چاہئے کہ وہ مسلمانوں کے اجتماعی اور اجمالی مطالبہ میں وزن پیدا کر دے گا اور فتح و نصرت شامل حال ہو گی۔۔ لیکن اس اجماعی اور اجتماعی طاقت کا فراہم ہونا ہی وقت کا دشوار ترین مسئلہ بن رہا ہے اور امت مسلمہ کا تفرق و تحزب اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ ہر ایک مفید تحریک کے پروان چڑھنے میں یہی خلیج آڑے آجاتی ہے۔ ہر جماعت کے غیر ذمہ دار لوگ بلکہ بعض اوقات بعض ناعاقبت اندیش ذمہ دار بھی اس خلیج کو پاٹنے کی بجائے اپنے تغافل یا تساہل سے اور وسیع تر کرتے چلے جاتے ہیں۔

حسن اخلاق کی نصیحت

جب ایک جانب سے قائد اعظم کی جگہ کافر اعظم اور ملعون و عیار وغیرہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں تو لاکھوں اشخاص کے سینوں میں یہ لفظ تیر و نشتر بن کر لگتے ہیں۔ دوسری طرف اگر مولانا ابوالکلام آزاد یا مولانا حسین احمد مدنی کے ساتھ کوئی ناشائستہ اور گستاخانہ معاملہ کیا جاتا ہے تو نہ صرف ان کے معتقدین بلکہ ہزارہا ان مسلمانوں کے قلب و جگر بھی چھلنی ہو جاتے ہیں۔ جن کو ان کے سیاسی مسلک سے اختلاف ہے کسی جماعت کے کسی بڑے آدمی یا کسی عالم دین کو اس طرح بے آبرو کرنا یا اس پر خوش ہونا پرلے درجہ کی شقاوت ہے اور حماقت ہے اس سے ساری قوم کی ہوا خیزی، رسوائی بے عزتی ہوتی ہے اور جو لوگ نیک دلی سے تحریکات میں کسی طرف حصہ لیتے ہیں ان کے لئے یہ چیز ناقابل برداشت حد تک پہنچ جاتی ہے۔

پھر یہ منظر دیکھ کر بہت سے لوگ جو کسی طرف آنا چاہتے ہیں وہ اپنے ارادے سے رک جاتے ہیں اور اندر آئے ہوئے باہر نکلنے لگتے ہیں۔

تمام جماعتوں کے اعاظم رجال کا فرض ہے کہ پوری توجہ اور قوت سے ایسی رکیک حرکات کا انسداد کریں اور حق تعالی کے اس فرمان کو ہمہ وقت پیش نظر رکھیں۔

والذین کفروا بعضهم اولیآء بعض ط الا تفعلوه تکن فتنة فی الارض وفسادٌ کبیرٌ.

ربنالاتواخذنا ان نسینآ او اخطاناء ربنا ولا تحمل علینا اصراً کماحملة علی الذین من قبلنا ربنا ولاتحملنا مالاطاقة لنا به. واعف عنا تغ واغفرلنا وارحمنا انت مولنا فانصرنا علی القوم الکافرین.

شبیّر احمد عثمانی

از دیوبند

۱۷ ذیقعدہ ۱۳۶۴ھ ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء

☆☆☆

طوبیٰ ریسرچ لائبریری

تاریخ حُرّیتِ اِسلام کے
ناقابلِ فراموش واقعات

محمد رفیق